تاریخِ اسلام کے عظیم سپہ سالار

جانثارانِ اسلام کا دلآویز تذکرہ

شوکت علی فہمی

جہانِ علم و ادب

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخِ اسلام کے عظیم سپہ سالار

شوکت علی فہمی

جہان علم و ادب

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، پاکستان

Cell: 0322-2344826

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

297.9924
ف 92 ت
۱۲۷۵۳۳

نام کتاب

تاریخِ اسلام کے عظیم سپہ سالار

تالیف

شوکت علی فہمی

اہتمام ———— امتیاز احمد
قیمت ———— -/400 روپے

ناشر

جہانِ علم و ادب

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، پاکستان
Cell: 0322-2344826

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اسلام کے سپہ سالار اعظم رسول اکرمؐ	8
2	اسلام کے باعظمت سپہ سالار حضرت علیؓ	15
3	سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ	27
4	سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہؓ	48
5	فاتح اسلام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	64
6	حضرت زید بن حارثؓ	79
7	حضرت اسامہ بن زیدؓ	88
8	حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ	96
9	حضرت معاذ بن جبلؓ	104
10	حضرت زبیر بن العوامؓ	113
11	حضرت ہاشم بن عتبہؓ	121
12	حضرت عامر بن ربیعہؓ	129
13	حضرت مقداد بن عمروؓ	138
14	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	148
15	حضرت سعید بن زیدؓ	156
16	حضرت عمار ابن یاسرؓ	164
17	حضرت عبادہ بن صامتؓ	173
18	حضرت عمرو بن عاصؓ	183

Marfat.com

19	حضرت عبداللہ بن سہیلؓ	194
20	حضرت سہیل بن عدیؓ	206
21	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	215
22	حضرت عیاض بن غنمؓ	225
23	حضرت سلمان بن ربیعہؓ	235
24	حضرت حارث بن حسانؓ	241
25	حضرت شرجیل بن حسنہؓ	246
26	حضرت مغیرہ بن شعبہؓ	251
27	سفیان بن مجیب ازدیؓ	257
28	عبداللہ بن سعدؓ	265
29	شجاع بن وہبؓ	270
30	عبداللہ بن عامرؓ	274
31	سعید بن عثمانؓ	279
32	حسین بن نعمانؓ	285
33	موسیٰ بن نصیر	287
34	مسلم بن عبدالملک	290
35	قیتبہ بن مسلم	294
36	طارق بن زیاد	297
37	محمد بن قاسم	301

Marfat.com

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے، جو جنگجو قبائل میں پیدا ہوا ہے، اور تلواروں کے سائے میں پلا بڑھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ابتدا میں عرب جیسے ایک ایسے ملک میں جلوہ گر ہوا تھا جہاں جنگجوئی اور شمشیر زنی عام تھی، ذرا ذرا سی بات پر تلواریں میان سے باہر آجاتی تھیں، اور وہاں کے قبیلوں اور خاندانوں کے معاملات تدبر اور ہوشمندی سے بلکہ تلوار سے طے کئے جاتے تھے۔

اسلام گو امن اور سلامتی کا پیغام لیکر آیا تھا، وہ نہ صرف ملک عرب کو بلکہ ساری دنیا کو خونریزی اور جنگجوئی سے پاک کر دینا چاہتا تھا، لیکن چونکہ وہ ایک ایسے ملک میں جلوہ گر ہوا تھا جہاں جنگجوئی اور شمشیر زنی جزو زندگی بنی ہوئی تھی، اسلئے پیغمبر اسلام اور متعین اسلام کو سب سے پہلے ان کے جلوہ گر ہونے کے بعد کفر اور اسلام کا فیصلہ بھی مشرکین مکہ نے تلوار ہی کے ذریعہ کرنا چاہا یہاں تک کہ مشرکین مکہ کے مظالم اتنے بڑھے کہ مسلمانان مکہ کو پہلے تو حبش کی جانب ہجرت کرنی پڑی، اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مشرکین مکہ کی جنگجوئی اور مظالم سے پریشان ہوکر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا خیال تھا کہ مدینے ہجرت کر جانے کے بعد مشرکین مکہ کا غصہ سرد پڑ جائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ مسلمانوں کے مدینہ منورہ میں محفوظ اور مامون ہونے کے بعد مشرکین مکہ کا غیض وغضب بہت زیادہ بڑھ گیا، اور اب مشرکین مکہ نے باقاعدہ مدینہ کے مٹھی بھر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں، اور یہ طے کیا کہ اچانک مدینہ پر حملہ کر کے ایک ایک مسلمان کو تہہ تیغ کر دیا جائے۔

جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں کفار مکہ کے ان ناپاک ارادوں کا

Marfat.com

علم ہوا تو آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اسلام جہاں امن آشتی اور صلح جوئی کا پیغام لیکر آتا ہے وہاں اسلام اور مظلوموں کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانا بھی ضروری ہے، لہٰذا آپ نے مشرکین مکہ نے مدافعانہ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کردیں، ابھی یہ تیاریاں مکمل بھی نہ ہوئی تھیں کہ مشرکین مکہ نے ایک لشکر عظیم کے ذریعہ مسلمانان مدینہ پر اچانک حملہ کردیا، اس حملہ کی وجہ سے مسلمانوں کو سب سے پہلی مدافعانہ جنگ مجبوراً بدر کے میدان میں لڑنی پڑی، اس جنگ میں سپہ سالاری کے فرائض خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دئے۔

اس جنگ کی کئی خصوصیات ہیں، پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ یہ جنگ زبردستی مسلمانوں کے سرتھوپی گئی تھی حالانکہ مسلمان لڑنا نہیں چاہتے تھے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یہ جنگ جارحانہ مقصد کے لئے نہیں بلکہ مدافعت کے لئے لڑی تھی، اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد مخالفین کے مقابلہ میں ایک تہائی تھی، اور اسلام کے حالات پڑھنے کے بعد مسلمان اپنی قوم کی بھولی ہوئی عظمت کو یاد کرسکیں، چنانچہ اس مقصد کے ماتحت میں نے الحاج مولانا زاہد القادری سے اپنی نگرانی میں یہ کتاب تصنیف کرائی ہے، مجھ کو توقع اور یقین ہے کہ یہ کتاب اسلامی لٹریچر میں ایک اچھا اضافہ ثابت ہوگی، اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں اس کتاب کو دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی سالہا سال سے اس بات کی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی سہل اور دلکش انداز میں ایسا تاریخی لٹریچر پیش کرتے جس سے کہ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں، اور مسلمانوں میں خالص اسلامی سپاہیانہ زندگی اختیار کرنے کا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا، چنانچہ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، توقع ہے کہ اسی موضوع پر عنقریب چند نہایت ہی مفید کتب اور بھی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کی جائیں گی، اور یہ کتب انشاء اللہ اسلامی لٹریچر میں ایک اچھا اضافہ ثابت ہوں گی۔

آخر میں میرے لئے یہ بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ میں مسلمانان ہند کا دلی شکریہ

Marfat.com

ادا کروں کہ انہوں نے خود میری تصنیف کردہ کتب نیز میرے ادارہ کی تیار شدہ دوسری کتب کی غیر معمولی طور پر سرپرستی فرما کر میرے حوصلوں کو بہت زیادہ بلند کر دیا ہے، یہ امر واقعہ ہے اگر مسلمانانِ ہند کی جانب سے میرے ادارہ کی کتب کا پوری گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم نہ کیا جاتا تو شائد میں اس اہم خدمت کو خاطرخواہ طور پر کبھی نہ انجام دے سکتا۔

شوکت علی فہمی

Marfat.com

اسلام کے سپہ سالارِ اعظم رسولِ اکرمؐ

دنیا کے عظیم تر سپہ سالاروں میں یہ شرف صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ نے دنیا کے سامنے ایک ایسا انوکھا انجام جنگ پیش کیا ہے جو ہر جو روستم سے پاک ہے۔ اور جواز اول تا آخر عدل وانصاف پر مبنی ہے، حیات طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضورؐ نے صرف اس قت جنگ کا حکم دیا ہے جب امن عامہ کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے۔

اس کے علاوہ اسیران جنگ کی جاں بخشی حملہ آور دشمن پر احسان اور رحم فرمائی کا اصول ایسا ہے کہ دنیا بھر کی تمام اقوام اس سے نا آشنا تھیں، اور عملاً میدان رزم میں کسی نے ایسے کارنامے کی نظیر پیش نہیں کی، لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر و اُحد اور مکہ وحنین کے معرکوں میں اسیران جنگ کے ساتھ کریمانہ سلوک کیا، جاں بخشی کے بعد آپ نے صرف ان کی دلداری ہی نہیں کی، بلکہ جور وستم سے الگ رہنے کی ہدایت کی، فطرت سلیمہ، اور طینت طیبہ اختیار کرنے کی دعوت دی مساوات کی اہمیت ظاہر کی، ارشاد فرمایا:

”اللہ کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری، سوڈانی سب مساوی ہیں۔“

مجاہدین اسلام کی تربیت:

رحمت عالمؐ نے مجاہدین اسلام کے سامنے امراض قلوب کو بیان فرمایا۔ امراض کی سلامتی کی تدابیر کو واضح کیا، خصائل رذیلہ سے محفوظ رہنے اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہونے کا مشورہ دیا، نیز حضورؐ نے اپنے خطبات جنگ میں جواز جنگ کے لئے مظلوم ہونے، حقوق ملی اور حقوق انسانی سے بلاوجہ محروم کردئے جانے یا امن عامہ کا قیام مفقود ہو جانے کو شرط اول قرار دیا۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محافظین امن کو بے مثل سپہ سالار بننے کی

Marfat.com

تعلیم دی، درآحالے کہ حضورؐ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے تھے جو ممالک متمدنہ سے بالکل الگ تھلگ تھا، لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور رحمت عالم کو ہمت عالی، عزم راسخ اور استقامت محکم کی وہ عظیم نعمت عطا فرمائی کہ آپ نے اس ملک کی حالت کو یکسر تبدیل کر دیا۔

سپہ سالاری کا درس:

سیرۃ مقدسہ کا ایک ایک صفحہ شاہد ہے کہ کسی طاقتور دشمن اور کسی باجبروت بادشاہ کا رعب ایک لمحہ کے لئے بھی رحمت عالمؐ کی سپہ سالاری اس حیثیت سے بھی لائق غور ہے کہ آپ نے کسی فوجی کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن پھر بھی آپ نے دنیا کو ایسی سپہ سالاری کا درس دیا ہے جس پر بڑے بڑے ماہرین جنگ حیران ہیں، حضورؐ کی درسگاہ کے دروازے کسی کے لئے بند نہیں تھے، وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں تھی، وہاں ایک صحرانشین اور ایک شہری ایک فلاسفر اور ایک بدوی پہلو بہ پہلو بیٹھتے تھے، اور دماغ کو روشن اور قلب کو منور کرنے والی تعلیم حاصل کرتے تھے، آپ کی درس گاہ سے ایسے کامل فن سپہ سالار پیدا ہوئے جو انسانیت کے خادم اخلاق کے سراج منیر تھے، یہ آسمان عدل کے وہ روشن ستارے تھے جنہوں نے اسپین، ظرناطہ، بغداد، سسلی، ٹیونس، الجزائر، ترکستان، عراق، شام، ایران، اور مصر کو عدل و مساوات کی روشنی سے منور کر دیا۔

اسیران جنگ کے ساتھ سلوک:

رحمت عالم کے رحم و کرم کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ طائف و حنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آورانہ صورت میں بڑھے تھے، ان کو بمقام اوطاس سخت شکست ہوئی، ان کی فوج طائف کے قلعہ میں حصار بند ہوگئی، اس کا محاصرہ کیا گیا، جب محصورین کو محاصرے کی سختی محسوس ہونے لگی، لوگ بھوک اور پیاس سے بے قرار ہوگئے تو رحمت عالمؐ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا، اس رحم و کرم کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد طائف اور حنین کے تمام باشندے امن کے محافظ بن گئے۔

رحم و کرم کا ایک اثر آفریں نظارہ معرکۂ بدر میں بھی موجود ہے، جب حملہ آوران

Marfat.com

مکہ قید کر لئے گئے، اور اسیران جنگ کے کیمپ میں بھیجدیئے گئے، تو رات کو رحمت عالم ؐ کو نیند نہیں آئی، ادھر سے ادھر حضور کروٹیں لیتے رہے، کرب و اضطراب نمایاں تھا، ایک انصاری نے عرض کیا: حضور کو کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن اسیران جنگ کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے، اس لئے دل پریشان ہے، محافظین کیمپ نے سیران جنگ کی مشکیں ڈھیلی کردیں، قیدیوں کو آرام مل گیا اور وہ سو گئے جب حضور ؐ کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی سو گئے ہیں، تب رحمت عالم ؐ کا اضطراب دور ہوا، اور حضور ؐ جواب شیریں سے استراحت گزیں ہوئے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ وہ قیدی تھے جنہوں نے بارہ برس تک متواتر اہل ایمان پر وحشیانہ مظالم کئے تھے، بے رحمی کے ساتھ ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا تھا، کسی کو خاک و خون میں تڑپایا تھا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا تھا، پھر بھی دریائے رحمت جوش میں آگیا، اور اسیران جنگ کی تکلیف برداشت نہ کرسکے۔

کفار مکہ کے مظالم محتاج بیان نہیں، ان کی وحشت و بربریت تہذیب کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے، تاہم نگاہ کرم سے وہ بھی محروم نہ رہ سکے ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط رونما ہوا، لوگ سخت پریشان ہوگئے، ابوسفیان مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے، دربار رسالت میں حاضر ہوئے عرض کیا: آپ ہمیشہ لوگوں پر احسان کرتے رہے ہیں، ہم آپ کے قرابتی ہیں، اور رحم کے لئے التجا کرتے ہیں، ہم پر احسان کیجئے، اور دعا کیجئے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے، حضور ؐ نے دعا کی، خوب بارش ہوئی اور قحط دور ہوگیا۔

ثمامہ بن اُثال نجد کا ایک عظیم تاجر تھا، دولت ایمان سے مشرف ہوچکا تھا، اس نے اہل مکہ کی وحشیانہ حرکتوں کا حال سن کر غلہ بھیجنا بند کردیا اہل مکہ سخت پریشان گئے، حضور کی خدمت میں چند نمائندے حاضر ہوئے، رحم و کرم کی درخواست کی، حضور ؐ نے ثمامہ ابن اُثال کو حکم دیا کہ مکہ والوں پر غلہ بند نہ کرو، اور فوراً غلہ بھیجنے کا بندوبست کرو، رحمت عالم ؐ کے حکم کی تعمیل ہوئی، اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی، یہ وہ سنگدل ظالم اور خونخوار دشمن تھے جو اسلام کا نام ونشان مٹا دینا چاہتے تھے، ان واقعات

Marfat.com

سے ظاہر ہے کہ سپہ سالار اعظم اور رحمت مجسم، کا دامن اغراض کے گرد وغبار سے بلند تر تھا، آپ کی جنگی سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی، انتقام، جبر وتشدد ظلم وستم اور دیگر کمزوریوں سے حضورؐ کے اخلاق عالیہ پاک وصاف تھے، چنانچہ اسیران جنگ کو جب حضورؐ رہا کرتے اور رخصت کرتے تو ارشاد فرماتے، اللہ تمہاری حفاظت فرمائے، اللہ تم کو اچھے کاموں کی توفیق دے اللہ تمہیں پریشانی سے بچائے۔

رسول اکرم کے تربیت یافتہ سپہ سالار:

مصر کا مشہور فاضل جرجی زیدان لکھتا ہے، رسول عربی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار، اعلیٰ درجہ کے حاکم، اور اعلیٰ درجہ کے معلم اخلاق تھے، انہوں نے سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دئے اور اخلاق انسانی کی اصلاح بھی کی، آسمان کی ہزاروں گردشیں، اور زمانہ کے ہزاروں انقلابات بھی رحمت عالمؐ کے کارناموں کو مٹا نہیں سکے، رحمت عالم نے سپہ سالاری کے فرائض اس خوبی سے انجام دئے، رشد وہدایت کی تاریخ اس کا جواب پیش نہیں کرسکتی، آپ نے اپنے فیض تربیت سے سپہ سالاروں کی ایک مقدس، جانباز سرفروش اور برگزیدہ جماعت پیدا کی، یہ ایسے محترم سپہ سالار تھے، جن کے پاس اعلیٰ درجے کی قوت ایمان تھی، جو تحمل شدائد میں بے مثل تھے، جو رزم گاہ کی اہم مصروفیت کے باوجود نماز پنج گانہ کا پورا خیال رکھتے تھے۔

مجاہدین حق کی پاکبازانہ زندگی:

یہ وہ داعیان حق تھے جو رزمگاہ کے خیموں میں نماز تہجد ادا کرتے تھے، جو رزم گاہ میں روزے رکھتے تھے، جو شوق شہادت کا سرمایہ بھی اپنے پاس رکھتے تھے، جو اپنے بہترین اموال مجاہدین کی آسانی پر خرچ کرتے تھے، جو مال حرام سے سخت اجتناب کرتے تھے، جو غریبوں، اپاہجوں، ضعیفوں اور بچوں اور عورتوں کے قتل سے سختی کے ساتھ پرہیز کرتے تھے۔

وہ رزم گاہ میں اپنی جو راتیں گزارتے تھے، ان میں ان کا دلچسپ مشغلہ تلاوت

Marfat.com

قرآن اور ذکر الٰہی تھا، وہ میدان جنگ میں بھی مسکین نواز، عدل پرور، ایثار پسند، فیاض، رحمدل، حلیم، بردبار، اور حق شناس، ثابت ہوتے تھے جو صبر وثبات، جرأت وشجاعت، صداقت ودیانت، اور عفو و درگزر میں بے نظیر تھے، پابندئ عہد، انصاف پسندی، ادب خواتین، خدمت ضعفاء اور معصوموں سے محبت ان کا عظیم کارنامہ تھا۔

مجاہدین اسلام کی رحمدلی:

اس سلسلے میں ایک بات غور طلب ہے، آپ نے اکثر یہ دیکھا ہوگا کہ فوجی افسر، سپہ سالار کمانڈر وغیرہ، سخت مزاج، سنگدل اور بے رحم ہوتے ہیں لیکن درسگاہ رسالت میں جن مجاہدین اور جن سپہ سالاروں نے تربیت حاصل کی تھی وہ اعلیٰ درجے کے رحمدل اور سراپا رحمت تھے، اپنے وطن میں اور اپنے وطن سے باہر، نرم میں اور رزم گاہ میں وہ نہایت ہی غریب پرور، پرہیز گار، فیاض، مہماں نواز صابر وشاکر، دیانتدار، امین، پابند عہد، بچوں کے ہمدرد، غریبوں کے حامی، ضعیفوں کے مدد گار، عورتوں کے محافظ، ہمسایوں کے خادم، باہمی اعانت کے علمبردار، بیماروں کے تیماردار، معاملے کے صاف، محسنوں کے سپاس گزار اور مساوات کے حامی تھے، انہوں نے حفاظت امن، اور خدمت انسانیت کا فرض اس قدر قابلیت، وسعت نظر، اور جامعیت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ تہذیب یافتہ دنیا آج بھی ان کے حالات پڑھ کر مسرت محسوس کرتی ہے، وہ کمانڈر تھے لیکن سراپا رحمت کمانڈر، اور وہ سپاہی تھے لیکن حق شناس سپاہی تاریخ ان کے کارناموں پر ہمیشہ فخر کرے گی۔

دشمنوں پر بھی رحم وکرم:

امام شیخ عبدہٗ تذکرۃ الکرام میں لکھتے ہیں: تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو صرف اس وقت جنگ کی اجازت دی جبکہ امن عامہ کے لئے شدید خطرہ پیدا ہوگیا، اس وقت بھی رحم وکرم کو سامنے رکھا، حملہ آور دشمنوں پر مغلوب اور اسیر ہوجانے کے بعد بھی احسان فرمایا۔ رحمت عالمؐ کی یہ وہ اہم خصوصیت ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

Marfat.com

سرور عالمؐ کے عہد سعادت سے پہلے دنیا اس قانون سے ناآشنا تھی کہ حملہ آور دشمن بھی رحم وکرم کا حقدار ہوسکتا ہے، ہادیٔ اعظمؐ سے پہلے عملاً کسی نے ایسے کارناموں کی نظیر پیش نہیں کی تھی، لیکن حضور اکرمؐ نے بدر واحد، اور مکہ وحنین کے موقع پر دشمنوں پر احسان کا بے نظیر نمونہ پیش کیا، رحمت عالمؐ نے اسیران جنگ کے ساتھ صرف شریفانہ سلوک ہی نہیں کیا، بلکہ ان کو فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔

سپہ سالار اعظمؐ نے دلوں کو فتح کیا ہے:

مشہور مسیحی مؤرخ مرقس داؤد لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے مفتوحین کے ساتھ جیسی محبت اور رواداری کا سلوک کیا ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے، آفتاب ہدایت کے اور فرزندان توحید کے یہی وہ فضائل تھے، جن سے دل متاثر ہوئے۔

آپ نے غور کیا ہوگا کہ غزوۂ بدر کی صفوں میں صرف تین سو تیرہ مجاہدین تھے، فتح مکہ میں دس ہزار، لیکن عہد صحابہ میں یہ تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہوگئی تھی، چنانچہ رحمت عالمؐ نے جب اس فانی دنیا سے سفر اختیار کیا تو نور ہدایت سے ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ روشن ہوچکا تھا، اور اس حقیقت کو بھی سامنے رکھئے کہ رحمت حق کے نور ہدایت نے جن ذروں کو چمکایا وہ گم گشتگان، راہ کے لئے آفتاب ہدایت ثابت ہوئے۔

فرزندان توحید ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اسلامی سپہ سالاروں کے عظیم کارناموں کو محفوظ رکھا، آج ان کے ایک ایک خدوخال کو ہم تاریخ کے آئینے میں صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں، اور ان کی حیات طیبہ کو دنیا کے سامنے ذمہ داری کے ساتھ پیش کرسکتے ہیں، کیا یہ تاریخ کا عظیم کارنامہ نہیں ہے۔

اسیران جنگ کی اصلاح:

سرور عالم نے اسیران جنگ کے ساتھ بھی اخلاص ومحبت کے پیمان کو مستحکم کیا، مظلوموں کی دادخواہی اور دست گیری کا ان سے عہد لیا، حفاظت مسافران اور اعانت بیچارگان کی ان کو دعوت دی، حضور اکرمؐ نے خوں خوار دشمنوں کے گناہ بھی معاف کردیے، اہل ایمان کو ہر ایک انتقامی کارروائی سے روکا۔ اور اس وقت روکا جبکہ اہل

Marfat.com

ایمان کے پاس انتقام لینے کی عظیم تر طاقت وقوت موجود تھی۔

رحمت عالمؐ نے اسیران جنگ کو سراپا رحمت بننے کی دعوت دی، ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک رومی، یونانی، مصری، اور سوڈانی، سب مساوی ہیں اور سب انصاف کے حقدار ہیں، حضورؐ نے ادنیٰ واعلیٰ سب کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شادکام فرمایا۔

حضورؐ نے اسیران جنگ کے سامنے اخلاقی کمزوریوں کو عام فہم انداز میں بیان کیا، ان کمزوریوں کی علامات ظاہر کیں، علاج کے طریقے بتائے، قلب سلیم کی تعریف کی، اور امن وسلامتی کی تدابیر بیان کیں، یہ سب کچھ ایسے حکیمانہ انداز میں کیا کہ غارت گر رحمدل بن گئے، سنگدل سراپا رحمت بن گئے، وحشی اور درندے عدل وانصاف کے مالک بن گئے امن کے دشمن، امن کے پاسباں نظر آنے لگے۔

....

Marfat.com

اسلام کے باعظمت سپہ سالار حضرت علیؓ

آپ کا اسم گرامی علیؓ کنیت ابوالحسن، اور ابوتراب، لقب مرتضیٰ، اسد اللہ، اور حیدر تھا، آپ حضور سرور عالمؐ کے چچازاد بھائی ہیں، آپ کی ولادت کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کا نام اسد رکھا، لیکن حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام علی تجویز کیا اور آپ کی پرورش بھی، حضور اکرمؐ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو منصب نبوت پر سرافراز کیا، تو اس کے ایک دن کے بعد آپ ایمان لے آئے، ایک خطبے میں آپ فرماتے ہیں: بعث رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلثاء. حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کو نبی ہوئے اور میں اس کے دوسرے دن بروز سہ شنبہ ایمان لایا، جس وقت آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی، جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو آپ کا نکاح سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا، آپ ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو زینت بخش سند خلافت راشدہ ہوئے، چار سال نو ماہ تک خلافت کے فرائض انجام دینے کے بعد بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ تریسٹھ سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔

تذکرۃ الکرام میں آپ کا یہ حلیہ شریف لکھا ہے، میانہ قد، سرخ وسپید رنگ، چہرہ مبارک نہایت دلکش، آنکھیں بڑی بڑی مخمور، سیاہ روشن بدن فرجہ، بازو قوی، کلائیاں مضبوط، اگر کسی کو پکڑ لیتے تو اس کے بعد وہ حرکت نہیں کرسکتا تھا، معرکہ کارزار میں بڑی تیزی سے حملہ کرتے تھے، آپ کا دل قوی تھا، جرأت وشجاعت بدرجۂ کمال موجود تھی، حق تعالیٰ نے آپ کو ہمت عالی، عزم کامل اور استقامت محکم کی نعمت فیاضی سے عطا کی تھی، کسی بڑے سے بڑے پہلوان اور طاقتور سپہ سالار سے آپ کبھی مغلوب نہیں ہوئے، اور کسی بڑے سے بڑے لشکر جرار کا رعب آپ کے دل پر سایہ فگن نہ ہوسکا،

Marfat.com

آپ کے زمانہ کے بڑے سے بڑے فرعون صفت سپہ سالار مقابلے کے لئے آئے لیکن مغلوب ہو گئے۔

ابوتراب اور کرم اللہ وجہ کا خطاب:

ابوتراب کا خطاب آپ کو کس طرح ملا؟ اس کی تفصیل بخاری اور مسلم میں اس طرح مرقوم ہے کہ ایک دن حضور سرور عالمؐ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، دریافت فرمایا: علی کہاں ہیں؟ حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ آج مجھ سے ناخوش ہو کر باہر چلے گئے ہیں، حضور اکرمؐ نے جستجو کی تو معلوم ہوا کہ مسجد نبویؐ میں سو رہے ہیں، حضورؐ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا حضرت شیر خدا خاک پر سو رہے ہیں، چادر گری ہوئی ہے، اور بدن خاک آلود ہو رہا ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''قم یا ابا تراب۔'' اے مٹی کے باپ اُٹھو، اسی دن سے آپ کا یہ خطاب مشہور ہو گیا۔

آپ کے نام کے ساتھ (کرمہ اللہ وجھہ) کیوں لکھا جاتا ہے؟ اس سلسلے میں حافظ جلال الدین سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں: شیر خداؓ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی، کیونکہ آپ کم سنی ہی میں ایمان لے آئے تھے، آپ نے اپنی مبارک پیشانی کو کبھی بتوں کے سامنے نہیں جھکایا، اس لئے آپ کے واسطے کہا گیا، کرم اللہ وجہ ایک اہم واقعہ اس سلسلے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی غرض سے عازم مدینہ ہوئے اور کفار مکہ نے آپ کے دولت کدے کا محاصرہ کر لیا تو حضور اکرمؐ نے حضرت شیر خداؓ کو اپنی ردائے مبارک عنایت کی اور فرمایا: تم اسے اوڑھ کر میری جگہ سو جاؤ اہل کفر تم کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے، میرے پاس جو مال امانت ہے اسے دیکر مدینہ چلے آنا، حضرت شیر خداؓ حضور کے حکم کے مطابق چادر اوڑھ کر سو گئے اور حضورؐ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے صبح کے وقت اہل کفر نے حضرت شیر خداؓ سے پوچھا کہ: ''محمدؐ کہاں ہیں؟'' آپ نے فرمایا: اللہ اعلم بحال رسولہ (اللہ بہتر جانتا ہے اپنے رسول کے حال کو) اہل کفر نے ناکام چلے گئے۔

حضرت شیر خداؓ نے رسول اکرم کی ہدایت کے مطابق لوگوں کی امانتیں واپس کیں

Marfat.com

اور اس کے بعد مدینہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے، رات کو چلتے اور دن کے وقت کسی محفوظ مقام میں مقیم ہو جاتے، یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے، جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، بے حد تھکے ہوئے تھے، بال پریشان، چہرہ غبار آلود، پاؤں پر ورم، حضورؐ نے طلب فرمایا، ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہوئے، حالات سفر بیان کئے، حضورؐ نے فرمایا: کرم اللہ وجہ اسی دن سے یہ تعظیمی خطاب آپ کے لئے مخصوص ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی جنگی سرگرمیاں:

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوائے غزوۂ تبوک کے ہر غزوہ میں، حضور فخر کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے ہیں، آپ کی ہمت، جرأت اور حوصلہ بندی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے غزوۂ بدر میں اکیس بڑے بڑے مشرکین کو تہ تیغ کیا تھا۔

بدر ایک گاؤں کا نام ہے، یہ مقام مدینہ طیبہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ہے، اس مقام پر فرزندان اسلام اور کفار قریش میں جو لڑائی ہوئی تھی اسی کا نام جنگ بدر ہے سنہ ۶۲۲ء میں جب حضور مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے، اور وہاں اسلام نے ترقی کی، تو کفار قریش کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی، اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، جس وقت کافروں کا لشکر علاقہ بدر میں داخل ہوا، اور وقائع نگار نے حضور کو اطلاع دی تو آپ نے صحابۂ کرام کو جمع کیا، مہاجرین اور انصار نے وفاداری کا عہد کیا اور اسلام پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔

شیر خدا حضرت علیؓ نے اس موقع پر آگے بڑھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! اہل کفر نے امن کو خطرے میں ڈال دیا ہے، عدل وانصاف کو تاراج کر دیا ہے، وہ مدینہ کی سرزمین کو آگ اور خون سے بھر دینا چاہتے ہیں، وہ پر امن باشندوں کو آگ کے شعلوں کی نذر کرنا چاہتے ہیں، ہم اس ہلاکت اور بربادی کو برداشت نہیں کر سکتے، ہم امن کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، ہم پسند نہیں کرتے کہ وحشی درندے نظام امن کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیں، ہم ان وحشیانہ مظالم کے سیلاب کو روکیں گے اور اپنی پوری طاقت صرف

Marfat.com

کر دیں گے، ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ امن کے دشمن مدینہ میں داخل ہوں، اور نظام امن کو برباد کر دیں، ہم امن کے حامی ہیں ہم ظلم وفساد اور عصیان وطغیان کے سیلاب کو روکنا چاہتے ہیں، ہمارا مقصد امن کو تباہ کرنا، انسانی آبادیوں کو اُجاڑنا، بے گناہوں کو قتل کرنا، عمارتوں میں آگ لگانا نہیں ہے، بلکہ نظام عدم کی بنیادوں کو مضبوط کرنا ہے، لہٰذا ہماری جان اور ہمارا مال راہ حق کے لئے وقت ہے، یہ ایک ایسی اثر آفریں تقریر تھی جس نے مجاہدین کے اندر ایک نئی روح پیدا کر دی۔

جنگ بدر اور اُحد میں حضرت علیؓ کی سرفروشی:

۱۲ رمضان ۲ھ ہجری کو حضرت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے مقابلے کے لئے تین سو مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے، اور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ علاقہ بدر میں داخل ہوگئے، دوسرے دن صبح کے وقت جنگ شروع ہوئی، دنوں طرف سے صفیں ٹوٹ پڑیں، اسی اہم موقع پر شیر خدا حضرت علیؓ کے مجاہدانہ جوش کی یہ کیفیت تھی کہ جس طرف بڑھتے تھے، صفیں کی صفیں صاف ہوجاتی تھیں، وہ بھوکے شیر کی طرح امن کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے، تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ قلب لشکر میں گھس گئے اور ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ اکیس دشمنوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا، دوسرے مجاہدین نے بھی اس رزم گاہ میں سرفروشانہ خدمات انجام دیں، اور اس معرکہ میں انہوں نے ایسی جانبازی سے حملہ کیا کہ اہل مکہ کے قدم اکھڑ گئے۔

غزوۂ احد میں بھی حضرت علیؓ نے بہترین شجاعت کا ثبوت پیش کیا اس غزوہ میں جب ہنگامۂ کارزار گرم ہوا اور چند مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے ایک اہم محاذ سے خالد ابن ولید نے طوفانی حملہ کیا تو مسلمانوں میں شدید اضطراب پیدا ہوگیا، اس موقع پر حضرت علیؓ نے سرفروشی اور جانبازی کا بہترین نمونہ پیش کیا، آپ نے ایسی شمشیر زنی کی کہ صفوف اعدا درہم برہم ہوگئیں۔

دشمنوں کی صفوں میں سخت انتشار پیدا کرنے کے بعد آپ حضور سرور عالمؐ کے پاس پہنچ گئے، اور اعانت وحفاظت کا فرض انجام دیا، دشمنوں نے رحمت عالمؐ پر کئی بار

Marfat.com

شدید حملے کیے، لیکن حضرت شیر خدا نے پوری طاقت سے مزاحمت کی، اور دشمنوں کو پسپا ہونے پر مجبور کردیا، حضرت روح الامین نے اس موقع پر عرض کیا۔ **لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار** . یعنی سوائے علی کے کوئی بہادر نہیں، اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔

شیر خدا کے جسم پر ستر زخم:

شیر خدا حضرت علیؓ نے ایک اجتماع میں فرمایا: جنگ احد میں میرے جسم پر ستر زخم لگے، چار زخم اس قدر گہرے تھے کہ میں کمزور ہوگیا، اور زمین پر گرنے کے قریب ہوگیا، لیکن ناگہاں کسی بزرگ نے آکر میرا کندھا پکڑ لیا اور مجھ سے کہا: آگے بڑھ کر حملہ کر، تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں ہے، اور وہ دونوں تجھ سے خوش ہیں، میں نے یہ بات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی، حضورؐ نے فرمایا: اے علی! وہ روح الامین تھے۔

غزوۂ خندق میں اہل کفر کے پاس بے اندازہ طاقت تھی، محاصرہ طویل ہوجانے کی وجہ سے اہل ایمان سخت پریشان تھے، ایک روز لشکر قریش سے ایک فیل تن پہلوان عمر بن عبدود میدان میں آیا، یہ ایک جاں باز اور ماہر فن سپاہی تھا، قوت وشجاعت میں ہزار آدمیوں کی برابر سمجھا جاتا تھا، اس نے میدان میں آکر کہا: اسلامی لشکر میں کوئی جانباز ہے، جو میرا مقابلہ کرسکے؟ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مقابلے کی اجازت طلب کی، حضورؐ نے اجازت دیدی، حضرت شیر خداؓ پورے جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں آئے، اور عمرو بن عبدود کا پرزور مقابلہ کیا، اور تھوڑی دیر کے بعد اسے تہ تیغ کردیا۔

عمرو بن عبدود کے شکست کھا جانے کے بعد اہل کفر کے حوصلے پست ہوگئے، اور وہ میدان سے فرار ہوگئے، حارث بن زید کا بیان ہے کہ عمرو ابن عبدود کے گرتے ہی دشمنان حق کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ مایوس ہوکر بے تحاشا بھاگے۔

Marfat.com

معرکہ خیبر میں حضرت علیؓ کے کارنامے:

غزوۂ خیبر میں جب مقابلہ سخت ہوگیا تو اکثر ماہرین جنگ اداس ہوگئے، قلعہ ناقابل تسخیر سمجھا جانے لگا، اس موقع حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ میں کل صبح اسلامی پرچم اس شخص کو دوں گا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں، اور اسی کے ہاتھ سے حق سبحانہٗ تعالیٰ قلعہ کو فتح کردے گا۔

حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر اس خیال میں رہے کہ دیکھئے وہ کون شخص ہے جسے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ہم میں سے ہر شخص یہ امید رکھتا تھا کہ شاید مجھے یہ سعادت حاصل ہوگی حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا: اس دن سے زیادہ کبھی میرے دل میں امیر لشکر ہونے کی آرزو پیدا نہیں ہوئی جب صبح ہوئی تو سب لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمۂ اقدس کے قریب جمع ہوگئے، حضورؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا: علی کہاں ہیں؟ اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں درد ہے۔ فرمایا: ان کو میرے پاس لاؤ، سلمہ ابن الاکوعؓ ان کو ہاتھ پکڑ کر لائے، حضرت شیر خداؓ فرماتے ہیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر اپنی گود میں رکھا، اور لعاب دہن مبارک میری آنکھوں سے ملا، اس کی برکت سے درد چشم جاتا رہا، اور اس کے بعد پھر کبھی آنکھوں میں درد نہیں ہوا، اس کے بعد حضورؐ نے اسلامی پرچم مجھے دیا، فرمایا: قتل میں جلدی نہ کرنا، پہلے نرمی سے دعوت اسلام پیش کرنا اگر راہ راست پر آجائیں تو بہتر، ورنہ بحالت مجبوری قتل کرنا۔

آپ حکم رسولؐ کے مطابق میدان خیبر میں پہنچے، آپ نے رزم گاہ میں ایک اثر آفریں اور پرجوش تقریر کی، آپ نے فرمایا: ہم خیبر میں خود نہیں آئے، بلکہ ہمیں یہاں آنے پر مجبور کیا گیا، ہمیں اطلاع ملی کہ امن وامان کے خلاف خیبر میں ایک خوفناک سازش ہورہی ہے، ایک سیلاب آنے والا ہے جو امن کو غارت کردے گا، جو نظام امن کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے گا، واقعات نے ان اطلاعات کو صحیح ثابت کردیا، اگر ہم طوفان کی روک تھام نہ کرتے تو امن کی سر بفلک عمارتیں خطرے میں پڑ جاتیں، امن

Marfat.com

کے دشمن مدینہ کو آگ اور خون سے بھر دیتے، مرکز امن آگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتا، ہم اس سرزمین میں ہلاکت کا پیغام لے کر نہیں آئے، ہم امن کے داعی کی حیثیت سے آئے ہیں، اگر امن کی دعوت قبول کر لی جائے گی تو ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے، اگر اس دعوت کو ٹھکرایا جائیگا، تو ہم سخت مقابلہ کریں گے اور فساد کرنے والوں کو تاراج کر دیں گے قصر سازش کے در و دیوار کے ایک ایک نقش کو مٹا دیں گے۔

اسلام سچائی کا حکم دیتا ہے اور دنیا کو برائیوں سے روکتا ہے، داعیان اسلام کا فرض آبادیوں کو اُجاڑنا، انسانوں کو قتل کرنا اور عمارتوں کو آگ لگانا نہیں بلکہ امن کی حفاظت کرنا ہے، اگر تم دعوت امن قبول کرو گے تو ہم تمہارے لئے ابر کرم بن جائیں گے اور تمہارے تمدن کو برباد اور تاراج نہیں کریں گے۔

خیبر کے یہودیوں نے اس تقریر کو توجہ کے ساتھ سنا لیکن کوئی معقول اور مناسب جواب نہیں دیا، اس کے بعد میدان کارزار گرم ہوا، حضرت علیؓ نے شدید طوفانی حملہ کیا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فتح عظیم عطا کی، مرحب حاکم قلعہ قتل ہوا، اور قلعہ فتح ہو گیا، حضرت ابو رافعؓ بیان کرتے ہیں، اسد اللہ علیؓ نے قلعہ کا ایک مضبوط کوڑا اپنی قوت بازو سے اکھیڑ دیا تھا، میں نے دیکھا کہ آٹھ آدمی اس کواڑ کو جنبش نہ دے سکے، حضرت اُسید بن حارثؓ بیان کرتے ہیں، میدان خیبر میں حضرت علیؓ نے اول امن کی دعوت پیش کی، جب کوئی جواب نہیں ملا تو علیؓ نے سرفروشانہ حملہ کیا، وہ جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں، اسد اللہ علیؓ خود قلعہ میں گھس گئے، اور ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ یہودیوں کے قدم اُکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

قلعہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: ظلم سے توبہ کرو کسی کی عزت و آبرو تم پر حلال نہیں، حرام کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے، حضرت عدی بن عامرؓ کہتے ہیں، خیبر ہی یہودی فوجیں تازم دم تھیں، گھمسان کا رن پڑا، خون کی ندیاں بہہ نکلیں، دشمن کے حوصلے پست ہو گئے، مجاہدین حق بھوکے شیر کی طرح یہودیوں پر ٹوٹ پڑے، دشمنوں کی گردنیں تلواروں کی امتحان گاہ بن گئیں، آخر دشمنوں نے اپنی شکست کا اقرار کیا، باطل کی قوت پاش پاش ہو کر رہ گئی۔

Marfat.com

حضرت شیر خدا کی بارگاہ الٰہی میں التجا:

حضرت ابوذر غفار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اسداللہ حضرت علیؓ جب کسی رزمگاہ کی طرف جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ ''یا اللہ! تو مجھے عزم واستقلال کی نعمت عطا فرما: اے رب! تو میرا کلام سن رہا ہے، میرے حال کو خوب جانتا ہے، اے رب! میں اپنی کمزوری کا اقرار کرتا ہوں، اور تیرے دربار میں فریادی ہوں اے رب! جھکی ہوئی گردن کے ساتھ التجا پیش کرتا ہوں، گنہگار ہوں ناتواں ہوں، ایک مسکین کی طرح تجھے پکارتا ہوں، اے رب! یہ پکار اس کی طرف سے ہے، جو عاصی ہے، خطا کار ہے، جس کی گردن جھکی ہوئی ہے، اور جس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اے معبود! مجھے کامیاب سے محروم نہ رکھ، مجھ پر رحمت کی بارش کر، بے شک تو سب سے بڑھ کر فریاد رس ہے، اور جود وعطا کا مالک ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ حضرت شیر خدا جب اس دعا کو پڑھ کر میدان میں جاتے تو فتح عظیم حاصل ہوتی۔

حضرت شیر خداؓ کے فضائل:

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا آقائے نامدار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فتح خیبر کے لئے بھیجا تو میں نے حضور کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا۔ **اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا۔** (رواہ الترمذی) میرے رب! میرے معبود! جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ دینا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے بعد حضورؐ نے ایک اہم تقریر کی، اس میں فرمایا: **اوصیکم بحب علی بن ابی طالب، فانہ لا یحبہ الا مؤمن و لا یبغضہ الا منافق، ومن احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغی۔** (مسند امام احمد بن حنبل)

ترجمہ: لوگو! میں تمہیں علی بن ابی طالب کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس سے مومن دوستی رکھتا ہے اور منافق دشمنی رکھتا ہے۔

۱۲۴۵۳۳

Marfat.com

اے لوگو! جس نے علی کو دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا، اور جس نے علی سے دشمنی کی، اس نے مجھ سے دشمنی کی، اسی خطبہ میں فرمایا: جو مجھے دوست رکھے گا، حق سبحانہٗ وتعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جو مجھ سے عداوت رکھے گا، حق تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال دیگا۔ (رواہ احمد)

حضرت شیر خداؓ کی عظمت:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر خدا حضرت علیؓ سے اے علی! جس طرح حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے ایک خصوصیت تھی اسی طرح تمہیں میرے ساتھ خصوصیت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جس وقت جنگ تبوک کے لئے اسلامی لشکر روانہ ہوا، حضور سرور عالمؐ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علیؓ کو مقرر کیا، حضرت علیؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں ہر غزوہ میں ہم رکاب رہا ہوں، اس بار آپ مجھے لڑکوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے چھوڑے جا رہے ہیں، اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا: انت منی بمنزلة هارون من موسى، الا انه لانبی بعدی.

(رواہ البخاری ومسلم)

حضورؐ کا مقصد یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے تھے تو حضرت ہارونؑ کو اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے تھے جو عظمت حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت ہارونؑ کو حاصل تھی، وہی عظمت سرور دو عالم کے بعد حضرت شیر خدا کو حاصل ہے، فرق اتنا ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ اسی موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان علیا منی و انا منه وهو ولی کل مؤمن (ترمذی) بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور علی تمام مومنوں کے دوست اور مددگار ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضرت علیؓ کے دل میں رحمت عالم کا احترام:

حضرت عمار ابن یاسرؓ بیان کرتے ہیں: علی شروع سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زیر تربیت رہے، اس فیض تربیت کا اثر یہ ہوا کہ علیؓ میں تواضع، حلم، صبر ورضا اور خدمت خلق کے جذبات پیدا ہو گئے، علم وفضل، فہم وفراست اور تقوے اور پرہیز گاری میں وہ بڑا مرتبہ رکھتے تھے، تحریر وتقریر عزم واستقلال اور امانت ودیانت میں امتیازی شان رکھتے تھے، ازراہ ایثار آپ نے اپنے بزرگوں کے سارے مال کو اسلام پر قربان کر دیا، ہجرت کے موقع پر ابتلاو امتحان کے شدید مناظر سامنے آئے لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے دل میں کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد احترام کرتے تھے، حضورؐ کے سامنے بیٹھتے تو فرط ادب سے تصویر بن جاتے، اگر سفر میں ہم رکاب ہوتے تو ادب کی وجہ سے حضورؐ کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے، کسی بات میں آپ پر تقدم گوارا نہ کرتے، اگر کبھی حضور کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک حضور کھانا شروع نہ کرتے حضرت علیؓ کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔ (تذکرۃ العباد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ سے بے حد محبت تھی، میں نے یہ سنا ہے کہ جب حضرت علیؓ پیدا ہوئے تو حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر ان کے منہ میں ڈال دی اور برکت کے لئے دعا کی۔

حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے بیان کیا، علی جب پیدا ہوئے میں نے ان کا نام اسد رکھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کے منہ میں اپنی زبان مبارک دیدی، علی چوسنے لگے، اور چوستے چوستے سو گئے دوسرے دن دودھ پلانے کے لئے میں نے ایک عورت کو مقرر کیا، لیکن علی نے اس کا دودھ نہیں پیا، جب آں حضرت تشریف لائے اور اپنی زبان مبارک علی کے منہ میں دی تو چوسنے لگے اور چوستے چوستے سو گئے تین روز تک ایسا ہوا، میرا یہ خیال ہے کہ اس ابتدائی تربیت کا اثر یہ ہوا کہ شروع سے علی کے اندر لطافت طبع، رقت قلب، اور نفاست پیدا ہو گئی، اور اس نے شروع سے ہی ارشاد وہدایت کو قبول کر لیا، اور شروع ہی سے رقیق القلب بن گیا۔

Marfat.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی قرآن کے ساتھ ہے، اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا: انا دار الحکمة و علی بابھا. (رواہ الترمذی) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں ایک روز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحن حرم میں بیٹھا تھا، اس موقع پر حضرت علی تشریف لائے، حضور اکرمؐ نے فرمایا: تطلع علیکم رجل من اھل الجنة. (رواہ احمد) اہل جنت میں سے ایک آدمی تم پر طلوع کرتا ہے، یہ الفاظ سن کر میں نے حضرت علیؓ کو مبارک باد دی۔

ایک مرتبہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ فدک میں حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا، حضور کو یہ اطلاع ملی کہ اہل فدک عظیم سامان جنگ جمع کر رہے ہیں، اور اہل خیبر کی امداد حاصل کر کے مدینہ پر غارت گرانہ حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس نازک موقع پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی پرچم حضرت علیؓ کے حوالے کیا، ارشاد فرمایا: قتل میں جلدی نہ کرنا، پہلے نرمی سے دعوت اسلام پیش کرنا اگر راہ راست پر آجائے تو بہتر، ورنہ بحالت مجبوری قتل کرنا، اس کے بعد حضرت علیؓ فدک کی طرف روانہ ہو گئے، آپ حسب دستور، رات کو چلتے، دن کو آرام کرتے، اچانک اہل فدک کے سر پر جا پہنچے، اور آپ نے سردار کو طلب کیا اور فرمایا:

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہو لیکن ہم تمہیں موقع نہیں دیں گے کہ تم مرکز امن کو تاراج کر سکو، اگر تمہیں رزم آرائی کا شوق ہے تو ہم تمہاری خدمت میں حاضر ہیں، ہم نے عظیم تباہی کے بعد امن کا ایک نشیمن بنایا ہے ہم اس کی حفاظت کریں گے، اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہم ظلم وفساد میں گرفتار تھے، ہم بدکاری اور زنا کاری پر نادم نہیں ہوتے تھے، اور اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے تھے، فسق

Marfat.com

وفجور اور فواحش کا دور دورہ تھا، اللہ کے رسولؐ نے ہمیں پرہیز گاری کا سبق پڑھایا، ہمیں پاکیزہ اخلاق کی ہدایت کی، ہم ظلم وفساد نہیں چاہتے، ہم امن کے خواہشمند ہیں، اہل فدک نے فرمان برداری اختیار کرلی۔

حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمن میں بعض قبائل نے سخت سرکشی اختیار کی، اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا، حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو امیر لشکر بنا کر یمن کی طرف بھیجا، سرکش قبائل نے اطاعت قبول کی، ان کا سامان جنگ چھین لیا گیا، اور ان کو معافی دیدی گئی۔

یمن کی رزم گاہ سے فارغ ہوکر حضرت شیر خداؓ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، مکہ معظّمہ سے مراجعت کے وقت حضور سرور عالمؐ نے مقام غدیر خم میں، نماز ظہر ادا کی، اور صحابۂ کرام کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس کے بعد حضورؐ نے دعا فرمائی۔ اے رب! جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ، اس خطبہ کے بعد صحابہ کرام نے حضرت علیؓ کو مبارک باد دی۔

حضرت سہیل ابن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ رزم گاہ میں پہنچ کر اپنے تابعین کو اسلام کے ضابطۂ جنگ سے آگاہ کرتے تھے، بار بار فرماتے تھے: کسی حال میں بھی انسانیت کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑو، عورتوں، بچوں، بیماروں، ضعیفوں اور راہبوں کو تکلیف نہ دو کھیتوں اور درختوں کو تباہ نہ کرو، بے رحمی اور اذیت دہی کے طریقوں سے پرہیز کرو، اسیران جنگ کے ساتھ شریفانہ سلوک کرو، عہد شکنی نہ کرو، گرفتار شدہ عورتوں کا ادب واحترام کرو، اگر کوئی شخص اس قانون جنگ کی خلاف ورزی کرتا تھا تو حضرت شیر خدا اسے عبرتناک سزا دیتے تھے، اگر کوئی شخص گرفتار شدہ عورتوں کی بے عزتی کرتا یا خوراک کے ذخیروں کو تباہ کرتا تھا تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی، آپ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے، اللہ نے تمہیں دنیا کی بہترین قوم بنا کر بھیجا ہے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دو۔

....

Marfat.com

سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام کے ان جانباز، سرفروش اور برگزیدہ سپہ سالاروں میں سے ہیں جن کی عظیم خدمات پر ملت اسلام کو فخر ہے، وہ نہ سابقین اولین میں سے ہیں، نہ عشرۂ مبشرہ میں ہیں اور نہ خلفائے راشدین میں لیکن انہوں نے اپنے صدق واخلاص، اپنی ایثار پسندی اپنی بے داغ زندگی، اپنی جاں بازی، اور اپنے جوہر ذاتی کی بناء پر غیر فانی شہرت حاصل کرلی ہے، یہ سچ ہے کہ وہ ایک عرصے تک اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں سرگرم رہے، انہوں نے اپنی بے مثل دماغی قابلیت اور جرأت وشجاعت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا، کئی معرکوں میں مسلمانوں کو ان کے ہاتھ سے سخت نقصان پہنچا، لیکن یہی سیف اللہ جب حلقہ بگوش اسلام ہوگئے تو انہوں نے اپنی زندگی، اپنی دماغی قوت، اپنی شجاعت اور مردانگی کو اسلام کے لئے وقف کردیا، انوار اسلام کی، شعاعوں نے جہل وکفر کی ظلمت کو مٹادیا، اسلام کی حقانیت کو جلدہ گر کردیا، آپ نے دین حق کی تبلیغ وتوسیع کو اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ قرار دیا۔

سیف اللہ کا خطاب:

حلقہ بگوش اسلام کو کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ بارگاہ رسالت سے آپ کو سیف من سیوف اللہ کا قابل فخر خطاب مل گیا، انہوں نے اپنی بے نظیر شجاعت ومردانگی سے اسلام کو عرب سے لیکر عراق اور شام تک پھیلا دیا، اور دشمنوں کے مشہور ومعروف سپہ سالاروں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی زندگی انقلابات وتغیرات کا ایک عجیب مرقع ہے، کبھی وہ مسلمانوں کے خلاف داد شجاعت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور کبھی اسلام کی حمایت میں سربکف میدان کارزار میں موجود ہیں، کبھی وہ سپہ سالار اعظم کے لباس میں موجود ہیں اور کبھی ایک معمولی سپاہی کی حیثیت میں بڑی جاں نثاری کے ساتھ خدمت اسلام

Marfat.com

انجام دیتے ہیں، تاریخ کا یہ کس قدر حیرت انگیز واقعہ ہے کہ چند لمحے پہلے ایک شخص سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے سربکف میدان میں موجود ہے، داد شجاعت دے رہا ہے، ممالک فارس وروم کو الٹ پلٹ کر رہا ہے، اسلامی فوجیں اس کے اشارہ چشم پر حرکت کر رہی ہیں، لیکن کچھ دیر کے بعد خلیفۂ اسلام کے حکم سے وہ شخص معمولی سپاہی بن جاتا ہے۔

اس تغیر وانقلاب کے بعد بھی اس کی خدمت گزاری، جاں نثاری ایثار پسندی، اور سرفروشی میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا، تسلیم کرنا چاہئے کہ اسلامی تعلیم نے اسے سراپا اخلاص بنادیا تھا، وہ دل کی گہرائی کے ساتھ اسلام کا شیدائی تھا، اس کے اندر خود بینی باقی نہیں رہی تھی، اسے خود آرائی کا جنون نہیں تھا، وہ تعریف اور ستائش کا آرزومند نہیں تھا، اسے جاہ وعزت کی تمنا نہیں تھی اس کے قلب میں سوائے اسلام کے کسی چیز کی گنجائش نہیں تھی۔

حضرت خالدؓ کا بلند کیرکٹر:

عرب کا مایۂ ناز مورخ حارث بن اسید لکھتا ہے کہ خالد بن ولیدؓ قریش مکہ کے بہترین خاندان میں سے تھے، جو اپنی شرافت نسبی اور کمال حسبی میں نہایت ممتاز تھے، وہ شروع ہی سے بے نظیر قوت وشجاعت ومردانگی کے مالک تھے، فنون سپہ گری کے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے، سیاست دانائی میں مشہور تھے، قریش نے ان کی دماغی قوت، شجاعت اور فنون سپہ گری کی مہارت کی وجہ ہی سے سپہ سالاری کا کام ان کے سپرد کیا تھا، خالد بن ولید زمانہ جاہلیت میں بھی بہت بڑے اقتدار کے مالک تھے، ان کی شجاعت اور حسن تدبر پر قریش کو بڑا اعتماد تھا۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے سے قبل اسلام کی مخالفت میں انہوں نے دوسروں سے زیادہ حصہ لیا، لیکن کسی وقت بھی کوئی ناشایستہ یا نازیبا حرکت نہیں کی، وہ بلاشبہ شجاع، جری، بدتر، ہوش مند، صائب الرائے، اور اونچے کیرکٹر کے مالک تھے، بے شک انہوں نے اپنی قوم کا ساتھ دیا، اسلام کا مقابلہ کیا، لیکن کوئی ناشائستہ حرکت نہیں کی، جیسا کہ

Marfat.com

قریش کے دورے نااہل لوگ کرتے تھے، انہوں نے اس انداز سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا، جس طرح کہ ایک بہادر اور دانا دشمن کرتا ہے، انہوں نے کبھی نازیبا کلمات سے اپنی زبان کو آلودہ نہیں کیا، ہمیشہ محتاط رہے، یہاں تک کہ خلقہ بگوش اسلام ہوگئے، اور دربار رسالت میں حاضر ہوکر عفو و درگزر کے طالب ہوئے۔

عہد جاہلیت کی سرفروشی:

جنگ اُحد میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب صرف دو گھوڑے تھے اور مشرکین مکہ کے ساتھ گھوڑا سوار فوج کا ایک مضبوط دستہ تھا جس کی کمان خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی جس وقت میدان جنگ میں خالد بن ولید مقابلے کے لئے نمودار ہوئے، حضورؐ نے سواروں کے حملے کو روکنے کے لئے زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا، سواروں کے دوسرے دستہ کے مقابلے کے لئے جو کسی افسر کے زیر کمان تھا، دوسری جماعت کو متعین فرمایا، تیراندازوں کی ایک جماعت کو لشکر اسلام کے عقب میں ایک گھاٹی پر متعین فرما کر ان کو حکم دیا کہ ہمیں فتح حاصل ہو یا شکست، تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے، ہمیں غلبہ حاصل رہے گا، بڑی گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، مشرکین مکہ نے داد قوت وشجاعت دی، فرزندان توحید نے بھی جرأت وشجاعت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا، لیکن کچھ دیر کے بعد مشرکین کے قدم اکھڑ گئے، اور بھگدڑ پڑ گئی، مسلمانوں کو بظاہر غلبۂ تام حاصل ہوگیا تھا اور مشرکین کی ہزیمت کے آثار نمایاں ہوگئے تھے، لیکن مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے، تیر اندازوں کی جماعت جسے حضورؐ نے گھاٹی کی حفاظت پر متعین فرما کر حکم دیا تھا کہ "اسی جگہ سے نہ ہٹنا"۔ وہ لوگ بھی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوگئے۔

خالد بن ولید بڑے ہوشمند سپہ سالار تھے انہوں نے محاذ کی اس کمزوری کو محسوس کرلیا، اور فوراً پہاڑ کے عقب سے آ کر اچانک مسلمانوں پر شدید حملہ کردیا، امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور ان کے چند ساتھیوں نے مقابلہ کرکے جان دیدی، باقی مسلمان اموال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول رہے، خالد بن ولیدؓ کے اس طوفانی حملے سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی ترتیب میں ابتری پھیل گئی، مسلمانوں کے لئے یہ

Marfat.com

بے حد نازک وقت تھا، کچھ میدان سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اور جو باقی رہ گئے تھے وہ متفرق تھے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم تھے، آپ کے قریب مختصر سی جماعت تھی، اس مختصر جماعت میں سعد بن ابی وقاص ابوطلحہ انصاریؓ سہل بن حنیفؓ اور دیگر جاں نثار بھی تھے، ان میں سے ہر ایک نے جاں نثاری کے فرائض انجام دیئے، جاں نثاروں کی اس جماعت میں بعض عورتیں بھی تھیں، حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے نہایت جوانمردی واستقلال سے دشمنوں کا سخت مقابلہ کیا۔

مسلمانوں میں اگر چہ ابتری پھیل گئی تھی لیکن پھر بھی وہ جنگ کے لئے سینہ سپر تھے، مشرکین خود بھی پریشان ہوگئے تھے، اس لئے وہ مکہ چلے گئے غرض کہ اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید کی حوصلہ مندی اور تدبر سے مخالفین اسلام تباہی سے بچ گئے۔

خالد بن ولیدؓ اسلام کی آغوش میں:

مشرکین قریش کا یہ جانباز اور نامور سپہ سالار خالد بن ولید آغوش اسلام میں کس طرح داخل ہوا؟ اس کی تفصیل خود ان ہی کی زبان سے سنئے، وہ بیان کرتے ہیں جب حق تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ میں اسلام میں داخل ہو جاؤں تو میرے دل نے سوچا کہ میں نے حضور سرور عالمؐ کے مقابلے میں شدید معرکہ آرائیاں کی ہیں، جو کسی طرح بھی مناسب نہ تھیں، میں نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا ہے، میں جب قرآن کی آیات سنتا تو دل بے حد متاثر ہوتا، اسی عرصے میں میرے حقیقی بھائی ہشام بن ولید نے جو اسلام قبول کر چکا تھا، مجھے ایک خط لکھا، اسمیں یہ تحریر کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی عجیب بات معلوم نہیں ہوتی کہ تم جیسا دانشمند آدمی اسلام سے بیزار ہو، اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارا حال دریافت کیا تھا، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اسے آپ کی خدمت میں لے آئے گا حضورؐ نے فرمایا: خالد ایسا شخص نہیں جو اسلام سے بیگانہ رہے، ضرورت ہے کہ تلافئ مافات کی جائے۔

حضرت خالدؓ فرماتے ہیں، دل میں اسلام کی محبت پہلے ہی قائم ہو چکی تھی، اس خط

Marfat.com

نے میرے اندر ایک نئی تحریک پیدا کردی، اسی عرصے میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں تنگ وتاریک آبادی سے نکل کر سرسبز وشاداب وسیع اور پر فضا شہر میں داخل ہوا ہوں، اس خواب کا بھی دل پر اثر پڑا جس روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا، اسی روز میری ملاقات عثمان بن طلحہ سے ہوئی، وہ میرے بہترین دوست تھے، میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے میرا دل بے حد متاثر ہے، تم نے دیکھا بے کسی کے عالم میں انہوں نے دعوت حق پیش کی، کسی طاقت کا رعب ان کے دل پر غالب نہ آسکا، وہ کامیاب ہوئے، بحر احمر سے لے کر روم اور فارس تک ان کا پیغام پہنچ گیا، محاسن اخلاق اور محامد اعمال کا جو گراں قدر سرمایہ ان کے پاس موجود ہے وہ کسی کے پاس نہیں، انہوں نے اخلاق رذیلہ کا خاتمہ کردیا، اور انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھادیا، وہ ان پر بھی رحم فرماتے ہیں جو ان پر ظلم کرتے ہیں، وہ مساوات کو پسند کرتے ہیں، ان کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری، سوڈانی، حجازی، حبشی، سب مساوی ہیں، انہوں نے جاہلیت کی زنجیروں کو توڑ دیا، اور بت پرستی کو مٹادیا، ان کے تابعین جملہ اصناف گناہ سے پاک ہیں، اور پرہیزگاری کا بہترین نمونہ ہیں، میری اس تقریر کو سن کر عثمان بن طلحہ بے حد متاثر ہوئے انہوں نے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ مدینہ چلوں گا، یہ بات طے ہوگئی کہ کل صبح فلاں مقام پر مل جائیں گے، صبح وقت پر وہ مجھے مل گئے۔

خالد بن ولیدؓ حضور کی خدمت میں:

ہم ذوق وشوق کے ساتھ جانب مدینہ روانہ ہوگئے جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو وہاں عمرو بن العاص سے ملاقات ہوگئی میں نے اپنے خیالات ظاہر کئے، انہوں نے کہا: اسلام کی صداقت ظاہر ہوچکی ہے، اب باطل کی حمایت نہیں کی جاسکتی، ہم تینوں ایک ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے، حضور مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے، ہم نے اونٹوں کو بٹھا کر اپنے کپڑے بدلے، اور حضورﷺ کی خدمت میں روانہ ہوئے، راستہ میں میرے بھائی ہشام بن ولید ملے، انہوں نے کہا: حضور رحمت عالم آپ کے منتظر ہیں، ہم جلدی جلدی چل کر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، سرور عالمؐ کی نظر مبارک میرے اوپر پڑی، برابر تبسم فرماتے رہے، میں

Marfat.com

نے پہنچتے ہی سلام عرض کیا، نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا، میں نے کلمۂ شہادت پڑھا، حضورؐ نے فرمایا: حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! جن معرکوں میں آپ کے مقابلے پر آیا ہوں ان کی مغفرت کی دعا فرمادیجئے، ارشاد فرمایا: اسلام تمام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، میرے بعد عمرا رعثمان مسلمان ہوگئے، اسلام کی آغوش میں داخل ہونے کے بعد حضور رحمت عالمؐ نے حضرت خالد کے اس اقتدار کو قائم رکھا جو ان کو مکہ میں حاصل تھا، جنگی کاموں میں برابر ان سے مشورہ لیا جاتا تھا، اور گھوڑا سوار فوج کی کمان ان ہی کے سپرد کردی گئی۔ (تذکرۃ الکرام)

حضرت خالدؓ کے محاسن اخلاق:

حضرت حارث بن سعید کا بیان ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا، وہ اس قدر خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، جب سفر میں تلاوت کرتے تو تمام پہاڑیاں ان کے انداز تلاوت سے گونج اٹھتی تھیں، جب وہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے:

﴿الم يأن للذين امنو ان تخشع قلوبهم لذكر الله.﴾

"کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر پر ان کے دل گداز ہوں۔"

تو بے اختیار رو پڑتے تھے، اور دیر تک روتے رہتے تھے، اسی طرح جب ان کے سامنے حضور سرور عالمؐ کی تبلیغی زندگی کا ذکر ہوتا تو بے اختیار رو پڑتے اور دیر تک روتے رہتے، جب نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو ان پر گریہ طاری ہوجاتا تھا، ایک فوجی افسر سے دریافت کیا گیا، کہ حضرت خالدؓ پر خوف الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی؟ تو اس نے جواب دیا، نہیں وہ صرف روتے تھے، اس لئے کہ وہ نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ (تذکرۃ الکرام)

Marfat.com

حضرت خالد کا ذوق عبادت:

کبھی کبھی حضرت خالد بن ولیدؓ جب کسی ریگستانی مقام پر نماز پڑھتے تھے، تو وہاں دھوپ کی شدت سے زمین بے حد گرم ہوتی تھی، وہ کنکریاں جمع کر کے ان کو ٹھنڈا کر لیتے تھے، پھر سامنے رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے، وہ اگر چاہتے تو قالین وغیرہ بھی خرید سکتے تھے لیکن وہ راہ حق میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنے میں ایک لطف محسوس کرتے تھے۔

حضرت مالک بن عبداللہ نے حضرت خالد کو دیکھا کہ گھوڑا ساتھ ہے، اور خود پاپیادہ مسجد قبا کی طرف جارہے ہیں، مالک نے کہا: جب اللہ نے آپ کو سواری دی ہے تو سوار کیوں نہیں ہوجاتے؟ جواب دیا: مالک! حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جس شخص کے پاؤں غبار آلود ہوجائیں، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام کردیتا ہے، لہٰذا میں پیدل اس لئے چل رہا ہوں کہ پاؤں میں مٹی لگ جائے، اور شاید مجھے بھی اس بشارت سے حصہ ملے۔

ایک سفر جہاد میں بھی آپ پاپیادہ چل رہے تھے، ایک شخص نے کہا: اللہ نے آپ کو سواری دی ہے، گھوڑے پر سوار ہوجائے، جواب دیا: لسان نبوت سے سنا ہے، کہ جس شخص کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوجائیں، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام کردیتا ہے، لہٰذا میں کبھی کبھی پاپیادہ بھی چلتا ہوں۔

حضرت خالدؓ کے دل میں نور ایمان:

حضرت خالد بن ولید کے اخلاق فاضلہ کو اگر پوری وسعت سے لکھا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم دفتر بن جائے، اس میں شک نہیں کہ اسلام کی آغوش میں آنے سے پہلے وہ ایک سنگدل فوجی افسر تھے، وہ اہل اسلام کے خونخوار دشمن تھے، انہوں نے فرزندان توحید کو اپنی وقت سے اسلام سے برگشتہ کرنے کی سخت کوشش کی تھی، لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے، بلکہ خود حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، اسلام میں داخل ہونے کے بعد وہ ایک سراپا ایثار خادم اسلام بن گئے، وہ اگرچہ ایک فوجی افسر تھے لیکن لطافت طبع،

Marfat.com

رقت قلب اور اثر پزیری کی صفت ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی، ایک صحابی سے قرآن مجید کی چند آیتیں سنیں تو ان کا دل نور ایمان سے لبریز ہوگیا، حضور رحمت عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے مسلمان ہوگئے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، خالد بن ولیدؓ نے جب یہ آیت سنی:

﴿ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون.﴾

''اللہ عدل احسان اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری، برائی اور ظلم سے روکتا ہے وہ اس لئے نصیحتیں کرتا ہے کہ شاید تم اس کو قبول کرو۔''

تو ان کے دل پر بے حد اثر ہوا، ایک اجتماع میں انہوں نے بیان کیا کہ: فذالک حین استقر الایمان فی قلبی. یہی وہ وقت تھا، جب ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا، آغوش اسلام میں داخل ہونے کے بعد وہ شمع رسالت کے پروانے بن گئے اور انہوں نے اپنے مال وزر کو اسلام پر قربان کردیا۔

ان کے اندر تحمل شدائد کی بے اندازہ قابلیت تھی، عبادت کا بے حد شوق تھا، عبادات میں خشوع وخضوع بدرجہ کمال موجود تھا، صدقہ وخیرات میں سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتے تھے، شوق جہاد اور شوق شہادت سے ان کا دل لبریز تھا، جور وستم سے سخت اجتناب کرتے تھے، تلاوت قرآن سے عشق تھا، اشاعت اسلام، اور حفاظت اسلام کے لئے ہوش ربا جسمانی تکلیفیں برداشت کرتے تھے، اب رسول محبت رسول، اور اطاعت رسولؐ کا گراں قدر سرمایہ ان کے پاس موجود تھا، مسکین نوازی غریب پروری، ایثار، فیاضی، مہماں نوازی، صبر وثبات، جرأت وشجاعت، صداقت، دیانت، عفو در گزر استغنا، طہارت ولطافت، پابندئ عہد غیرت، ہمسایوں کے ساتھ سلوک، عیادت، تیمارداری اور سپاس گزاری میں وہ مشہور تھے۔

Marfat.com

حضرت خالدؓ کی ایثار پسندی:

جب حضرت خالدؓ اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے مال و زر کو خیر باد کہہ دیا، وراثت سے جو مال ملنے والا تھا اسے ٹھکرادیا، ابتلا وامتحان کے ہولناک مواقع سامنے آئے لیکن انہوں نے جرأت وشجاعت کے ساتھ حق کا اعلان کیا، بعض رشتہ داروں نے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آخری حد تک کوشش کی، لیکن انہوں نے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آخری حد تک کوشش کی، لیکن انہوں نے کہا: اگر تمہارے قالب میں ہزار جانیں ہوں، اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے تب بھی میں اسلام سے برگشتہ نہیں ہوسکتا، جن لوگوں سے گہری دوستی تھی، حضرت خالدؓ نے اسلام کے لئے ان دوستانہ تعلقات کو بھی منقطع کردیا۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت خالدؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے خاندانی مال ومتاع کو خیر باد کہ دیا، اور سادہ زندگی اختیار کرلی، اور وراثت سے جو مال ملنے والا تھا، اس سے محروم ہوگئے، اس کے بعد بھی ابتلا وامتحان کے بہت سے شدید مواقع پیش آئے، لیکن وہ ہر حال میں ثابت قدم رہے۔

حضرت خالد کو بعض ایسی تکلیفوں سے بھی گزرنا پڑا جن کے تصور سے بھی ضعیف القلب لوگ کانپ اٹھتے ہیں لیکن اس مجاہد حق نے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں، اور ان کے استقلال میں ذرہ بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔

شوق شہادت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ایک دوست نے پوچھا: اس اداسی اور غمگینی کا کیا سبب ہے؟ آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے، حضور سرور عالمؐ کا فیض محبت پایا، اور آپ نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں، ایک آہ سرد بھر کر کہا: آپ ایک اور عظیم نعمت کا ذکر بھول گئے جس کی آرزو ہے اور وہ ہے شہادت۔

حضور سرور عالمؐ کے وصال کے بعد حضرت خالدؓ نے دعا کی: اے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ جس کام کے لئے مجھے رحمت عالمؐ نے پسند کیا ہے، میں اس خدمت کو

Marfat.com

زیادہ عزم، زیادہ ہمت، اور زیادہ خلوص کے ساتھ انجام دوں، ذوق عبادت کا یہ حال تھا کہ سفر جہاد میں سواری کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نوافل پڑھ لیتے تھے۔ (اسد الغابہ)

تلواروں کے سائے میں حضرت خالدؓ کی نماز:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نماز کو جماعت کے ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اور جس شوق اور مستعدی کے ساتھ فرض نماز پڑھتے تھے اسی طرح اشراق اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے تھے، ایک رومی سفیر نے ان کے لئے کہا کہ ان کا پہلو بستر سے الگ رہتا ہے، وہ جہاد کو زندگی کا عظیم مقصد سمجھتے ہیں، اور اسلام کے لئے سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔

حضرت خالدؓ کے ایک رفیق محترم جو اکثر لڑائیوں میں شریک رہے، بیان کرتے ہیں، حضرت خالد کو ایک تلوار بے حد پسند تھی، وہ ایک روز اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہے تھے، یکایک تلوار پر نظر پڑ گئی، اسے دیکھتے رہے پھر نماز کی طرف توجہ کی، یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ دل میں کہا کہ اس تلوار نے یہ فتنہ پیدا کیا ہے چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر وہ تلوار ایک سپاہی کو دیدی۔

یہی رفیق بیان کرتے ہیں، میں نے یہ دیکھا کہ رزم گاہ میں بھی حضرت خالدؓ نہایت سکون واطمینان سے نماز ادا کرتے، کبھی کبھی رکوع کے بعد دونوں سجدوں میں اس قدر دیر لگا دیتے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ بیہوشی طاری ہو گئی ہے۔

فیاضی:

حضرت خالد بن ولیدؓ نہایت دریا دل، اور فیاض تھے، ان کو گزارے کے لئے جو رقم ملتی تھی وہ اس کا زیادہ حصہ خیرات کر دیتے تھے، اور خود نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون.﴾

"تم لوگ جب تک اپنا بہترین مال خیرات نہ کرو گے نیکی کو نہیں

Marfat.com

پاسکتے۔"

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت خالدؓ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جو چیز پسند آتی یا جو چیز زیادہ محبوب ہوتی اسے راہ حق میں خیرات کر دیتے، ایک بار سفر جہاد میں تھے، اونٹنی کی چال پسند آئی، اس اونٹنی کو فوراً خیرات کر دیا۔

حالت سفر میں اگر چہ روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، لیکن حضرت خالدؓ حالت سفر میں بھی روزہ رکھتے تھے، غزوات کی شرکت کی وجہ سے کبھی کبھی آپ روزے نہیں رکھتے تھے لیکن جب رزم گاہ سے واپس آتے تو مسلسل روزے رکھتے۔

فرائض اسلام میں اگر چہ حج تمام عمر میں صرف ایک بار فرض ہے، لیکن حضرت خالدؓ تقریباً ہر سال فریضہ حج ادا فرماتے تھے، حج کا اس قدر شوق تھا کہ سخت سے سخت خطرے کی حالت میں بھی حج کو قضا نہیں فرماتے تھے، حج کا یہ شوق زندگی کے آخری حصے تک قائم رہا۔

حضرت خالد کی پرہیز گاری:

حضرت خالدؓ کو تلاوت قرآن کا بے حد شوق تھا، دلکش انداز میں قرآن پڑھتے تھے، اور چنگ و رباب کی آوازوں کو سخت ناپسند کرتے تھے، ایک مقام پر ایک مسیحی عورت گا رہی تھی، آپ نے فوراً کان بند کر لے، ایک بار آپ اونٹ پر سوار جا رہے تھے، ایک چرواہا بانسری بجا رہا تھا، بانسری کی آواز آپ کے کان میں آئی تو فوراً کان بند کر لے، ایک بار آپ کے کان میں آئی تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیں اور پہلا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا، احتیاط اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ جس کپڑے پر تصاویر ہوتیں اسے خیمے سے باہر پھینک دیتے تھے، ایک بار آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ فلاں چادر میرے خیمے سے بہار پھینک دو، ایک دوست نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: اس میں تصویر بنی ہوئی ہے، دوست نے کہا: جہاں تک مجھے معلوم ہے، کپڑے پر اگر تصویر بنی ہوئی ہے تو اس کے لئے ممانعت نہیں، فرمایا: ہاں لیکن میرے دل کو اطمینان اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اس تصویر دار چادر کو میرے خیمے سے

Marfat.com

ہٹا دیا جائے۔

حضورؐ کے زمانۂ حیات میں جنگی خدمات:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ عہد جاہلیت میں بھی ایک فوجی جرنیل تھے، اسلام کی آغوش میں آنے کے بعد بھی ایک کامیاب فوجی افسر ثابت ہوئے، مسلمہ کذاب کو قتل کرنے، اور فتنۂ ارتداد کو مٹانے کی سعادت ان کے حصے میں آئی، فاتح عراق اور فاتح شام ہونا ان کے لئے مقدر تھا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں حضرت خالدؓ نے بے نظیر خدمات انجام دیں، حضورؐ جب جہاد کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت خالدؓ فروشانہ انداز میں ہم رکاب ہوتے، غزوہ موتہ، فتح مکہ، جنگ حنین وطائف میں ان کی خدمات لائق ذکر ہیں، میدان جنگ میں حضرت خالدؓ کے شاندار کارنامے دیکھ کر حضورؐ فرماتے، خالد اللہ کی تلوار ہے، جب یہ بے نیام ہو جائے تو کون اسے روک سکتا ہے؟

اکیدر دومہ ایک مغرور، متکبر اور فتنہ انگیز رئیس تھا، جو اسلام کا خونخوار دشمن تھا، اس نے جنگجو قبائل کے آدمی جمع کئے اور مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، اس فتنہ کو مٹانے کے لئے حضور رحمت عالمؐ کی نظر انتخاب حضرت خالدؓ پر پڑی، حضرت خالدؓ اکیدر دومہ کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے اور بہت جلد اسے گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے، حضرت خالد کو کامران دیکھ کر حضورؐ بہت خوش ہوئے، اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور رحمت عالمؐ حضرت خالد کو ہمیشہ سیف اللہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے، حضرت خالد کو حضور سرور عالمؐ سے انتہائی درجہ کی. عقیدت اور بے پناہ محبت تھی، حضورؐ نے جب حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے بال کٹوائے تو خالدؓ نے آگے بڑھ کر چند بال اُٹھالئے، حضورؐ نے مسکرا کر پوچھا: خالد! یہ بال تمہارے کس کام آئیں گے؟ عرض کیا: حضور! میں ان کو اپنے پاس رکھوں گا، شاید ان کے صدقے میں میری مغفرت ہو جائے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

Marfat.com

حضرت خالد بن ولیدؓ ان بالوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، محبت وعقیدت اجازت نہ دیتی تھی کہ ان بالوں کو جدا کریں، ان کو یہ بال جان سے بھی زیادہ عزیز تھے، جہاں جاتے ان کو ساتھ رکھتے، اکثر فرماتے: ''میری کامیابی ان بالوں کے صدقے میں ہے۔''

حضرت خالدؓ نے فتنہ ارتداد کچل دیا:

حضور سرور عالمؐ کے وصال کے بعد بھی حضرت خالدؓ کی عظیم جنگی خدمات برابر جاری رہیں، حضورؐ کے وصال کے بعد ایک نازک وقت سامنے آ گیا تھا، کفر کے بادل چاہتے تھے کہ آفتاب اسلام کو اپنے دامن میں چھپالیں، فتنہ ارتداد کی آگ زور شور سے بھڑک اٹھی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آگ کو بجھانے کے لئے حضرت خالدؓ کا انتخاب کیا، اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت ابوبکرؓ کا یہ انتخاب کس قدر صحیح تھا۔

حضرت خالدؓ ایک جرار لشکر کے ساتھ سب سے پہلے عرب کے دو مشہور بدوی قبیلوں بنو سعد، اور بنوطے سے نبرد آزما ہوئے یہ دونوں قبیلے ارتداد کی آگ کو اپنے دامن سے ہوا دے رہے تھے، ایک فتنہ انگیز رئیس طلحہ، ان کا سردار بن گیا تھا، حضرت خالدؓ کی پہلی ٹکر قبیلہ بنی طے سے ہوئی، عدی اس کا افسر تھا، یہ لوگ سامان جنگ جمع کر رہے تھے، حضرت خالدؓ کی آمد کی اطلاع ان کو اس وقت ہوئی جبکہ وہ ان کے سر پر موجود تھے، ایک ہلکا سا تصادم ہوا، عدی نے قبیلہ والوں سے کہا: خالد بن ولید اللہ کی تلوار ہے، اور بے نیام تلوار ہے، ان سے مقابلہ کرنا سخت مشکل ہے، اور مقابلے کا نتیجہ ہلاکت ہے، قبیلے والوں نے خواہش کی کہ خالد کے حضور میں آپ ہماری سفارش کریں اور ہمیں معافی دلوا دیں، عدی حضرت خالدؓ کے حضور میں آئے اور قوم کے لئے معافی چاہی، حضرت خالد کا مقصد ان کی اطاعت تھا، بے فائدہ جنگ مقصود نہ تھی، اس لئے عدی کی درخواست منظور کر لی گئی، اور اس طرح حضرت خالدؓ نے کفر کا یہ قلعہ بغیر ہولناک جنگ کے فتح کر لیا، حضرت خالدؓ تین دن یہاں ٹھیرے، تاکہ قبیلہ والوں کو اسلام کی حقیقت، اور اسلام کے محاسن سے آگاہ کریں، چنانچہ خالدؓ کی دلنشین باتیں ان

Marfat.com

کے دلوں میں جانشین ہوگئیں، اور وہ اسلام کے وفادار سپاہی بن گئے، اس تبلیغ کا یہ اثر تھا کہ حضرت خالدؓ جب طلیحہ سے لڑنے آگے بڑھے تو اس قبیلے کے ایک ہزار جوان حضرت خالد کے حضور میں حاضر ہوئے اور اپنی خدمات پیش کیں، حضرت خالد ان سرفروشوں کو ساتھ لیکر البرخہ کے میدان میں صف آرا ہوگئے، جہاں طلیحہ کفر کا علمبردار اپنی فوج کے ساتھ موجود تھا۔

طلیحہ سے خونریز جنگ:

حضرت خالد بن ولید کی طلیحہ سے شدید اور خونریز جنگ ہوئی، مجاہدین حق نے کفر کی صفیں الٹ دیں، کشتوں کے پشتے لگ گئے طلیحہ کی فوج فرار ہوگئی، اور حضرت خالد کو عظیم فتح حاصل ہوئی، حارث بن نعیم کہتے ہیں، البرخہ سازشوں کا ایک عظیم مرکز تھا، حضرت خالدؓ کا یہ خیال تھا کہ جب تک اس مقام کو فتح نہیں کیا جائے گا سازش کرنے والوں کے حوصلے پست نہیں ہوسکتے، طلیحہ کے پاس مضبوط فوج تھی، اسے اپنی طاقت پر ناز تھا، حضرت خالد کے طوفانی حملے سے وہ سخت پریشان ہوگیا، سات گھنٹے کی خونریز جنگ کے بعد میدان جنگ کا نقشہ بدلنا شروع ہوگیا، طلیحہ کے ساتھی میدان جنگ میں بہت سی لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے، قیمتی ساز وسامان مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

نوع انسانی کے بہت بڑے ہمدرد:

سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، آپ کی یہ عادت تھی کہ سوار ہوکر کسی کو پاپیادہ ہمرکاب رہنے کی اجازت نہ دیتے تھے، یہ بھی عادت تھی کہ اگر کوئی ساتھی مقروض ہوجاتا تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کردیتے تھے، آپ کا حکم تھا کہ کسی ساتھی کی غیبت میرے سامنے نہ کی جائے، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے بھی میری صاف دلی میں فرق آجائے، سپاہیوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانے میں شریک ہوجاتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے: خالدؓ کے ہاتھوں میں وہ عظیم طاقت تھی کہ کل دنیا

Marfat.com

کے ہاتھ ان کے سامنے پست رہتے تھے، کوئی بڑی سے بڑی مسلح فوج ان پر غالب نہ آسکی، اس کا سبب یہ تھا ان کے ہاتھ پر اس مقدس ہاتھ کا اثر تھا، جس کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: ید اللہ فوق ایدیھم. (الفتح رکوع ۱)

ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود حضرت خالدؓ اپنے دوستوں اور ملنے والوں کے بے حد ہمدرد اور غمگسار تھے، دشمنان امن کو چھوڑ کر ان کی محبت عام تھی، وہ آسانی کے ساتھ لوگوں کو اپنا ہمدرد اور دوست بنا لیتے تھے، وہ فطرت سلیمہ اور سیرت طیبہ کے مالک تھے، جو لوگ اطاعت قبول کر لیتے تھے وہ ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کرتے تھے، اور ان کی حفاظت کے عہد و پیمان کو ہمیشہ پورا کرتے تھے، مظلوموں کی دستگیری کرتے مسافروں کی حفاظت اور غم زدہ لوگوں کی اعانت کا معاہدہ کرتے، اکثر اپنے ساتھیوں سے کہتے، جہاں تک ہو سکے، برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو۔

خالدؓ مساوات کے زبردست علمبردار تھے، ان کے فوجی کیمپ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب پہلو بہ پہلو بیٹھتے تھے، وہ رزم گاہ میں بار بار اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ ضعیفوں، بے گناہوں، بیماروں، بچوں اور عورتوں کے معاملات میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو سامنے رکھو، جملہ اقسام کی پرہیزگاری اور جملہ انواع کی خدا ترسی میں سب کے ساتھ تعاون کرو، اور جملہ اصناف گناہ میں کسی کی مدد نہ کرو۔

حضرت خالدؓ کی یہ خصوصیت بھی لائق ذکر ہے کہ وہ اس وقت تک حملہ نہیں کرتے تھے، جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ امن پسندوں کے حقوق خطرے میں پڑ گئے ہیں، اور وہ شہری حقوق سے محروم کر دئے گئے ہیں، اور شریف لوگوں کی جان و مال کے لئے شدید تر خطرہ پیدا ہو گیا ہے، اور امن عامہ کا قیام مفقود ہو گیا ہے۔

دشمنوں کے مغلوب ہو جانے کے بعد وہ ان پر احسان کرتے تھے، اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، اور ان کو تقویٰ، خشیت الٰہی، صدق و اخلاص کی دعوت دیتے تھے، وہ امن کا اس قدر مضبوط نظام قائم کرتے تھے کہ قتل و غارت گری کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا تھا، جہاں جاتے تھے فواحش کا خاتمہ ہو جاتا تھا اور وہ ادنیٰ و اعلیٰ کو برابر کے حقوق دیتے تھے۔ (تذکرۃ الکرام)

Marfat.com

خالد کی تلوار اللہ کی تلوار تھی:

حضرت عامر بن اسید بیان کرتے ہیں کہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خالد بن ولیدؓ اسلام کے برگزیدہ اور نامور فرزند ہیں۔ سیف من سیوت اللہ (وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے) یہ فرمان رسالت حضرت خالدؓ کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے حضرت خالدؓ کی شان بلند کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کردیا ہے، خدمت اسلام کے لئے اللہ نے ان کے دل کو وسیع کردیا تھا، اور سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے شرف عطا فرماتا ہے، اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے، حق تعالیٰ نے حضرت خالدؓ کو ہمت سے بڑی طاقت کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ حق تعالیٰ کا ان پر انعام تھا کہ، بحر احمر کے کنارے سے دریائے نیل کے کنارے تک ان کی جرأت وشجاعت کے کارنامے مشہور ہوگئے، یہ ان کی خصوصیت تھی کہ رزم گاہ میں وہ برق بن کر گرتے تھے، بڑے سے بڑے مغرور کو شکست دے کر اس کے شیشۂ پندار کو پاش پاش کردیتے تھے، ان کو نہ ہلاکت کا اندیشہ تھا نہ ضرر کا غم، نہ خوف وہراس بڑی طاقت کو دیکھ کر وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے تھے، اور ان کی جنگی سرگرمیوں میں کبھی فرق نہیں آتا تھا، مال کی طمع اور اقتدار کی خواہش بھی ان کے قریب نہیں آتی تھی، ایسے ایسے خطرناک لشکر بھی ان کے سامنے آئے جن کو دیکھ کر بعض لوگ خوف زدہ اور لرزہ براندام ہوگئے ان کے دل کانپ اٹھے لیکن خالدؓ کے دل پر کوئی خوف سایہ فگن نہ ہوسکا، ہنگامہ آرائی، اور جہاں کشائی کے ساتھ ہی، دور اندیشی، زہد وقناعت اور صبر وثبات کی صفات بھی ان کے اندر موجود تھیں، معاملات جنگ میں مآل اندیشی کی ایک لائق ذکر مثال یہ ہے، کہ ہرقل نے ایک بار طوفانی حملہ کرنا چاہا، حضرت خالدؓ نے پسند نہ فرمایا کہ اسلامی علاقوں کو غیر مسلم فوجوں کو آماج گاہ بنایا جائے، خود آگے بڑھے، اور انتہائی سرحد پر جا کر ٹھیر گئے، ہرقل پر اس پیش قدمی اور جرأت کا گہرا اثر پڑا، اور اس کے حوصلے پست ہوگئے۔

Marfat.com

حضرت خالد اسلام کے سچے وفادار:

صاف گوئی ان کی امتیازی خصوصیت تھی، ایک رومی افسر نے ان سے سوال کیا، آپ پیغمبر اسلام کے اس قدر وفادار کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، ہم بدکاری، زناکاری پر تلے ہوئے نہیں ہوتے تھے، ہم اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے تھے، شراب کا استعمال عام تھا، مال وراثت پر صرف مردوں پر تقسیم ہوتا تھا، عورتیں ترستی رہتی تھیں، پتھروں کی پرستش کی جاتی تھی، ان کو سجدہ کیا جاتا تھا، ان کی منت مانی جاتی تھی، ان کے نام پر قربانیاں دی جاتی تھیں حیا سوز افعال اور فواحش، عام تھے، اخلاقی حالت بد سے بدتر تھی، ان خرابیوں نے ہم کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت بنا دیا تھا، آفتاب ہدایت نے طلوع ہو کر ہماری زبردست اصلاح کی ہے، ہم کو جبر و استبداد ظلم و ستم اور فواحش کے زندان سے آزاد کر دیا ہے، اسی لئے رسول اکرمؐ کی وفاداری ہماری زندگی کا اہم فرض ہے۔

مسیلمہ کذاب کا قتل:

طلیحہ کے جاہ وجلال کو ختم کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے مسیلمہ کذاب کی طرف توجہ کی، یہ دنیائے کفر کا سب سے بڑا اور فتنہ انگیز سردار تھا، اس کا مستقر الیمامہ تھا، الیمامہ عرب کے وسط میں مدینہ منورہ سے مشرق میں واقع ہے، چند طاقتور اور جنگجو قبیلے اس کے زیر اثر تھے، وہ روز و شب اسلام کے خلاف سازشوں کا جال پھیلاتا تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ ابی الیمامہ سے کافی فاصلے پر تھے کہ مسیلمہ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی، تین ہزار کا ایک لشکر حضرت خالدؓ کی مزاحمت کے لئے بھیجا لیکن حضرت سیف اللہ نے اسے پہلے ہی حملہ میں ختم کر دیا، دو دن کے بعد مسیلمہ ایک جرار لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے آیا، اسلامی فوج نے طوفانی حملہ کیا، شمع اسلام کے پروانے اہل کفر پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے، صفیں کی صفیں الٹ دیں، جب لڑائی شباب پر تھی، حضرت سیف اللہؓ بذات خود میدان کارزار میں کود پڑے، گھمسان کا رن پڑا، حضرت خالدؓ کی تلوار ہر طرف خون کے دریا بہا رہی تھی، مسیلمہ کی فوج کے قدم اکھڑ گئے، اہل کفر نے فرار ہونا شروع کیا، مسیلمہ خود بھی ریاض العامر کی طرف بھاگ گیا۔

Marfat.com

مسیلمہ کذاب نے اگر چہ ایک جرار لشکر جمع کیا تھا، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کی طاقت کو پاش پاش کر دیا، مقتولین کی تعداد کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا، لیکن غالب قیاس یہ ہے کہ تین ہزار سے زائد اہل کفر اس معرکہ میں کام آئے، مسیلمہ بصد حسرت و یاس حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا، حضرت خالدؓ کی یہ فتح اہل کفر کی شکست کا آخری اعلان تھا، اس معرکہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

عراق میں اللہ کی تلوار بے نیام:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب عراق میں اللہ کی تلوار کے بے نیام ہونے کا وقت آ گیا ہے، حضرت خالدؓ نے سر تسلیم خم کیا، اور اپنی جاں باز فوج کو ساتھ لے کر عراق کی طرف روانہ ہو گئے، عراق ایک نیا ملک تھا جس سے حضرت خالدؓ پورے طور پر واقف نہ تھے، پھر بھی ان کے عزم و استقلال کا سمندر موجزن تھا، جس علاقے میں انہوں نے قیام کیا، وہ ایک شاداب مقام تھا، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ لہرا رہا تھا، ہرے بھرے کھیت دلکش باغ، خوبصورت نہریں، جنت کا نمونہ پیش کر رہی تھی، یہ علاقہ دجلہ، اور دمشق کے درمیان واقع تھا، اس علاقے کا سردار ہرمز تھا، حضرت خالدؓ نے اسلامی دستور کے مطابق ہرمز کو ایک خط لکھا: اس کا مضمون یہ تھا کہ: ''اسلام کے خلاف آپ کے ملک میں جو خطرناک سازشیں ہو رہی ہیں، ان کا حال ہمیں معلوم ہے، مدینہ پر حملے کی جو تیاری کی گئی ہے، اس سے ہم بے خبر نہیں، آپ کے لئے مناسب راہ عمل یہ ہے کہ آپ حفاظت امن کا یقین دلائیں، سازشوں کا خاتمہ کریں، یہ سچ ہے کہ آپ کے پاس کثیر فوج ہے کثیر سامان جنگ ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کو ایک ایسی قوم سے مقابلہ کرنا پڑے گا، جس کے نزدیک موت ایک دائمی زندگی ہے۔

یہ خط ایک معتمد کی معرفت بھیجا گیا، ہرمز کو اپنی طاقت پر ناز تھا، اس نے خط کا کوئی جواب نہیں دیا، اور اپنی فوج کو مقام الفرید کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دے دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ہرمز نے جو فوج الفرید کی طرف بھیجی تھی، اس کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی، اور یہ تازہ دم بھی تھی، حضرت خالدؓ کی فوج اس سے بہت کم تھی، لیکن ان کے لئے یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی، وہ ہمیشہ اسی قسم کے معرکے سر کرتے رہے

Marfat.com

تھے، اب بھی مخالف فوج کی تعداد معلوم کر کے وہ پریشان نہیں ہوئے، انہوں نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیدیا، الفرید کے شمالی حصے میں دونوں فوجوں کا شدید تصادم ہوا، دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں۔

گھمسان کا رن پڑا، اہل کفر بڑی جواں مردی سے لڑے، اور لڑائی کو کافی طول دیتے رہے، حضرت خالدؓ کو لڑائی کا طول دینا ناگوار گزرا، ان کی اسلامی غیرت حرکت میں آگئی، وہ بذات خود لڑائی کی آگ میں کود پڑے وہ جس طرف بڑھے، صفیں کی صفیں الٹ دیں، دشمن کی ترتیب بکھر گئی، اہل کفر آخر کب تک اللہ کی تلوار کا مقابلہ کرتے، دشمن کی کثیر فوج اس معرکہ میں کام آگئی، جب اسلامی فوج نے ایک شدید طوفانی حملہ کیا تو اہل کفر کی سپاہی بھاگ نکلی۔

حضرت خالد کی شام میں فتوحات:

حضرت خالد ابھی عراق میں نبرد آزما تھے کہ یکایک دربار خلافت سے ایک حکم موصول ہوا کہ آپ محاذ شام کی دیکھ بھال کیجئے، حضرت خالدؓ شام کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت مثنیٰ کو عراق میں چھوڑ گئے، راستے میں کئی سرکش قبیلوں نے صلح کی درخواست کی، اور وفاداری کا یقین دلایا، آپ نے ان کی اطاعت قبول کر لی، اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ جب شام کے محاذ پر پہنچے تو حضرت ابو عبیدہؓ حضرت شرجیل بن حسنہ کو چار ہزار فوج کے ساتھ بصرہ کی طرف بھیج چکے تھے، بصرہ کی اہمیت سے حضرت خالدؓ خوب واقف تھے، حضرت خالدؓ شرجیل بن حسنہ کی امداد کے لئے روانہ ہو گئے، بصرہ میں دونوں سرداروں کی ملاقات ہوگئی، رومی فوج جنگ کے لئے تیار تھی، رومیوں نے بیبا کانہ مسلمانوں پر حملہ کر دیا، یہ حملہ بے حد شدید تھا۔

اسید بن حارث کا بیان ہے کہ عراق اور شام میں حضرت خالد بن ولید نے بے مثل اور شاندار خدمات انجام دی ہیں، جب حضرت خالد کو یہ معلوم ہوا کہ شرجیل بن حسنہؓ چار ہزار لشکر کے ساتھ آیا تھا، اس نے پوری طاقت کے ساتھ اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا، کوئی شک نہیں کہ یہ سخت طوفانی حملہ تھا ادھر حضرت خالد نے بھی اپنی مرضی کے

Marfat.com

مطابق اسلامی لشکر کو مرتب کیا اور رومیوں کو اپنی زد میں لے لیا، یہ ترتیب مسلمانوں کے لئے رحمت، اور دشمنوں کے لئے عذاب ثابت ہوئی۔

حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے رومی سپہ سالار یہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسلامی لشکر کا خاتمہ کردوں گا، لیکن وہ خالد کے بالکل نئے طرز جنگ کو دیکھ کر حیران رہ گیا، اور رومی فوج کا سارا جوش ختم ہو گیا، اب اسے جان بچانے کی فکر تھی، حضرت خالدؓ کی تشریف آوری ان کے لئے ہلاکت کا پیغام تھی، وہ محسوس کر رہے تھے کہ خالد ایک بلائے آسمانی ہے جو رومی لشکر کو مٹا دینا چاہتی ہے، رات ہو جانے کی وجہ سے التوائے جنگ کا بگل بجا دیا گیا، دوسرے دن صبح ہوتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا، رافع بن سعد کو میمنہ پر اور حضرت ضرار کو میسرہ پر مقرر کیا، لڑائی شروع ہو گئی، شروع میں رومیوں نے پر زور حملہ کیا، بڑی تیزی سے لڑتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت خالدؓ مرکزی حصے میں آ گئے، انہوں نے شیر کی طرح حملہ کیا دشمنوں کی صفیں الٹ دیں اور مجاہدین حق نے بے شمار رومیوں کو ذبح کر کے زمین پر ڈال دیا۔

بصرہ کی شاندار فتح:

سات گھنٹے کی مسلسل جنگ کے بعد رومی بھاگ نکلے، اور اپنی یادگار کے طور پر ہزاروں لاشیں بے شمار ہتھیار، گھوڑے، بہت سے ریشمی خیمے مسلمانوں کے لئے چھوڑ گئے، جب رومی فرار ہو گئے تو حضرت خالدؓ نے مال غنیمت جمع کرایا، اور مسلمانوں کو ان کی جرأت وشجاعت اور جاں بازی وسرفروشی پر مبارک باد دی، رات کو لشکر گاہ کی پہرہ داری پر عبدالرحمٰن بن عاصم کو مقرر کیا، نصف رات گزرنے کے بعد بصرہ کے قلعہ کی طرف سے ایک سیاہ سایہ بڑھتا نظر آیا، وہ سایہ جب قریب آیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے اسے قریب بلایا، اور اس سے پوچھا وہ کون ہے، اور اس وقت مسلمانوں کے لشکر میں کس لئے آیا ہے؟ رومی نے جواب دیا کہ میں رومی فوج کا ایک افسر ہوں مجھے بے قصور معزول کر دیا گیا ہے، میں حضرت خالد بن ولید سے ملنا چاہتا ہوں، حضرت عبدالرحمٰن اسے حضرت خالدؓ کے کیمپ میں لے گئے، حضرت خالدؓ اسے پہچان گئے، مسکراتے ہوئے اس وقت آنے کا مقصد پوچھا، اس نے کہا: مجھے معزول کر دیا گیا ہے

Marfat.com

میں رومی سپہ سالار کے مظالم سے پریشان ہوں، اور اسلامی لشکر کی مدد کرنا چاہتا ہوں، چند سرفروش آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج دیا جائے تاکہ میں اپنی نیک نیتی کا ثبوت دے سکوں، حضرت خالدؓ نے اس کے بیان پر اعتماد کیا، اور چند جانبازوں کو اس کے ساتھ بھیج دیا، اس نے سپاہیوں کو رومی لباس پہنا دیا، اور ایک پوشیدہ مقام پر قلعہ میں بھیج دیا حسب تجویز قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور تکبیر کی صدا بلند ہوتے ہی اسلامی فوج شہر میں داخل ہوگئی۔

سعد بن عامرؓ نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ معزدل رومی افسر نے ان کو رومی لباس پہنایا، اور ایک خاص راستے سے ان کو قلعہ میں پہنچادیا، تجویز کے مطابق انہوں نے صدائے تکبیر بلند کی، قلعہ کے ربانوں کو ختم کردیا گیا، اور دروازے کھول دیئے گئے، مجاہدین پہلے سے تیار تھے، استقلال کے ساتھ شہر میں داخل ہوگئے، اہل شہر نے مقابلہ نہیں کیا، ہتھیار پھینک دیئے، اور حضرت خالدؓ سے امان چاہی، حضرت خالدؓ جہاں ایک سخت فوجی کمانڈر تھے، وہاں ایک رحمدل مسلمان بھی تھے انہوں نے اہل شہر کی درخواست منظور کرلی، اور امان دیدی، حضرت خالد نے جابجا شہر میں فوجی مراکز قائم کیئے اور حکم دیا کہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے، کسی بے گناہ کو سزا نہ دی جائے، شہر کے معزز نمائندوں کو انتظامی مجلس کا رکن بنادیا گیا، اور شہری حقوق بحال کردیئے گئے، معزدل فوجی افسر کو گراں قدر انعامات دیئے گئے، جس کے بعد یہ افسر بہ رضا ورغبت اسلام میں داخل ہوگیا۔

ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو بصرہ فتح کرنے کی اطلاع دی، فوج کو چند روز تک آرام کرنے کا موقع دیا گیا، اس کے بعد حضرت خالدؓ دمشق کی طرف روانہ ہوگئے۔

حضرت خالد بن ولید بلاشبہ اسلام کے وہ مایۂ ناز سپہ سالار ہیں، جن کے کارناموں پر مسلم قوم قیامت تک فخر کرتی رہے گی، یہ ساری عمر اسلام کے لئے جان کی بازی لگاتے رہے، اور آخری وقت تک اسلام کے سچے وفادار بنے رہے۔

....

Marfat.com

سپہ سالار اسلام حضرت ابو عبیدہؓ

امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اسلام کے برگزیدہ اور نامور سپہ سالار تھے جن کے ایثار واخلاص اور جن کے مجاہدانہ کارناموں کو اسلامی تاریک میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، اس مجاہد اعظم کی زندگی کا سب سے بڑا، سب سے اہم اور سب سے ارفع مقصد حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری اور جان ومال کو اسلام پر فدا کرنا تھا، نیز دین حق کی توسیع وتبلیغ کے لئے ہر قسم کی دشواریوں اور تکلیفوں کا مقابلہ کرنا تھا، چنانچہ اس مجاہد حق نے اسلام کی آغوش میں آنے کے بعد اپنی تمام اخلاقی ودماغی قابلیتیں اپنی جرأت وشجاعت اور اپنی سپہ گری کے کمالات کو اسلام کے لئے وقف کردیا تھا، یہ وہ مرد مومن ہیں جنہوں نے اپنی حیرت انگیز جرأت وشجاعت سے کام لیکر اسلام کو عراق وشام کے آخری علاقے تک پہنچا دیا تھا، اور دشمنان حق کے نامور سپہ سالاروں کو بری طرح خاک وخون میں تڑپایا تھا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کی سرفروشی:

حضرت ابوعبیدہؓ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے بھی اپنی شرافت نسبی اور کمال حسبی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، اوران کی امانت ودیانت پر اعتماد کیا جاتا تھا، وہ شروع سے بے حد ذہین، شجاع رجری، مدبر وہوشمند، اور صائب الرائے تھے۔

غزوۂ حنین میں انہوں نے بے مثل جرأت وشجاعت کا ثبوت دیا تھا اور سخت زخمی ہوگئے تھے، حضور اکرمؐ نے ان کے زخموں پر لب مبارک لگایا جس سے وہ حیرت انگیز طور پر صحت یاب ہوگئے۔

۱۳ھ ہجری میں حضرت ابوعبیدہؓ حضرت خالد کی معیت میں عراق کو روانہ ہوئے، حیرہ کے مقام پر آپ نے ایرانی سپہ سالار شہرزاد کا پرزور مقابلہ کیا، اور اسے شکست دی، اسی مقام پر آپ کو دربار خلافت سے ایک حکم موصوم ہوا جس کے ذریعہ آپ کو ایک

Marfat.com

بھاری لشکر کے ساتھ حمص جانے کی ہدایت کی گئی تھی، اس حکم کے ملتے ہی حمص کے مرکزی مقام جابیہ پر آپ برق رفتاری سے پہنچ گئے۔

شاہ روم سے مقابلہ:

ہرقل شاہ روم حضرت ابوعبیدہؓ کی جانبازی وسرفروشی اور ان کی جنگی قابلیت سے بخوبی واقف تھا، اس لئے وہ بھی فوراً حمص کے شمالی علاقے میں پہنچ گیا، اور فراہمی فوج میں مشغول ہوگیا، اس نے یہ سوچا کہ ابوعبیدہؓ کے مقابلے کے لئے اس قدر کثیر لشکر بھیجا جائے کہ ان کے حوصلے پست ہوجائیں، اور ان کو کوئی امداد نہ مل سکے، ہرقل نے نوے ہزار فوج جمع کی، اسلامی لشکر کی تعداد کل ستائیس ہزار تھی، با ایں ہمہ حضرت ابوعبیدہؓ نے بڑی قابلیت کے ساتھ صف بندی کی اور اعلان کیا کہ مسلمان قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے، ہاں ارتکاب معاصی کی صورت میں کثیر التعداد ہونے کے باوجود مغلوب ہوجائیں گے، ایک ہفتہ کے بعد خونریز جنگ شروع ہوئی۔

ہرقل کی فوج غیر معمولی شان وشکوہ، صف بندی اور مناسب ترتیب کے ساتھ میدان میں آئی، یہ فوج اعلیٰ درجے کے سامان جنگ سے آراستہ تھی، پھر بھی اسلامی فوج غالب رہی، حضرت حارث بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ اس لڑائی میں نو تلواریں حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں، آپ اس قدر جوش میں تھے کہ کوئی تلوار ٹھیرتی ہی نہ تھی، آخر ایک یمانی تلوار ان کی خدمت میں پیش کی گئی، جس سے انہوں نے دشمن کے لشکر کے بیشتر حصہ کو کاٹ کر رکھ دیا، مختصر یہ کہ مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی، اور حمص پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔

حضرت نعیم بن حارث بیان کرتے ہیں، امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس جوش، اس عزم، اور اس اخلاص کے ساتھ دین حق کی خدمات انجام دیں کہ بحر احمر کی لہروں اور عراق وشام کے ذرات نے ان کی عظمت کو تسلیم کیا ہے، وہ پورے عزم کے ساتھ میدان جنگ کی طرف جاتے تھے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ اس سرزمین پر کامیابی کا جھنڈا ضرور بلند ہوگا۔

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ کا بلند کردار:

ایک فوجی سپہ سالار ہونے کے باوجود اس قدر رحمدل تھے کہ اسیران جنگ کو ہر قسم کا آرام پہنچاتے تھے، اور رات کو جب تک سارے قیدی آرام سے نہیں سوجاتے تھے، آپ کو نیند نہیں آتی تھی، آپ نے کسی موقع پر بھی امن پسندوں پر حملہ نہیں کیا، کسی کو تکلیف نہیں دی، کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھوں کو رنگین نہیں کیا، کسی کو اذیت نہیں دی، کسی مقام کے فتح ہوجانے کے بعد وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت ہی شریفانہ سلوک کرتے تھے، دین کے معاملے میں مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کو پوری آزادی حاصل تھی، آپ فرمایا کرتے تھے، دین کے بارے میں کسی پر زور اور زبردستی نہیں، ہر قدم پر ہر منزل میں آپ کی زندگی ہو اور ہوس سے پاک تھی، کبھی کوئی منفعت ذاتی آپ کے سامنے نہیں آتی تھی اور کوئی خوف وہراس آپ کے قریب نہیں آتا تھا، ذاتی مفاد سے بے تعلقی اور اعلان حق کے لئے ہر قسم کی قربانی آپ کی امتیازی شان تھی، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ سے آپ کا دامن معمور تھا، آپ کے وعدے اور اقرار نامے معیار صدق پر پورے اترتے تھے۔

حضرت عاصم بن سہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے محاسن اخلاق کو اگر پوری وسعت کے ساتھ لکھا جائے تو ایک ضخیم دفتر بن جائے، رب السماوات والارض نے ان کو بے نظیر جرأت وشجاعت عطا کی تھی، اور بے مثل تدبر مرحمت فرمایا تھا، امین الامت، کا خطاب ان کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے، اور یہ ایسا خطاب ہے جس نے ان کی شان کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کردیا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو عزم راسخ اور استقامت محکم کی نعمت فیاضی سے دی تھی، یہ ان کے اخلاص کا کرشمہ ہے کہ سارے عالم اسلام میں ان کے مجاہدانہ کارناموں کے لئے عزت واحترام کے جذبات موجود ہیں، بڑے بڑے صالحین نے مخلصین کی صف اول میں ان کے مبارک نام کا انتخاب کیا ہے، یہ شرف ان کے لئے باعث فخر ہے کہ وہ جس علاقے میں بھی سپہ سالار کی حیثیت سے تشریف لے گئے وہاں نصر وتمکین کا نشان بلند ہوا، ان کے مقابلے کے لئے بڑے بڑے غیر مسلم لشکر آئے لیکن کسی کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہ ہوسکا

Marfat.com

وہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم کے سائے میں جنگ کے ہر میدان میں کامیاب ہوئے اور فضل خداوندی سے ناکامی کی رسوائی اور ذلت کبھی ان کے حصے میں نہیں آئی۔

حضرت ابوعبیدہؓ پر اللہ کی رحمت:

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے ملک داری وجہاں بانی، ہنگامہ آرائی وجہاں کشائی، زہد وقناعت، ایثار واخلاص اور اہتمام وانتظام کی بے نظیر قابلیتیں حضرت ابوعبیدہؓ کی ذات میں جمع کردی تھیں، وہ اچھے سپہ سالار، اور اچھے مقرر تھے، وہ اپنی اکثر تقاریر میں یہ فرمایا کرتے تھے، لوگو! اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہم وحشی درندے تھے، بدکاری اور زناکاری پر نادم نہیں ہوتے تھے اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے تھے، جو وحشیانہ حرکتیں ہم سے سرزد ہوتیں، ہم ان پر شرمندہ نہ ہوتے تھے، مال وراثت مردوں کو دیتے اور عورتوں کو محروم رکھتے تھے، قمار بازی ہمارا دلچسپ مشغلہ سمجھتے تھے، فواحش اور قبائح ہمارے اندر بدرجۂ کمال موجود تھے، رحمت عالمؐ نے ہماری زبردست اصلاح کی ہم کو دین حق سے روشناس کرایا، ہمیں پرہیزگاری کی تعلیم دی، ہمیں جبرواستبداد، اور فحش وظلم کے زندان سے آزاد کیا، آپ کی ان تقاریر کا خاص اثر پڑتا تھا، اور ہزاروں طالبان حق اسلام کی آغوش میں پناہ لیتے تھے۔

حضرت حارث بن سعدؓ بیان کرتے ہیں، بلاشبہ حضرت ابوعبیدہؓ ان بزرگان محترم میں سے تھے، جن کے لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اللہ مومنوں سے رضا مند ہوا (اے رسول!) جبکہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے، اللہ بھی ان سے راضی ہوا، اور وہ بھی اللہ سے راضی ہوئے۔'' رضی اللہ عنهم ورضوا عنه اور بے شک وہ ان صالحین میں تھے جن کے لئے ارشاد حق ہے۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجة عند اللہ واولئک ھم الفائزون۔ (سورۂ توبہ) یہ وہ ایمان لانے والے ہیں جنھوں نے ہجرت کی اور راہ حق میں مال اور جان سے جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجے والے ہیں، اور یہی اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں، بے شک ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور جنت کی بشارت دیتا ہے اور بہشت کی بشارت جس میں دائمی نعمتیں ہیں، اور یہی سب سے بلند

Marfat.com

تر کامیابی ہے۔

یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مفتوحہ ممالک میں دین حق کی تبلیغ کے لئے بہت سے مدارس و مکاتب کھول دیئے تھے جن میں جملہ اقوام کو بلا تفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی، اور وہ خود ان درس گاہوں کی نگرانی فرماتے تھے۔

مسکین پروری اور پرہیز گاری:

حضرت غنم بن ہاشمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ بے حد سخی تھے، آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا، اور کوئی سائل کبھی آپ کے پاس سے محروم نہیں گیا، جب بھی آپ کو موقع حاصل ہوتا، مساکین کی امداد فرماتے، باوجود ایک فوجی افسر ہونے کے اس قدر رحمدل تھے کہ غریبوں کے مکانوں پر جا کر ان کی امداد کرتے، معصوم یتیم بچے آپ کے پاس آتے اور آپ کے کندھوں پر چڑھ چڑھ کر کھیلتے، مگر آپ ان کو منع نہ کرتے، اور جب تک وہ خود آپ کے کندھوں سے نہ اترتے آپ ان کو نہ اتارتے۔

ریاضت و عبادت میں بھی اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے، اکثر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام فرماتے، معمول تھا کہ اول شب میں کسی قدر سو جاتے، پھر تمام شب عبادت الٰہی میں بسر کرتے، پندرہ شعبان، ستائیس شعبان، اور ستائیس رمضان کی رات کو بالکل نہ سوتے تھے، ساری رات نماز و تلاوت میں گزار دیتے، آپ کو غیبت سے بے حد نفرت تھی، نہ کبھی خود کرتے اور نہ کسی سے سنتے، اگر کسی خادم سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تو اسے فوراً معاف کر دیتے، اور اگر کوئی شخص آپ کی خطا ثابت کر دیتا تو فوراً تسلیم کر لیتے اور بلا تاخیر معافی طلب کرتے اور ندامت کا اظہار کرتے، آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب میدان جنگ کی طرف جاتے تو یہ آیت پڑھتے:۔

جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا. یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہے۔

آپ کا یہ بھی مبارک معمول تھا کہ اگر مفتوحہ علاقوں میں کوئی امن و سکون سے

Marfat.com

رہتا تو اس کی قدر کرتے، اور اگر کوئی سرکشی اور دغابازی کرتا تو اسے عبرتناک سزا دیتے، اور نکال دیتے، جب کسی نئے مقام کی طرف جاتے تو نماز جماعت سے ادا کرتے، اور وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔

حضرت ابو الدرداءؓ بیان کرتے ہیں، حضرت ابو عبیدہؓ جرأت وشجاعت، فقر قناعت، اور زہد وتقوے میں یگانۂ روزگار اور عزم واستقلال میں بے مثل تھے، انکسار پسندی آپ کی ضرب المثل تھی، آپ غریبوں کو دوست اور مہمانوں کو عزیز رکھتے تھے، کبھی آپ بازار کی طرف چلے جاتے تو تاجروں کو سچ بولنے اور کھرا سودا فروخت کرنے کی ہدایت فرماتے، اگر کسی کو درماندہ اور پریشان حال دیکھتے تو اس کا بوجھ اٹھا کر اس کے گھر تک پہنچا دیتے، اور فرماتے میں تمہارا ادنیٰ خادم ہوں۔

میدان کارزار میں بے نظیر استقلال:

عہد رسالت میں، اور عہد رسالت کے بعد اکثر معرکوں میں غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا، معمول تھا کہ جب لڑائی شباب پر پہنچ جاتی اور ہنگامۂ زار خوب گرم ہوتا تو قلب لشکر میں گھس جاتے اور ایسی شمشیر زنی کرتے کہ صفوف اعدا درہم برہم ہو جاتیں، آپ کی اس شجاعت اور جانفشانی کو دیکھ کر سپاہیوں کے حوصلے بھی بے حد بلند ہو جاتے تھے، خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں ہنگامۂ کارزار میں مشغول ہوتا اور شدید محنت کی وجہ سے تھک جاتا تو میرے کانوں میں یہ آواز آتی، تاخیر نہ کر، ہمت سے آگے بڑھ، تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے، اس آواز کو سن کر میرے عزم اور استقلال میں حیرت انگیز ترقی ہو جاتی تھی، آپ نے اکثر مواقع پر اسلام کے خونخوار دشمنوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا ہے، رزم گاہ میں آپ کا یہ معمول تھا کہ پہلے نرمی سے امن واتحاد کی دعوت دیتے، اسلام کے محاسن بیان کرتے جب یہ کوشش ناکام رہتی پھر شمشیر زنی کرتے۔

حضرت نعمان بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حضرت ابو عبیدہؓ کو دمشق میں کھجوروں کے بازار میں دیکھا، وہاں ایک خادمہ رو رہی تھی، آپ نے اس سے

Marfat.com

رونے کا سبب پوچھا، اس نے کہا: اس تاجر نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دی تھیں، میرے آقا کو وہ ناپسند ہیں، یہ واپس نہیں لیتا، آپ نے تاجر سے کہا: یہ خادمہ ہے، اس کا کوئی اختیار نہیں، اگر مناسب ہو تو اپنی کھجوریں لے کر اسے درہم واپس دیدو، اس نے کہا آپ کو اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں، آپ نے خادمہ سے وہ کھجوریں لے لیں اور اسے ایک درہم دیدیا، بعض واقف حال لوگوں نے تاجر سے کہا تم جانتے ہو تم نے کس کی بے عزتی کی ہے، یہ اسلامی فوج کے سپہ سالار ہیں وہ تاجر لرز گیا، اس نے آپ سے معذرت کی، اور کہا: آپ مجھ سے خوش ہو جائے، آپ نے فرمایا: میں تم سے خوش نہیں ہوسکتا جب تک تم رحمدلی اختیار نہیں کروگے، اس نے کہا: میں عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ رحمدلی سے کام لوں گا، آپ نے فرمایا: اب میں تم سے خوش ہوں۔

(تذکرۃ الکرام)

ریاضت اور غریب پروری:

حضرت حارث بن نعیمؒ بیان کرتے ہیں، حضرت ابوعبیدہؓ کو ریاضت وعبادت کا بے حد شوق تھا، ریاضت ومشقت نے آپ کو نحیف البدن بنا دیا تھا، آپ اشاعت دین میں اور جہاد کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو عظیم برکت عطا فرمائی تھی، جس چیز کو ہاتھ لگا دیتے اس میں خیرو برکت شامل ہو جاتی، ایک مرتبہ ایک ضعیفہ ایک بکری لے کر آپ کے پاس آئی اور کہا کہ اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے، برکت کے لئے دعا کیجئے، آپ نے بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، اور خیرو برکت کے لئے دعا کی، اللہ کے فضل وکرم سے اس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے، اور جب تک وہ زندہ رہی بمقدار کثیر دودھ دیتی رہی، آپ بے حد بیاض، سخی اور بہادر تھے، مال و دولت سے محبت نہ تھی، غریب پروری میں شہرۂ آفاق تھے، اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دکھ درد میں شریک رہنا آپ کا معمول تھا، رقت قلب اس قدر تھی کہ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے اشکبار ہو جاتے۔

Marfat.com

انتظامی قابلیت:

جرأت وشجاعت کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کی انتظامی قابلیت بھی عطا فرمائی تھی، جن علاقوں کو فتح کرتے وہاں کا مناسب بندوبست کرتے، اپنی بے نظیر مردم شناسی اور بصیرت کی بنا پر اعلیٰ درجے کے عہدیداروں کا انتخاب کرتے، اور ان کے لئے دستور العمل بناتے، جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی، اس کے لئے وہی خدمت تجویز کرتے، فوجی انتظام کے زبردست ماہر تھے، سپاہیوں کو ہدایت فرماتے کہ سادہ زندگی اختیار کرو، جہاں آپ کا فوجی خیمہ نصیب ہوتا وہاں دربان مقرر نہیں کیا جاتا تھا، جہاں آپ کا فوجی خیمہ نصیب ہوتا وہاں دربان مقرر نہیں کیا جاتا تھا، سپاہیوں کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا رہتا تھا، مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے شہری حقوق کی حفاظت فرماتے، آپ نے کسی مقام پر کوئی جابرانہ قانون نافذ نہیں کیا، مفتوح باشندوں کی آراضیات پر قبضہ نہیں کیا، جس مقام پر فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوتے وہاں کے باشندوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا مناسب انتظام کرتے اور خود ذمہ دار ہوتے، رفاہ عام کے کاموں سے آپ کو بے حد دلچسپی تھی، جن علاقوں کو فتح کر لیتے وہاں سڑکیں تعمیر کراتے، دریاؤں پر پل بنواتے مسافروں کے لئے شاندار مسافر خانے تعمیر کراتے، بیوہ عورتوں کے وظیفے مقرر کرتے، اگر کسی جگہ پانی کی تکلیف ہوتی تو نئے کنوئیں کھدواتے، حفاظت صحت کا انتظام کرتے۔

فنون جنگ کے ماہر:

حضرت سعید بن نعمان فرماتے ہیں حضرت ابو عبیدہؓ خود فن جنگ کے ماہر تھے، اور دوسروں کو بھی یہ فن سکھاتے تھے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہر مسلمان اسلامی فوج کا ایک جاں باز سپاہی ہے، آپ کے مشورے سے ایک باقاعدہ محکمہ فوج بھی قائم کیا گیا تھا، آپ نے جن قبائل کو فنون جنگ سکھائے ان کے وظیفے مقرر کئے گئے، ان کو زراعت وتجارت کی بالکل ممانعت تھی، ان کا کام اور پیشہ سپاہ گری اور میدان کارزار میں کام کرنا تھا، آپ کی نگرانی میں عرب کی فوج کا ایک مستقل انتظام قائم ہوا، اس ہمہ

Marfat.com

گیر فوجی تربیت کا اثر یہ ہوا کہ پوری قوم گویا ایک فوج تھی جو ہر وقت مستعد رہتی تھی۔

آپ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے زیر ہدایت ملک کے مختلف حصوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، آپ اپنے ماتحت فوجی افسروں سے فرمایا کرتے تھے، جس حد تک ممکن ہو طرز معاشرت میں سادگی قائم رکھنے، اور عیش و عشرت سے دور رہنے کی کوشش کی جائے، جس شخص میں فوجی صلاحیت نظر آتی آپ اسے اپنا رفیق بنا لیتے، آپ کی طبیعت شروع سے جوہر شناس واقع ہوئی تھی۔

مفتوحہ اقوام سے سلوک:

حضرت عبدالرحمن بن عاصمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ بڑے ذہین، مدبر، مآل اندیش اور جوہر شناس واقع ہوئے تھے، جن علاقوں کو آپ نے فتح کیا، وہاں کا ملکی اور فوجی انتظام اعلیٰ درجہ کا تھا قاضی ایسے شخص کو مقرر کرتے تھے جو صف اول کا انصاف پسند ہوتا تھا، اسی طرح خزانے کا انتظام بھی پرہیزگار لوگوں کے سپرد کرتے تھے۔

کسی مقام کو فتح کرنے کے بعد آپ وہاں کے باشندوں پر سختی نہیں کرتے تھے، بلکہ ہر ایک کے حقوق کی حفاظت فرماتے تھے، زمینداروں اور کاشتکاروں کو بے دخل نہیں کیا جاتا تھا، کسی مقام کو فتح کرنے کے بعد آپ سب سے پہلے وہاں امن و سکون قائم کرتے اور انتظام اور بندوبست کی طرف توجہ فرماتے، دفتر کی زبان نہیں بدلی جاتی تھی، انتظامات میں اس مقام کے باشندوں کو شریک کیا جاتا تھا، جن کاموں پر فارسی قبطی اور یونانی ملازم تھے، ان کو برخاست نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ ضروری دیکھ بھال کے بعد ان کو بحال رکھا جاتا تھا، آپ نے مرکزی حکومت کی منظوری کے بعد کئی مقامات پر نہریں جاری کیں، کئی تالاب تیار کرائے، پانی کی تقسیم کا مناسب انتظام کیا، جن علاقوں میں آپ کو بھیجا گیا، وہاں آپ نے امن و آسائش کو ترقی دینے میں سعیٔ بلیغ کی، جا بجا سڑکیں تعمیر کرائیں نئے راستے نکالے، اصول حفظان صحت کا لحاظ رکھ کر آرام دہ مکانات بنوائے، مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے رباطیں تعمیر کرائیں، جہاں پانی کی

Marfat.com

قلت تھی وہاں کنویں کھدوائے، شہروں کی صفائی کیلئے اور حفاظت صحت کے لئے مناسب آدمی مقرر کئے، جن مقامات کو آپ فتح کر لیتے وہاں کے حالات کا اندازہ کرنے کے لئے راتوں کو گشت لگاتے، رعایا کے حالات معلوم کرتے، اور مفلوک الحال لوگوں کے وظائف مقرر کرتے، فوج کے پاس اگر اناج زیادہ ہوتا تو غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے غریبوں کے مکانات پر جا کر ان کی دل نوازی کرتے اور جس حد تک حالات اجازت دیتے، ان کی مالی امداد کرتے، اس طرز عمل سے مفتوحہ مقامات کے باشندے آپ سے مانوس ہو جاتے اور آپ سے محبت کرنے لگتے۔

جنگی سرگرمیاں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ کا اصلی نام عامر تھا، امین الامت لقب تھا، شروع سے بے حد جاں باز، اور سرفروش تھے، سب سے پہلے غزوۂ بدر میں سرگرم پیکار ہوئے، ان کے والد عبداللہ، ان کے مقابلے کے لئے کفار مکہ کی طرف سے میدان میں آئے، حضرت ابوعبیدہؓ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے، لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے تو بالآخر غیرت اسلامی جوش میں آ گئی، اور ایک ہی ہاتھ میں ان کا کام تمام کر دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۲۹۸)

غزوہ احد میں بھی شجاعت وجاں بازی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے، اس جنگ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا، اور زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئیں، جن سے سخت تکلیف تھی، حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو دانت سے پکڑ کر کھینچا، کڑیاں نکل گئیں، لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت شہید ہو گئے تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں دو دانت تو کیا حقیقت رکھتے ہیں، اگر جان بھی قربان ہو جاتی تو مجھے خوشی حاصل ہوتی۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۸۵)

غزوۂ خندق میں بھی شریک ہوئے، ۷ ہجری میں خیبر کی فوج کشی میں حضور رحمت عالمؐ کے ہمرکاب ہوئے، اور اس کی فتح میں نمایاں حصہ لیا، ان مہمات سے فارغ ہو کر حضور سرور عالمؐ نے حضرت عمرو ابن عاصؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ذات السلاسل کی

Marfat.com

طرف روانہ فرمایا، اس میدان میں دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی، لیکن حضرت ابوعبیدہؓ شجاعت جانبازی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے اور غنیم کو زیروزبر کردیا۔

۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا، حنین اور طائف کی جنگیں پیش آئیں، حضرت ابوعبیدہؓ ان تمام معرکوں میں جاں بازی کے ساتھ پیش پیش رہے، ۹ھ ہجری میں اہل نجران نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر ایک معلم دین کے لئے درخواست پیش کی، حضورؐ نے فرمایا: ابوعبیدہ تم جاؤ جب وہ کھڑے ہوگئے تو حضورؐ نے اہل نجران سے مخاطب ہوکر فرمایا: یہ امت کا امین ہے، جسے میں تمہارے ساتھ روانہ کرتا ہوں، (بخاری واقعہ اہل نجران)
۱۰ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوادع کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت ابوعبیدہؓ ہمرکاب تھے، اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ زیر بحث آیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک عظیم الشان اجتماع میں حضرت ابوعبیدہؓ کا نام پیش کیا، اور فرمایا: یہ امت کے امین ہیں، دربار رسالت سے ان کو امین الامت کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، ۱۳ھ ہجری میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ حضرت ابوعبیدہؓ کو حمص فتح کرنے کے لئے روانہ کیا گیا، حضرت ابوعبیدہؓ جب حمص کے قریب پہنچے تو کثیر التعداد رومی فوجوں کا سامنا ہوا، حضرت ابوعبیدہؓ شجاعت وجاں بازی کے ساتھ آگے بڑھے، پہلے آپ نے اجنادین کو فتح کیا، اس کے بعد دمشق کا محاصرہ کرلیا، عظیم جدوجہد کے بعد دمشق بھی فتح ہوگیا، حضرت خالدؓ آپ کے ساتھ تھے، عیسائی لیڈروں نے آپ سے التجا کی کہ ہم امن وسکون چاہتے ہیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح اور امن کا اعلان کردیا۔ (ابن اثیر)

۱۶ھ ہجری تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ افواج اسلامی کے کمانڈر انچیف اور دمشق کے والی تھے، ۱۷ھ ہجری میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو معزول کرکے یہ عہدہ بھی حضرت ابوعبیدہؓ کو تفویض کردیا، حضرت خالدؓ دمشق

Marfat.com

سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اہل شام کے ایک عظم اجتماع میں فرمایا مجھے دلی مسرت ہے کہ آج سے آپ کے امیر، اور والی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو امین امت ہیں، جن کی شان یہ ہے کہ۔

﴿الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم اعظم درجة عندالله واولئک هم الفائزون.﴾

(جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، اور جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں)۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے جواب میں کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، ان کی شجاعت اور جاں بازی کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کی اسلامی خدمات کے گہرے نقوش ہمارے دلوں پر ہیں، اس لطف و محبت کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے امارت کا عہدہ سنبھالا، اور سراپا عمل بن کر ملکی انتظامات میں مصروف ہوگئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہؓ کے صحیفۂ اخلاق میں خدا ترسی، اتباع سنت، تقویٰ، زہد تواضع، مساوات اور ترحم کے ابواب نہایت روشن تھے، خوف خدا کا یہ حال تھا کہ محض معمولی واقعات ان کے لئے سرمایۂ عبرت بن جاتے، اور اکثر خدا کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے چشم پرنم ہو جاتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص ان کے گھر آیا، دیکھا تو زارو قطار رو رہے ہیں، اس نے متعجب ہو کر پوچھا: ابو عبیدہؓ خیریت ہے؟ ارشاد فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ کامیابیوں اور دولت و ثروت کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا تھا، اور کہا تھا کہ ابو عبیدہ! اگر اس وقت تک تمہاری عمر وفا کرے تو تمہارے لئے صرف تین خادم کافی ہوں گے، ایک خاص تمہاری ذات کے لئے، ایک تمہارے اہل وعیال کے لئے، اور ایک سفر میں ساتھ جانے کے لئے، اسی طرح سواری کے تین جانور کافی

Marfat.com

ہیں، ایک تمہارے لئے ایک غلام کے لئے اور ایک سامان کے لئے لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر خادموں سے، اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے، سوچتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، محبت اور خدمت گزاری حضرت امین الامت کی زندگی کا اہم فرض تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دمشق کو فتح کیا دمشق کو فتح کرنے اور وہاں کے انتظامات سے مطمئن ہونے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ ایک جرار لشکر کے ساتھ حمص کی طرف روانہ ہوئے، اور مضبوطی کے ساتھ محاصرہ کیا، اہل حمص کچھ عرصے تک کمک کی امید پر مدافعت کرتے رہے، لیکن جب ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تو انہوں نے خود بخود شہر حوالہ کر دیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً امن وصلح کے احکام جاری کر دئے۔

رومیوں کی متواتر شکستوں نے ان کی آتش غیظ وغضب کو بھڑکا دیا تھا، ہرقل شہنشاہ روم کی دعوت پر تمام اطراف ملک سے ٹڈی دل فوج جمع ہونی شروع ہوگئی تھی، حضرت ابو عبیدہؓ کے نامہ نگاروں نے ان واقعات کی اطلاع دی، اور جنگی تیاریوں کا حال تفصیل سے لکھا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا، اور اس ہولناک سیلاب کو روکنے کے لئے مشورہ طلب کیا، غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ تمام اسلامی فوجوں کو دمشق میں جمع کیا جائے۔

ہرقل شہنشاہ روم نے ایک عظیم الشان لشکر میدان یرموک میں جمع کیا، تمام بڑے بڑے فوجی افسر یرموک میں خیمہ زن ہوئے، حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک کے شمالی حصے میں اسلامی فوج کو بھیج دیا، رومیوں کی فوجی تعداد کثیر تھی اور سامان جنگ بھی اعلیٰ درجے کا تھا، تاہم جو فوجی افسر عربی تلوار کا مزہ چکھ چکے تھے اور عربوں کی بے پناہ شجاعت وجاں بازی سے خوب واقف تھے، وہ دل سے اس بات کے آرزومند تھے کہ اگر عربوں سے صلح ہو جائے تو بہتر ہے، رومی سپہ سالار باہان کی بھی یہی خواہش تھی۔

ایک روز جارج نامی ایک رومی قاصد اسلامی لشکر گاہ میں پہنچا کیونکہ کمانڈر انچیف باہان حضرت ابو عبیدہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے، اس وقت شام ہو چکی

Marfat.com

تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمانوں کے مؤثر طریق عبادت، خشوع خضوع، اور محویت واستغراق نے جارج کے دل پر اثر ڈالا، وہ استعجاب کے ساتھ دیکھا تھا، جب نماز ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے ملاقات کی، اور اسلام کے متعلق چند سوالات کیے، حضرت ابو عبیدہؓ نے نہایت دل آویز انداز میں اسلام کی حقیقت بیان کی، تو جارج بے اختیار پکار اٹھا کہ یہ دین حق ہے، اس کے بعد وہ صدق دل سے مسلمان ہوگیا، وہ اپنی قوم میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا، لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو اسے واپس جانے پر مجبور کیا اور فرمایا کہ کل ہماری طرف سے ایک سفیر تمہارے سپہ سالار اعظم کے پاس جائے گا، اس کے ساتھ چلے آنا، دوسرے دن حضرت خالد بن ولیدؓ سفیر بنا کر بھیجے گئے، لیکن اس سفارت کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلا کہ دونوں فریق زیادہ سختی کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

جنگ یرموک:

دوسرے دن شدید خونریز جنگ شروع ہوگئی، مسلمان اگرچہ تعداد میں تیس بتیس ہزار تھے، لیکن افسران فوج کی دانشمندی، فن سپہ گری کی مہارت، اور خود سپاہیوں کے غیر معمولی جوش نے غنیم کے پاؤں اکھاڑ دیے، اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ستر ہزار رومی قتل ہوئے مسلمان بھی کم و بیش تین ہزار شہید ہوئے، فتح یرموک کے بعد تمام ملک شام مسلمانوں کے خیر مقدم کے لئے تیار تھا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حمص پہنچ کر حضرت خالدؓ کو قنسرین کی طرف روانہ کیا، اور خود حلب کی طرف بڑھے، یہ دونوں مقامات آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے، چند دنوں کے بعد اہل انطاکیہ نے بھی ہتھیار ڈال دیے، غرض بیت المقدس کے سوا تمام شام پر آسانی کے ساتھ قبضہ ہوگیا۔

بیت المقدس کے محاصرے کے لئے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا گیا، انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ بیت المقدس کا محاصرہ کیا، ایک عرصہ کی قلعہ بندی سے تنگ آکر بیت المقدس کے باشندوں نے صلح کی درخواست کی، اور مزید اطمینان کے لئے یہ شرط لگائی کہ امیر المومنین خود یہاں آکر معاہدۂ صلح پر دستخط فرمائیں، حضرت ابو عبیدہؓ بھی اس

Marfat.com

دوران میں بیت المقدس پہنچ چکے تھے، آپ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اس شرط سے مطلع کیا، اور ملک شام تشریف لانے کی دعوت دی، حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہوکر مقام جابیہ پہنچے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ ان کا استقبال کیا، بیت المقدس کے نمائندے بھی اسی مقام پر حاضر ہوئے، اور معاہدۂ صلح وامن پر دستخط ہونے کے بعد اس مقدس شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

شام جیسے سرسبز وشاداب ملک کا ہاتھ سے نکل جانا رومیوں کے لئے ایک المناک حادثہ تھا، ہرقل شہنشاہ روم ہر وقت بے چین اور بے قرار رہتا تھا، اس نے تمام مسیحی علما کو خطوط لکھے، اور ان کی امداد سے ایک ٹڈی دل فوج جمع کی، اور یہ ارادہ کیا کہ اسلامی طاقت کو پاش پاش کردیا جائے، حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی مضبوط فوجیں جمع کیں، دربار خلافت کو صحیح حالات سے مطلع کیا، امیر المومنین کے حکم سے عراق سے زبردست کمک پہنچ گئی، اور حضرت ابو عبیدہؓ اس عظیم الشان قوت کے ساتھ رومی سیلاب کو روکنے کے لئے آگے بڑھے۔

مرج الدیباج میں دونوں طرف کی فوجیں جمع ہوگئیں، دوسرے دن شدید جنگ شروع ہوگئی، حضرت ابو عبیدہؓ خود قلب فوج میں موجود تھے، اور بڑی قابلیت اور دانش مندی کے ساتھ فوج کو لڑا رہے تھے، بار بار فرماتے تھے، آج جو ثابت قدم رہے گا، امن کی اور اسلام کی حفاظت کرے گا، اور اگر قتل ہوگیا تو شہادت کی دولت ملے گی، انجام کار مجاہدین نے رومیوں کی نوے ہزار باقاعدہ فوج کو عبرتناک شکست دیدی، اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً اسی ہزار رومی قتل ہوئے، مسلمان بھی چار ہزار شہید ہوئے، رومیوں کی یہ آخری کوشش بھی ناکام رہی اور اس کے بعد پھر کبھی انہوں نے اس ملک میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات:

۱۸ ہجری میں حضرت ابو عبیدہؓ مرض طاعون میں مبتلا ہوئے عارضی طور پر اپنا ایک جانشین تجویز کیا، اور مناسب تدبیر وانتظام کی ہدایت کی، نماز فجر کا وقت شروع ہوا

Marfat.com

تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے جانشین کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، ادھر نماز ختم ہوئی، اور ادھر امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا، اور حاضرین کے سامنے ایک مؤثر اور پر درد تقریر کی، انہوں نے فرمایا: آج تم میں سے ایک ایسا شخص اُٹھ گیا جو راضی برضائے الٰہی تھا، جس نے اسلام کے لئے عظیم مصیبتیں برداشت کیں، جس نے اہل وعیال اور مال ودولت کو اللہ کی راہ میں قربان کیا، ابو عبیدہؓ کا سب سے بڑا ایثار سب سے بڑی قربانی اور سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اپنی زندگی کو خدمت اسلام کے لئے وقف کردیا تھا۔

....

Marfat.com

فاتح اسلام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

حضرت سعد نہایت عظیم المرتبت صحابی، اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، ایثار واخلاص، اور بہادری وشجاعت میں بے نظیر تھے، حضرت فاروق اعظمؓ نے جب ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ان کا انتخاب کیا تو ذمہ دار حلقوں میں ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، اس لئے کہ عرب کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند، اور خوش تدبیر ماہرین جنگ ان کو صف اول کا ماہر جنگ سمجھتے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کی عمر انیس سال کی تھی، کہ دعوت اسلام کی صدائے دل نواز جب ان کے کانوں تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں صرف سات بزرگوں کو ان پر تقدم کا فخر حاصل تھا۔

حضرت سعدؓ کی والدہ کو جب ان کے اسلام میں داخل ہونے کا حال معلوم ہوا تو بے حد ناراض ہوئیں، بات چیت، کھانا، پینا، سب چھوڑ دیا، چونکہ ان کو اپنی ماں سے بے حد محبت تھی اس لئے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا، وہ پھر کفر کی آغوش میں جانے کے لئے تیار نہ تھا، غم وغصے کی وجہ سے ماں کی حالت نازک ہوگئی، لیکن بیٹے کی جبین استقلال پر شکن نہ پڑی، آخر ایک روز انہوں نے صاف کہہ دیا، اماں اگر تم ہلاک بھی ہوجاؤ گی، تب بھی میں دین حق سے برگشتہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ میرے رب نے فرمایا ہے کہ اگر والدین تجھ کو میرے ساتھ شرکت پر مجبور کریں تو اسمیں ان کی اطاعت نہ کر اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہجرت نبویؐ تک مکہ ہی میں مقیم رہے، اہل کفر نے ان پر بھی ہولناک مظالم کئے لیکن وہ استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔

Marfat.com

مدینہ کیلئے ہجرت:

مکہ میں جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہوگیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا، اس حکم عام کی بنا پر حضرت سعدؓ نے بھی مدینہ کا سفر اختیار کیا، مدینہ طیبہ پہنچ کر اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان میں فروکش ہوگئے، اگر چہ مدینہ شریف میں اسلام کے دشمنوں کی تعداد قلیل تھی، تاہم کفار مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ پھر بھی موجود تھا، چنانچہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بینی کے طور پر اسّی سواروں کا ایک حفاظتی دستہ مرتب فرمایا، اور فوجی دستہ کا افسر حضرت سعدؓ کو مقرر کیا گیا، اس فوجی دستہ کا فرض یہ تھا کہ کفار مکہ کی نقل وحرکت کی نگرانی کرے، ایک روز یہ فوجی دستہ گشت لگاتا ہوا حجاز کے ایک ساحلی علاقے میں داخل ہوا تو وہاں چند کفار مکہ سے تصادم ہوگیا، اور اہل کفر فرار ہوگئے، طائف کے قریب ایک نخلستان ہے وہاں اہل کفر سے پھر تصادم ہوگیا، جسمیں مسلمان کامیاب ہوئے اور مال غنیمت اور چند قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔

تبلیغ کا شوق:

حضرت سعدؓ کو دین حق کی تبلیغ کا بے حد شوق تھا، وہ ناواقف لوگوں کے پاس جا کر اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے محاسن بیان کیا کرتے تھے، اور عہد جاہلیت کی خرابیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے، بھائیو! ہم پیغمبر اسلام کے مبعوث ہونے سے پہلے سخت گمراہ تھے، بدکاری اور ظلم وستم ہمارا دلچسپ مشغلہ تھا، ہم بری باتوں پر نادم نہیں ہوتے تھے، اور افعال قبیحہ پر فخر کرتے تھے، مال وراثت میں صرف مردوں کا حصہ تھا، عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں اور ان کے بارے میں حیا سوز اشعار لکھے اور پڑھے جاتے تھے اور ہم اس بات پر شرمندہ نہ ہوتے تھے، معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کو زیر زمین زندہ دفن کردیتے تھے، اور اس طرح عمل کو شرافت کا اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا تھا قمار بازی ہمارا محبوب مشغلہ تھا، بااثر لوگوں کے مکانات قمار خانے بنے ہوئے تھے، بتوں کی دل کھول کر پرستش کی جاتی تھی، اور ان کو معبود سمجھا جاتا تھا، ان کے نام

Marfat.com

پر قربانیاں کی جاتی تھیں، سچ یہ ہے کہ اس ملک عرب میں جو فواحش اور قبائح تھے وہ کسی جگہ نہ تھے، ہماری اخلاقی حالت بد سے بدتر تھی، ان خرابیوں نے ہم کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت حالت میں پہنچا دیا تھا، فسق و فجور اور فواحش کا ایک شدید ترین طوفان برپا تھا، اخلاق و تہذیب کی روشنی ختم ہوگئی تھی، شراب، جوا، اور بدکاری کے بادل چھا گئے تھے، پیغمبر اسلام نے ہم کو گناہوں کے زندان سے آزاد کیا، ہمارے اخلاق واعمال کی اصلاح کی، انہوں نے قلب عالم کو منور کیا، اور انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھایا۔" حضور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سعدؓ نے فرمایا: "انہوں نے ہم کو طینت طیبہ کا مفہوم سمجھایا، عدل وانصاف کے پیمان کو مستحکم کیا، مظلوموں کی دادخواہی اور غریبوں کی دستگیری کا سبق پڑھایا، ظلم وستم سے روکا، مساوات کی تعلیم دی، ارشاد فرمایا: اسلام کی نگاہ میں امیر وغریب سب مساوی ہیں، پیغمبر اسلام نے ایسی فضا پیدا کردی کہ ایک ہی کلمہ زبان پر ایک ہی ولولہ دماغ میں اور ایک ہی ارادہ دلوں میں قائم کردیا، انہوں نے ظلم وستم کو روکا اور سلامتی کی تدابیر کو واضح کردیا، انہوں نے بار بار ہمیں سمجھایا کہ جملہ اقسام پرہیزگاری میں تعاون کرو اور جملہ اصناف گناہ میں کسی کی مدد نہ کیا کرو انہوں نے ہم کو جملہ خصائل رذیلہ سے پاک کیا، اور خدا ترسی اور عدل و انصاف کا سبق پڑھایا، انہوں نے ہم کو جنگ کرنے اور تلوار اٹھانے کی اس وقت اجازت دی جبکہ حقوق شہری سے بلاوجہ محروم کردیا جائے، اور جب کہ امن پسندوں کی جان ومال خطرے میں پڑ جائے۔" حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں، حضرت سعدؓ کی ان اثر آفریں تقریروں سے ہزاروں آدمی آغوش کفر سے نکل کر آغوش اسلام میں آگئے۔

فضائل اخلاق:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت سعدؓ کے فضائل اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "لطائف طبع رقت قلب، اور جرأت وشجاعت کے وہ مالک تھے، ایثار پسندی ان کی امتیازی خصوصیت تھی، ہجرت کے موقع پر انہوں نے مال وزر کو خیر باد کہہ دیا، ہجرت کرنے کے بعد بھی ابتلا وامتحان کے بہت سے مواقع سامنے آئے لیکن وہ

Marfat.com

عزم واستقلال کا پہاڑ ثابت ہوئے، حضرت سعدؓ رزم گاہ میں بھی کامل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، سخت سے سخت تکلیف اور خوف وہراس میں بھی ان کی نماز قضا نہیں ہوسکتی تھی، وہ جس شوق ومستعدی سے نماز مفروضہ ادا کرتے تھے اسی طرح نوافل تہجد ونوافل اشراق بھی پڑھتے تھے، تلاوت قرآن کا حضرت سعدؓ کو بے حد شوق تھا، سخت سے سخت مصیبت میں بھی ان کے اس شوق میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، آواز میں درد تھا، اس قدر خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔

حضور سرور عالمؐ کی خدمت کا آپ کو بے حد شوق تھا، اگر کسی سفر میں ہم رکاب ہوتے تو ہر وقت حضورؐ کے آرام وآسائش کا خیال رکھتے۔ (تذکرۃ الکرام باب السفر)

جنگی کارنامے:

حضرت سعدؓ جس طرح عبادت وریاضت اور حسن اخلاق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اسی طرح آپ بے نظیر سپہ سالار بھی تھے، چنانچہ جنگ بدر میں حضرت سعدؓ نے غیر معمولی شجاعت اور جاں بازی کے جوہر دکھائے تھے، ۳ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ میں تیر اندازوں کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانوں کی فتح، شکست میں تبدیل ہوگئی، اور ناگہانی حملہ کے باعث اکثر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن حضرت سعدؓ ان مجاہدین کی صف میں تھے جن کے پائے استقلال میں کوئی جنبش پیدا نہ ہوئی۔

حضرت سعدؓ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے، اس لئے جب کفار کا نرغہ ہوا تو انہوں نے اس قدر کمال فن کے ساتھ تیر اندازی کی کہ اہل کفر کی صفیں درہم برہم ہوگئیں، غزوۂ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے، حضرت سعدؓ بہادری وجانبازی کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین میں بھی بے مثل جرأت وشجاعت کا ثبوت پیش کیا۔

غزوۂ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، پھر ۱۰ ہجری میں حضور

Marfat.com

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعدؓ ہم رکاب تھے، لیکن مکہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ جب حضور سرور عالمؐ عیادت کے لئے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں، میں چاہتا ہوں اپنا نصف مال امور خیر کے لئے وقف کر دوں، حضورؐ نے فرمایا: یہ بہت ہے، تم کو چاہئے کہ تم اپنے وارثوں کو تونگر چھوڑ کر جاؤ، تا کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں، بہر حال تم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔

حضرت سعدؓ کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ مکہ میں مرنا پسند نہیں کرتے تھے، بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اسی قدر انکی بے قراری بڑھتی جاتی تھی، حضور اکرمؐ نے ان کو اشکبار دیکھ کر فرمایا: اے سعد! تم اس وقت تک نہ مرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو فائدہ نہ پہنچ جائے۔

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا: حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی صرف سوا دو سو برس کی خلافت کے بعد داعی حق کو لبیک کہدیا، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ ایرانی شدید شورش برپا کر رہے ہیں، اور ایک وسیع پیمانے پر سازشوں کا جال بچھایا جا رہا ہے، حضرت اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم فوج جمع کی، مختلف قبائل کو جمع کیا، غرض کہ چند روز میں جنگ آزما بہادروں کا ایک سمندر موجزن ہو گیا اور فوج توقع سے زیادہ فراہم ہو گئی، سپہ سالار اعظم کے انتخاب کا مسئلہ زیر بحث آیا، تمام ذمہ دار اصحاب نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، سب نے متفقہ طور پر تائید کی، اور کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جرأت وشجاعت میں بے نظیر ہیں، افسران فوج ان کی سپہ سالاری کو پسند کرتے ہیں، ایثار وخلوص اور عزم واستقلال نے ان کو عرب کے اولوالعزم حوصلہ مند، اور جاں باز سپہ سالاروں کی صف میں ممتاز کر دیا

Marfat.com

ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو منظور فرمالیا۔

قادسیہ کی فتح:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان فرماتے ہیں کہ بارگاہ خلافت کی ہدایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مشراف سے روانہ ہوکر قادسیہ پہنچے، اور مناسب مقامات پر مورچے قائم کیے، جنگ شروع کرنے سے پہلے حضرت سعدؓ نے چند سفیر منتخب کیے اوران کو شاہ ایران کے پاس بھیجا۔

سفیروں نے مدائن پہنچ کر شاہ ایران سے ملاقات کی، سردار وفد نے کہا: آپ کو معلوم ہے اب تک لڑائیاں وحشیانہ انداز میں ہوتی رہی ہیں جب جنگ کا سیلاب آتا ہے تو نظام تمدن کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے، امن وسکون برباد ہوجاتا ہے، لیکن ہم وحشت وبربریت کو پسند نہیں کرتے، اسلام ایک پیغام امن ہے، ہم معرکہٗ کارزار میں بھی عدل کو سامنے رکھتے ہیں، ہماری آرزو ہے کہ قصر امن کی حفاظت کریں، تباہ شدہ باغوں کو سرسبز وشاداب کردیں لیکن ہم ظلم وفساد اور عصیان وطغیان کو برداشت نہیں کرسکتے، آپ نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اپنے مقام سے حرکت کریں، اب صرف ایک ہی راہ عمل ہے اسلام یا جزیہ، اگر آپ اسلام قبول نہیں کریں گے، یا جزیہ نہیں دینگے تو ہم اپنے نبیؐ کی پیشن گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن آپ کی یہ زمین ہمارے تصرف میں آئے گی۔

شاہ ایران نے غضبناک ہوکر کہا: میں آپ کی یہ شرائط قبول نہیں کرتا، سفراء واپس آگئے، اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں، ایرانی سپہ سالار رستم ایک جرار لشکر کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوا اور قادسیہ کے جنوبی حصے میں ڈیرے ڈال دیے، رستم کی فوجیں قادسیہ پہنچیں تو حضرت سعدؓ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیے، تاکہ دشمن کی نقل وحرکت سے ہر وقت مطلع رہیں، نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب، اور سامان جنگ کی حالت دریافت کرنے کے لئے فوجی افسر متعین کردیے اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہوجاتا تھا، طویل عرصے تک معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں، اور کوئی باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی، ایک روز رستم نے جاہ وجلال کے ساتھ پیغام بھیجا کہ

Marfat.com

میں کل شدید طوفانی حملہ کروں گا، اور تمہاری فوجوں کو تہہ وبالا کردوں گا، حضرت سعدؓ نے اسلامی فوجوں کو تیاری کا حکم دیدیا۔

دوسرے روز ایرانی سپہ سالار رستم نے درمیان کی نہر کو عبور کر کے غضبناک انداز میں شدید طوفانی حملہ کیا، حضرت سعدؓ کا لشکر بھی تیار تھا خونریز جنگ ہوئی، رستم نے ایران کے جنگی ہاتھیوں کے سیلاب کو آگے بڑھایا، حضرت سعدؓ نے قبیلہ اسد، اور قبیلۂ تمیم کے سرداروں کو جو نیزے بازی کے ماہر تھے، حکم دیا کہ ہاتھیوں کے سیلاب کو ختم کرو، انہوں نے اس جوش سے کمال فن کا ثبوت دیا کہ، فتنہ جنگ کا نقشہ بدل گیا، شام کو جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے دن پھر جنگ شروع ہوئی شدید ہنگامۂ کارزار گرم ہوا، شام کی امدادی فوجیں بھی میدان جنگ میں پہنچ گئیں، اس تائید غیبی سے مسلمانوں کا جوش دوبالا ہوگیا۔

ایرانی سپہ سالار پھر جنگی ہاتھیوں کا ایک سیلاب میدان میں لے آیا وہ جس طرف جھک پڑتے تھے صفیں کی صفیں درہم برہم کردیتے تھے، حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے ہاتھیوں کا خاتمہ کرو، اس کے بعد میدان تمہارے ہاتھ میں ہے، قبیلہ اسد اور قبیلہ تمیم کے سرداروں نے پھر جان کی بازی لگا کر ہاتھیوں کو مار ڈالا، ہاتھیوں سے میدان صاف ہونا تھا، کہ جنگ کا نقشہ بدلنا شروع ہوا، مجاہدین حق نے ایسا شدید طوفانی حملہ کیا کہ ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، رستم کو بھی مجبور بھاگنا پڑا، لیکن ایک جاں باز سپاہی ہلال بن حارث نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کردیا۔

مدائن کی فتح:

ایرانی فوجیں قادسیہ سے بھاگ کر بابل پہنچ گئیں اسلامی لشکر جاہ وجلال کے ساتھ بابل کی طرف بڑھا، حضرت سعدؓ نے ایک ہی حملہ میں بابل کو فتح کرلیا، ایرانی فوج بہرہ شیر میں پہنچ گئی اسلامی لشکر نے وہاں بھی تعاقب کیا اور خونریز جنگ ہوئی، بہرہ شیر کا سپہ سالار شہر یار نامور فوجی افسر تھا، حضرت سعدؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ عجمی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں، بہرہ شیر پر اسلامی پرچم لہرادیا گیا۔

Marfat.com

بہرہ شیر اور مدائن کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے سارے پل توڑ دیئے تھے، حضرت سعدؓ نے مجاہدین حق سے کہا: ''برادران اسلام دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے، آؤ اسے عبور کرلیں، یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا، سپہ سالار اعظم کی جان بازی دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیئے، اور باہم باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، ایرانی افسراس عجیب وغریب جوش واستقلال کا منظر دیکھ کر بے تحاشا بھاگے، حضرت سعدؓ نے مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کرلیا، یزدجرد شاہ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا، مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، مدائن کی تسخیر کے بعد بارگاہ خلافت سے فرمان صادر ہوا، جس کی رو سے حضرت سعدؓ کی سپہ سالاری ختم کردی گئی، اوران کو گورنر بنادیا گیا۔

عزم واستقلال:

حضرت اسد بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کے فضائل اخلاق میں اس بات کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ وہ بے نظیر عزم واستقلال کے مالک تھے، زندگی میں کسی بڑی سے بڑی طاقت کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہ ہوسکا، انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بھی ان کی ہمت عالی، عزم راسخ، اور استقامت محکم میں فرق نہیں آتا تھا، اشاعت علم سے ان کو خاص دلچسپی تھی، جن مقامات کو انہوں نے فتح کیا تھا، وہاں بہت سے مدارس ومکاتب کھول دیئے تھے، جن میں ادنیٰ واعلیٰ کو بلاتفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی، فوجی سپاہیوں سے بے حد محبت کرتے تھے، انکی تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، ہر ایک کے ساتھ اخلاص ومحبت سے پیش آتے، اور ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، اسلامی مساوات کا ہر وقت خیال رکھتے تھے، عربی اور عجمی ان کی نظر میں سب مساوی تھے، ان کے فوجی کیمپ میں سپاہی اور افسر اور امیر اور غریب سب پہلو بہ پہلو بیٹھتے تھے، اور وہ سب کے ساتھ مخلصانہ سلوک کرتے تھے۔

Marfat.com

سخاوت اور فیاضی:

خصائل حمیدہ، اور اخلاق پسندیدہ میں یکتائے وقت اور بڑے فیاض اور سخی تھے، سادہ زندگی بسر کرنا آپ کو پسند تھا، مہماں نوازی میں شہرۂ آفاق تھے، اقربا کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اور ان کی تکلیف اور مصیبت میں شریک ہونا اپنا اہم فرض سمجھتے تھے، غریبوں اور بیکسوں کی دل جوئی اور خبر گیری آپ کا دلچسپ مشغلہ تھا۔

آپ کو عبادت وریاضت کا بے حد شوق تھا، نماز عشا سے فارغ ہوکر تلاوت قرآن میں مشغول ہوجاتے اور پچھلی رات تک تلاوت کرتے پھر تہجد سے فارغ ہوکر تلاوت کرتے، یہاں تک کہ آثار سحر نمودار ہوجاتے آپ دعا میں فرمایا کرتے تھے، اے معبود! میرا خاتمہ بہترین عمل پر کر، دین حق کی اشاعت کی توفیق دے، آپ اکثر روزے رکھتے تھے۔

آپ نے ایام جاہلیت میں بھی کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا، کبھی شراب نہیں پی، کبھی مشتبہ کھانا نہیں کھایا، اور اکثر کہا کرتے تھے۔ ''حضور سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو جسم حرام غذا سے پرورش پاتا ہے، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' آپ کو فوج کے مصارف کے لئے جو رقم ملتی تھی اس میں سے خود کچھ نہیں لیتے تھے، اپنے حصے کی بیشتر رقم مساکین میں تقسیم کردیتے تھے۔

نوجوانوں کی فوجی تربیت:

آپ نوجوانوں کو فوجی تعلیم دیتے تھے اور ان کے مصارف خود برداشت کرتے تھے، ان کو زراعت وتجارت کی بالکل ممانعت تھی، ان کا کام اور پیشہ سپاہ گری اور میدان کارزار میں کام کرنا تھا، آپ کے زیر اثر ایک رضا کار فوج تھی جو ہر وقت حرکت میں رہا کرتی تھی، آپ خود بھی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے رفیقوں کو بھی سادہ طرز معاشرت اختیار کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، آپ کی طبیعت بے حد جوہر شناس واقع ہوئی تھی، آپ جس مقام کو فتح کرتے وہاں کے قابل آدمیوں کو انتظام میں شریک کرلیتے جو شخص آپ کے رفقاء میں شریک ہوتا تو اس سے آپ عہد لیتے کہ عیش و

Marfat.com

عشرت کے زہریلے اثرات سے ہمیشہ الگ رہنا، کسی مقام کو فتح کر لینے کے بعد آپ وہاں کے امن پسند باشندوں کی سخت حفاظت کرتے اور ان کے حقوق کا احترام کرتے تھے، اگر کسی مقام پر پانی کی تکلیف ہوتی تو بارگاہ خلافت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد نہریں جاری کرنے کا حکم دیتے، تالاب تیار کراتے، آپ کی سعی و کوشش سے بہت سے مفتوحہ مقامات سرسبز وشاداب اور زرخیز ہوگئے، کئی مقامات پر آپ نے سڑکیں تعمیر کرائیں، غریبوں کے لئے مکانات بنائے، جن مقامات پر کنوئیں بند ہو گئے تھے ان کو صاف کرایا۔

حلم وانکسار:

حضرت سعدؓ ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت خلیق، حلیم، کریم اور انکسار پسند تھے، جرأت وشجاعت گویا آپ کے لئے مخصوص کردی گئی تھی، فیاض اس قدر تھے کہ آپ نے کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں کیا، اور کوئی سائل کبھی آپ کے در سے محروم نہیں گیا آپ کے اندر یہ خوبی تھی کہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے، آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر سفر میں غربا و مساکین کی امداد فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسودہ حالی عطا کی تھی، آپ نے فوجی خدمت کے سلسلے میں کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا، عبادت وریاضت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے، اکثر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نوافل پڑھتے، اول شب میں آرام کرتے، اور باقی تمام شب میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، ماہ رمضان کی ستائیسویں شب کو بالکل نہ سوتے، ساری رات نماز اور تلاوت میں گزار دیتے، اگر کوئی شخص آپ کی غلطی ظاہر کرتا تو آپ اسے فوراً تسلیم کر لیتے، اگر آپ کی تقریر سے کسی کی دل آزادی ہوتی تو اس سے معافی طلب کر لیتے تھے، آپ کو غیبت سے بے حد نفرت تھی نہ خود کرتے تھے نہ کسی سے سنتے تھے، سچ بولنے والوں کی بے حد عزت کرتے تھے۔

عبادت اور خدا ترسی:

آپ کی عبادت اور خدا ترسی مشہور تھی، ایک مرتبہ آپ کی مغرب کی نماز قضا ہوگئی

Marfat.com

تو بے حد اداس اور غمگین ہوئے، آدھی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنے کا بے حد شوق تھا، نماز تہجد سے فارغ ہوکر آپ اس طرح دعا مانگتے۔ ''اے رب! یہ بات معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی چیز قائم رہنے والی نہیں ہے، اور کوئی حالت بھی برقرار رہنے والی نہیں ہے، میں بھی قائم نہیں رہونگا اے رب! میرے گناہوں کو معاف فرما، اے رب! مجھے ایسا کردے کہ علم کے ساتھ بولوں، صدق کے ساتھ بولوں، اور حلم کے ساتھ خاموش رہوں، میرے معبود! مجھے خدمت خلق کی توفیق دے۔''

حضرت عبدالرحمن بن حارث بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو حضرت سعدؓ کو بے حد خوشی حاصل ہوتی، والہانہ انداز میں فرماتے، خیر و برکت کا مہینہ آگیا، ایثار وخلوص کا مہینہ آگیا، بڑے جاہ وجلال کے ساتھ روزے رکھتے، دل کھول کر مساکین کی امداد کرتے، حج کا بھی بے حد شوق تھا، جنگی مصروفیت کے باوجود ہر سال حج کیلئے جاتے تھے۔

غریب نوازی:

سپہ سالار ہونے کے باوجود آپ بے حد رحمدل تھے، غرور سے پاک تھے، چھوٹے چھوٹے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، غریبوں کے جو وظائف مقرر تھے، وہ خود جا کر تقسیم کرتے تھے، اسلامی مساوات کا ہر وقت خیال رکھتے تھے آپ کے نزدیک ادنیٰ واعلیٰ، اور امیر وغریب سب کا ایک رتبہ تھا، باوجود آسودہ حال ہونے کے سادہ مزاج تھے، ظاہری شان وشوکت کو پسند نہیں کرتے تھے، سادہ لباس پہنتے، اور سادہ کھانا کھاتے، آپ کی اس وضع داری میں کبھی فرق نہیں آیا۔

غیر مسلم امرا کے جو نمائندے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ سادگی کی وجہ سے آپ کو مشکل سے پہچانتے تھے، بعض ناواقف لوگ خود آپ سے ہی دریافت کرتے کہ اس لشکر کا سپہ سالار کون ہے؟ اگر کوئی شخص شاندار لباس پیش کرتا تو آپ قبول نہ کرتے اور فرماتے، میرا سادہ لباس میری عادت کے واسطے زیادہ مناسب ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں شاندار لباس کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کی وجہ سے عزت دی ہے، اس

Marfat.com

لئے ہم شاندار لباس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

رفاہ عام کے کام:

حضرت سعدؓ کے امتیازی خصائص میں ہم اس بات کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ کسی مقام کو فتح کرنے کے بعد وہ امن پسند باشندوں کی خود حفاظت کرتے تھے، اور یہ اعلان کر دیتے تھے کہ کاشتکاروں کو ان کی آراضیات سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی، جن مقامات کو آپ نے فتح کیا وہاں کی آراضیات مزروعہ ہر تباہی سے محفوظ رہیں، یہاں تک کہ افتادہ زمین بھی کثرت سے آباد ہو گئیں، محاصل بہت کم مقرر کئے گئے بہت سے مقامات پر ایرانی، یونانی اور قبطی ملازم بھی رکھے گئے اور ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا گیا، جابجا نہریں جاری کی گئیں، پانی کی تقسیم کے لئے مناسب انتظامات کئے گئے، آپ جس علاقہ کو بھی فتح کر لیتے وہاں امن وآسائش کی ترقی کے لئے بے پناہ کوشش کرتے، کئی مقامات پر آپ نے غریبوں کی آسائش کی ترقی کے لئے بے پناہ کوشش کرتے، کئی مقامات پر آپ نے غریبوں کی آسائش کے لئے مکانات تعمیر کرائے، مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے مناسب انتظام کیا جن مقامات پر پانی کی سخت تکلیف تھی وہاں کنوئیں کھدوائے، مساجد تعمیر کیں، اور ان میں فرش بچھانے کا انتظام فرمایا، اشاعت اسلام کے لئے ایسے لوگوں کو مقرر کیا، جو رحمدل پرہیزگار اور قناعت پسند تھے۔

انہوں نے اپنے ذاتی سرمائے سے عراق وایران میں بہت سے، مدارس ومکاتب کھول دئے تھے، جن میں جملہ اقوام مسلم وغیر مسلم کو بلاتفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔

اسیران جنگ سے سلوک:

حضرت سعدؓ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اسیران جنگ کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتے تھے، اگر کسی جنگی قیدی کو کوئی تکلیف پہنچتی تو ان کا دل ایک اضطراب محسوس کرتا تھا، ان کی رحمدلی اور شفقت ورافت کا یہ عالم تھا کہ جیسا کھانا خود

Marfat.com

کھاتے ایسا ہی اسیران جنگ کے لئے تیار کراتے، جب تک اسیران جنگ کے سونے کا انتظام نہ کر دیتے خود نہیں سوتے تھے، حضرت سعدؓ کی یہ عادت تھی کہ اگر اسیران جنگ کے خیمے میں سے کسی قیدی کے کراہنے کی آواز آتی اور وہ اس وقت نماز میں مشغول ہوتے تو نماز مختصر کر دیتے اور قیدی کے پاس جا کر اس کا حال دریافت کرتے، اگر کوئی سپاہی مقروض شہید ہو جاتا تو اپنے پاس سے اس کا قرض ادا کرتے۔

پاکیزہ خصائل:

کسی رئیس کی طرف سے کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے، حضرت سعد بڑے ہی نیک دل بزرگ تھے، کسی شخص کو غیبت کرنے کی اجازت نہ تھی، اگر کوئی ایسی جرأت کرتا تو فرماتے کسی کی غیبت میرے سامنے نہ کرو، میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔

لطافت طبع، رقت قلب اور اثر پذیری حضرت سعدؓ میں بدرجۂ اتم موجود تھی، وہ کسی کے دکھ درد کو دیکھ نہیں سکتے تھے، تقریر درد آفریں اور اثر آفریں ہوتی تھی، ان کی تقریر سننے والوں کے دل اس طرح ہل جاتے تھے جس طرح پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم صبح کی خاموش وحرکت سے ہل جاتی ہیں، اتباعِ سنت کا آپ کو بے حد شوق تھا، ہر ہر قدم پر اسوۂ رسول کو سامنے رکھتے تھے، اور لوگوں سے کہتے تھے تمہارے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تقلید کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

(تذکرۃ الکرام جلد اول ص ۲۲۸)

حضرت سعدؓ بے انتہا ذہین تھے، بہت سی حدیثیں ان کو یاد تھیں، مناقب سعد میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حارث بن عبداللہ ایک خادم شب و روز آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہو گیا تو بعض لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا، پوچھا، حق تبارک وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ حارث نے کہا: رحیم وکریم مالک نے مجھ پر فضل کیا، اور بسبب خدمت حضرت سعدؓ کے مجھے بخش دیا، اسی حارث بن عبداللہ کا بیان ہے، میں دس برس تک حضرت سعدؓ کی خدمت میں رہا، میں جانتا ہوں کہ وہ پرہیز گاری

Marfat.com

میں مرتبہ اعلیٰ رکھتے تھے، کبھی کسی کا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے، قائم اللیل اور صائم النہار تھے جو شخص ریا کاری کی باتیں کرتا اس سے بے حد نفرت کرتے، ایران کے ایک علاقے میں ایک سپاہی کی ماں بیمار تھی، اس کے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے، سپاہی نے اپنی والدہ کا حال بیان کیا، آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور خاموش ہوگئے، وہ سپاہی جب اپنے گھر پہنچا، اس کی ماں دروازے تک آئی، اس نے کہا: مجھے خود بخود صحت حاصل ہوگئی، حضرت سعدؓ رات کے زیادہ حصے میں عبادت کرتے تھے کثرت سے نوافل پڑھتے تھے، ہر رکعت میں پچاس آیتیں پڑھتے تھے، جب رحمت و مغفرت کی آیات پڑھتے تو سب مومنین کے لئے نجات طلب کرتے، آپ نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا لقمہ نہیں کھایا، جس کے پاک ہونے میں ذرا بھی شبہ ہو، جب عہد جاہلیت کے حالت پر غور فرماتے تو اشکبار ہوجاتے۔

حضرت اسید بن نعمان بیان کرتے ہیں، فوج کے افسر عام طور پر سخت مزاج ہوتے ہیں، لیکن حضرت سعدؓ بے انتہا رحمدل تھے، جبروت الٰہی کا ان پر اس قدر اثر تھا کہ جب وضو کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رنگ چہرۂ مبارک کا زرد ہوجاتا، اور جسم پر لرزہ طاری ہوجاتا، جب کسی مقام کو فتح کرلیتے تو فوراً سجدۂ شکر ادا کرتے، جب کسی مقام کی طرف فوجیں بڑھاتے تو پہلے سجدہ کرلیتے، دستر خوان اس قدر وسیع تھا کہ دونوں وقت غربا و مساکین آپ کے ساتھ کھانا کھاتے، ماہ رمضان میں بوقت شب خود جاکر بہت سے محتاجوں کو کھانا کھلاتے، آخر شب میں اس قدر روتے کہ جائے نماز آنسوؤں سے تر ہوجاتی، ایک روز ایک آتش پرست آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی، اس نے دعا کی آرزو کی، آپ نے سربسجدہ ہوکر دعا مانگی، اور آتش پرست کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیا، اللہ کے فضل وکرم سے اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور زمین وآسمان اور ساری چیزیں اسے نظر آنے لگیں، اس شخص نے برضا ورغبت اسلام قبول کرلیا، حضرت سعدؓ کبھی کبھی آہ سرد بھر کر فرماتے، یہ فانی دنیا اور یہ زندگی ختم ہونے والی ہے، اور لوگ فانی لذتوں میں محو ہیں۔

حضرت سعدؓ ایثار وخلوص، عفو درگزر اور زہد وتقوے میں یگانہ روزگار، حلم وصبر، اور

Marfat.com

عزم واستقلال میں لاجواب اور عدل ورافت میں بے نظیر تھے، آپ کی جرأت وشجاعت مشہور تھی، غربا و مساکین اور مسافروں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

آپ جس مقام پر تشریف لیجاتے بازاروں میں گشت لگا کر لوگوں کو خوف خدا سے ڈراتے، سچ بولنے اور اچھا سودا بیچنے کی ہدایت کرتے، خیاطوں کی دوکانوں پر جا کر کہتے اللہ سے ڈرو، آنے والے وقت کو یاد رکھو، کپڑے میں خیانت نہ کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے قیامت کے دن خیانت کرنے والا ذلیل وخوار ہوگا، بچا ہوا کپڑا مالک کو واپس دیدو کیونکہ وہ اس کا جائز حقدار ہے، اگر کسی مزدور کو آپ پریشان دیکھتے تو اس کا بوجھ اٹھا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتے، اور راستے میں یہ پڑھتے والعاقبة للمتقین. (عاقبت ڈرنے والوں کے لئے ہے) اگر کوئی شخص راستہ بھول جاتا تو آپ اس کی راہ نمائی کرتے اور اسے منزل مقصود تک پہنچا دیتے، جس زمانے میں آپ نامور سپہ سالار تھے اس وقت بھی آپ کی انکسار پسندی ضرب المثل تھی۔

....

Marfat.com

حضرت زید بن حارثؓ

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے ان کی شان کو نہایت ارفع واعلیٰ کر دیا ہے، حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو ہمت عالی، عزمِ راسخ اور استقامت محکم کی دولت فیاضی سے عطا کی تھی، کسی بڑے سے بڑے لشکر کا رعب ان کے مقدس دل پر سایہ فگن نہ ہوسکتا تھا۔

وہ اسلامی مساوات کا ہر لمحہ خیال رکھتے تھے، ان کی نگاہ میں ادنیٰ واعلیٰ سب مساوی تھے، وہ اسیران جنگ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے تھے، وہ جس مقام پر بھی جاتے پرہیز گاری، عدل، خشیت من اللہ، ایثار واحسان اخلاص وصدق اور رضا وتسلیم کے مقامات کو سامنے رکھتے تھے، ان کا طرق عمل یہ تھا کہ معمولی سپاہیوں کو مشورے میں شریک کرتے تھے، ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لیتے تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ جاں باز سپاہی، بیدار مغز افسر اور کامیاب خطیب تھے۔

لطافت طبع، رقت قلب، اور شجاعت، ان کے اندر بدرجۂ اَم موجود تھی، انداز بیان میں سادگی تھی، لیکن اثر آفرین تقریر کرتے تھے، ان کی تقریر سے دل اس طرح ہل جاتے تھے جس طرح پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہل جاتی ہیں، بعض رزم گاہوں میں ان کے لئے ابتلا وامتحان کے شدید مواقع سامنے آئے لیکن ان کے استقلال میں کبھی فرق نہیں آیا۔

بعض ریگستانوں میں ان کو بھوک پیاس اور تیز دھوپ کا مقابلہ کرنا پڑا، لیکن دھوپ کی شدت سے ان کی حرارت اسلام اور استقامت محکم میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی، ان کی قربانیاں لائق تقلید ہیں۔

Marfat.com

یہ بات معلوم ہے کہ انسان مال ودولت سے بے نیاز ہوسکتا ہے، لیکن ماں باپ، بھائی بہن، اور اعزہ واقارب کے تعلقات کو نظر انداز کردینا سخت مشکل ہے، زید بن حارثؓ نے یہ عظیم قربانی بھی پیش کی ہے۔

خاندانی حالات:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں زید بن حارثہؓ یمن کے ایک معزز ومحترم خاندان کے رکن تھے، ان کی والدہ سعدیہ بنت ثعلبہ ایک مرتبہ اپنے صغیر السن لخت جگر کو ساتھ لیکر اپنے میکے جارہی تھیں، اسی اثنا میں چند غارت گر اس نونہال کو خیمے کے قریب سے اٹھا کر لے گئے، اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کردیا، (حضرت حکیم بن حزام نے ان کو چار سو درہم میں خرید کر، اپنی پھوپی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کیا، جن کی وساطت سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ثانی ص ۲۷)

حضرت زیدؓ کے والد حارثہ کو اپنے لخت جگر کے گم ہوجانے کا شدید صدمہ تھا، ان کے فراق میں چند اشعار لکھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ''زید کے غم میں آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے، کاش میں جان سکتا کہ وہ مجھے کبھی مل جائیگا جب آفتاب طلوع ہوتا ہے، تب میں اسے یاد کرتا ہوں، اور جب لیلائے شب اپنے گیسو بکھیر دیتی ہے تب بھی اس کی یاد مجھے بے چین کرتی ہے۔''

رنج واضطراب کا یہ طوفان برپا تھا کہ ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے ارادے سے مکہ آئے انہوں نے زید کو پہچان لیا، اور ان کے والد کو اطلاع دی، بنی کلب کے ارکان نے جب یوسف گم گشتہ کا حال ان کے والد سے کہا تو ان کو بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی، ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، اسی وقت اپنے بھائی کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر التجا کی کہ ''حضور! آپ سراپا رحمت ہیں مصیبت زدوں کی دست گیری فرماتے ہیں، ہمارے لڑکے کو آزاد کردیجئے'' ارشاد ہوا ''وہ کون ہے؟'' حارثہ نے دست بستہ

Marfat.com

عرض کیا'' زید بن حارثہ'' حضور نے زید کو طلب فرمایا، اور زید سے کہا'' تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟'' عرض کی'' ہاں یہ میرے باپ اور چچا ہیں'' حضور نے فرمایا'' تمہیں اختیار ہے اگر تم اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانا چاہو تو جا سکتے ہو، اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو'' حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہنشاہ کونین کی غلامی میں جو لطف ملا تھا، اس پر صدہا آزادیاں نثار تھیں، عرض کیا: میں ایسا نہیں ہوں جو حضور کو چھوڑ دوں، آپ ہی میرے باپ، ماں ہیں۔''

حضرت زید کی اس مخلصانہ وفا شعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محو حیرت کر دیا، تعجب سے کہا: زید! تم آزادی، ماں باپ، اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ کہا: ہاں مجھے اس ذات پاک میں ایسے ہی محاسن نظر آئے ہیں، حضرت زیدؓ نے اپنی غیر متزلزل وفا شعاری سے حضور رحمت عالم کے مقدس دل کو بے حد متاثر کیا، حضور اکرمؐ نے خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس ان کو لے جا کر اعلان فرمایا، زید آج سے میرا فرزند ہے۔'' اس اعلان سے ان کے باپ اور چچا کے افسردہ دل گل شگفتہ کی طرح کھل گئے، والد کو مفارقت گوارا نہ تھی، تاہم اپنے لخت جگر کو ایک شفیق اور معزز باپ کے زیر سایہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا، اور امتنان و مسرت کے ساتھ واپس چلے گئے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حق تعالیٰ نے خلعت نبوت عطا فرمایا تو حضرت زیدؓ نے ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا حضور کے حکم سے حضرت زیدؓ نے ام ایمن سے نکاح کر لیا، اور حضرت اسامہ بن زیدؓ جو اپنے والد کے حبیب رسول اللہؐ کے لقب سے مشہور ہوئے، حضرت ام ایمن ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(طبقات ابن سعد جز ثالث ص ۳۰)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر جب حضرت زید مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو دین حق کی خدمت میں مشغول ہو گئے، امن کی حفاظت کے لئے جتنی لڑائیاں ہوئیں، حضرت زید بن حارثہؓ ان میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوہ بدر پیش آیا، حضرت زیدؓ نے اس معرکہ میں نہایت جاں بازی اور دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، غزوہ احد میں

Marfat.com

بھی انہوں نے جاں بازی کا ثبوت دیا، جنگ احد میں جب تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے بدل گئی، اور مشرکین کے اچانک حملے سے حامیان حق کے پاؤں متزلزل ہو گئے یہاں تک کہ شمع نبوت کے قریب صرف چودہ صحابہ رہ گئے تو اس وقت بھی یہ وفا شعار، مجاہد، جاں نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔ (تذکرۃ الکرام)

۵ھ ہجری میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا تھا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا تھا، اسی معرکہ کا نام غزوۂ خندق ہے، اس موقع پر بھی حضرت زیدؓ نے مخلصانہ خدمات انجام دی ہیں، اہل کفر بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کئے رہے، لیکن پھر کچھ تو ارضی وسماوی مصائب، اور کچھ مجاہدین حق کے غیر معمولی عزم واستقلال سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، حضرت زیدؓ غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قرنطیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے، پھر خیبر کی لڑائی میں بھی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔

رمضان ۸ھ ہجری میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا، اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنے کے بعد بے کسی کی حالت میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے، اس اہم موقع پر بھی حضرت زیدؓ ہم رکاب تھے، فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین جنگ طائف، اور تبوک میں بھی شریک ہوئے۔

حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زیدؓ کی اخلاقی شان نہایت ارفع واعلیٰ تھی، خشیت الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ان کا پیمانہ قلب لبریز تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت زیدؓ کا دامن فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا، خوف خدا حب رسولؐ صدق وعفاف، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔

غزوۂ احد میں انہوں نے جس جاں بازی اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا تھا، وہ اپنی مثال آپ تھا، اہل کفر کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام

Marfat.com

تلواریں چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں، اس نازک وقت میں اس جاں باز نے بہترین شجاعت کا ثبوت پیش کیا، تلواروں اور نیزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اور جان کو ہتھیلی پر رکھ کر شمع ہدایت کی حفاظت کا فرض انجام دیا، سفر میں اکثر حضور رحمت عالمؐ کے ساتھ رہتے تھے، اور بڑے شوق سے حضورؐ کے خیمے کے قریب رات بھر پہرہ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الکرام)

عظیم کارنامے:

حضرت زیدؓ فنون جنگ میں مخصوص کمال رکھتے تھے، ان کا شمار ان مشاہیر صحابہ میں تھا جو فنون جنگ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے معرکۂ بدر سے غزوۂ موتہ تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے سب میں شجاعت کے ساتھ شریک کارزار ہوئے۔

(الطبقات ابن سعد حصہ مغازی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: زید بن حارثہؓ اپنے فضائل ومحاسن کی وجہ سے نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے، سب سے پہلے ان کو سریۂ قردہ میں سپہ سالار بنایا گیا، جسمیں انہوں نے غنیم کو نہایت کامیابی کے ساتھ شکست دی، اور قردہ کے سپہ سالار فرات بن حیان کو گرفتار کر کے لائے۔

ربیع الثانی ۶ھ ہجری میں بنوسلیم کی سرکوبی پر مامور ہوئے، اس جنگ میں بھی حضرت زیدؓ کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی، اسی سال قریش کے ایک قافلہ کو جو شام سے واپس آرہا تھا، روکنے کا حکم ہوا حضرت زیدؓ ایک لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوئے، اور تمام جنگجو سرداروں کو گرفتار کر لائے، قیدیوں میں ابوالعاص بھی تھے، جو حضور سرور عالمؐ کے داماد تھے، جنہوں نے حضور رحمت عالم کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کی پناہ حاصل کر کے مخلصی پائی، ماہ رمضان المبارک ۶ھ ہجری میں وادیٔ قریٰ کی مہم پر مامور ہوئے، وادیٔ قریٰ کے سردار بے حد جنگجو، فتنہ انگیز اور سرکش تھے، حضرت زیدؓ احتیاط کے خیال سے دن کو پہاڑوں میں چھپ جاتے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے قطع منازل کرتے، یہاں تک کہ ایک روز یکا یک غنیم پر جا پڑے، تمام جنگجو سرداروں کو تہ تیغ کیا، اور بہت سے قیدی گرفتار کر لائے۔

Marfat.com

حضرت زیدؓ کے عظیم تر کارناموں میں غزوۂ موتہ ہے، موتہ دمشق کے قریب ایک مقام کا نام ہے، شرجیل غسانی نے وہاں ایک عظیم لشکر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا، اس عظیم مہم کے لئے حضرت زیدؓ کو منتخب کیا گیا، حضرت زیدؓ ایک جانباز مجاہد تھے جو بہادری اور شجاعت میں بے نظیر تھے، تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو پسند کیا، حضرت زیدؓ اپنے لشکر کو آراستہ کر کے منزل بمنزل طے کرتے ہوئے موتہ پہنچ گئے، شدید خوں ریز جنگ ہوئی، عرب کے بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا، اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل گئی، دشمن کی فوجیں دیوار کی طرح جمی کھڑی تھیں، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، حضرت زیدؓ نے ایک اثر آفریں تقریر کی، لشکر میں اک آگ لگ گئی، اسلامی فوج سیلاب کی طرح بڑھی، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

حضرت زیدؓ جوش میں آ کر دشمن کی صف میں گھس گئے، دیر تک گھمسان کی جنگ رہی، ایسی حالت میں نیزہ کے ایک وار سے اسلامی سالار فوج حضرت زید شہید ہو گئے، آپ کے بعد یکے بادیگرے حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم سنبھالا، اور واصل بحق ہوئے ان کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے علم ہاتھ میں لیا، اور غازیان دین کو جمع کر کے ایک ایسا حملہ کیا کہ غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے، اور مسلمان کامیاب ہوئے، حضرت زیدؓ کے شہید ہو جانے کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو حضور اکرمؐ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

فضائل اخلاق:

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیان فرماتے ہیں زید بن حارثؓ کی جاں نثاری لائق ذکر ہے وہ اشاعت دین اور اعانت محبوب رب العالمین میں ہمیشہ حاضر و مستعد رہے، انہوں نے دین حق کی اشاعت کے لئے ایسی ایسی خیر خواہیاں کی ہیں، جو اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں، زید بن حارثہؓ عادات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ میں

Marfat.com

یکتا تھے، ان کو سادہ زندگی بسر کرنا مرغوب تھا، مہماں نوازی میں شہرہ آفاق تھے، غریبوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنا، اور ان کی تکلیف اور مصیبت میں کام آنا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔

ایک روز آپ بازار سے گزر رہے تھے، ایک شخص نے کہا: آپ بہت ہی کم تر لباس پہنتے ہیں، آپ نے جواب دیا، حق تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت دی ہے، ہمیں ظاہری شان وشوکت کی ضرورت نہیں، سفر وحضر اور جلوت وخلوت میں ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ (تذکرۃ الکرام)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ کئی بار سفر کیا، وہ کبھی خیمہ یا چھولداری لگا کر نہیں رہتے تھے دھوپ کے وقت صرف ایک چادر درخت پر ڈال کر اس کے سائے میں آرام کر لیتے تھے، اپنے ساتھیوں کو بھی دھوپ کھانے، موٹا کپڑا پہننے، اور سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتے تھے، وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے، اس کے اظہار میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اگر کوئی شخص ان کی تعریف کرتا تو اسے پسند نہ کرتے اور فرماتے، کیا تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، رزم گاہ میں اگر سپاہیوں کو پانی کی ضرورت ہوتی تو خود پانی بھر کر لے آتے، ایک روز ایک میدان میں اپنے کندھے پر پانی کی بھری ہوئی مشک اٹھائے ہوئے چلے جارہے تھے میں نے کہا: لائیے مجھے دیدیجئے، فرمایا: نہیں، میں خود اس کام کو انجام دوں گا، تاکہ میرے دل میں غرور پیدا نہ ہونے پائے، تہجد کی نماز بڑی پابندی سے پڑھتے تھے، جب رات آخر ہوتی تو اپنے ساتھیوں کو بھی نماز کے لئے جگا دیتے تھے۔

نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ زید بن حارثہؓ بے حد حلیم الطبع اور انکسار پسند تھے، ہر مصیبت کے موقع پر غریبوں کی خدمت کرتے تھے، آپ کے نزدیک سب سے محبوب یتیم اور مسکین تھے، اکثر دن کو روزہ رکھتے، شب کو قیام کرتے، اول

Marfat.com

شب میں کسی قدر سو رہتے باقی تمام شب عبادت الٰہی میں بسر کرتے، جمعہ کی رات کو بالکل نہ سوتے ساری رات نماز وتلاوت میں گزار دیتے تھے، آپ کو غیبت سے بے حد نفرت تھی، نہ کبھی خود کرتے تھے نہ کسی سے سنتے تھے، اگر کسی دوست سے کوئی غلطی ہوجاتی تو اسے فوراً معاف کردیتے، کسی کی طرف سے دل میں کدورت نہیں رکھتے تھے، اگر کوئی شخص آپ کی غلطی ظاہر کرتا اسے فوراً تسلیم کرلیتے اور معذرت سے پیش آتے، ایثار واخلاص میں یگانۂ روزگار تھے، عبادت وریاضت اور تسلیم ورضا میں بے مثل تھے، آپ غرباء ومساکین سے دوستی پیدا کرتے اور مسافروں اور مہمانوں کو بہت عزیز رکھتے تھے، اکثر یہ فرماتے آخرت کی کامیابی ان کے لئے ہے جو غرور نہیں کرتے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ زید بن حارثہؓ حضرت سرور عالمؐ کے نقش قدم پر چلتے تھے، ان کے اندر شان انکسار بدرجہ اتم موجود تھی، ایک دن میں ان کے گھر میں گیا، ان کے گھر میں سوائے ایک پرانے بوریئے کے کچھ نہ تھا، جس پر وہ لیٹے ہوئے تھے، ایک شخص کے سوال کے جواب میں کہا: میں اس گھر کو آراستہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا، جس سے مجھے بہت جلد رخصت ہونا ہے۔

عبادت گذار سپاہی:

جب وہ فوجی افسر، اور سپہ سالار بنادئے گئے تھے، تب بھی اپنی جوتیوں کی خود مرمت کرتے، اپنے کپڑے خود سیتے، پرانے کپڑوں میں پیوند لگاتے میدان جنگ میں بھی ان کے جسم پر موٹے اور سخت کپڑے ہوتے تھے، جو کی روٹیاں پکا کر ساتھ رکھتے، اگر دودھ مل جاتا تو اس میں بھگو کر کھاتے، ورنہ پانی کے سہارے سے کھالیتے، کبھی کبھی روٹیاں اس قدر سخت ہوجاتیں کہ ان کو ہاتھوں سے گھٹنوں پر مار کر توڑتے۔

(تذکرۃ الکرام)

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں، حضرت زید بن حارثہ ایک طرف ایک کامیاب فوجی افسر اور دوسری طرف عظیم تر عابد وزاہد تھے، آپ اکثر تمام شب بیدار رہتے، ہر شب میں چار سو رکعت نوافل ادا کرتے، اور تلاوت قرآن وذکر الٰہی میں

Marfat.com

مشغول رہتے، جب صبح ہوتی تو بعد ادائے نماز فجر طلوع آفتاب تک قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور اکثر حالت ذوق وشوق میں اشکبار ہو جاتے، آپ کو نماز میں غایت خشوع وخضوع سے اس قدر استغراقی ہو جاتا کہ دیر تک سربسجدہ رہتے، جب ان کو کسی بات پر غصہ آتا تو انتہائی صبر وتحمل سے کام لیتے، جب کسی سے وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے، دنیا کا جاہ وجلال آپ کو پسند نہ تھا، اکثر خوف خدا سے اشکبار رہتے، ہمیشہ سادہ لباس پہنتے اور جو کھانا موجود ہوتا بے تکلف کھا لیتے، حضور رحمت عالمؐ کے جاں نثاروں کی عظمت فرماتے، اکثر بسجدہ ہو کر ربنا ربنا کہا کرتے تھے۔

اس زہد وقناعت کے باوجود وہ ایک کامیاب فوجی افسر، اور دور اندیش سپہ سالار تھے، چنانچہ رزم گاہوں میں جس شان کے ساتھ انہوں نے اپنے فرائض کو انجام دیا، اس کی نظیریں کم ہیں، ان کی فوجوں کی وفاداری ہر حال میں اپنے سراپا ایثار سپہ سالار کے ساتھ قائم رہتی تھی، وہ بزرگ شب بیدار ہونے کے علاوہ نہایت شائستہ اخلاق اور اعلیٰ سپاہیانہ اوصاف کے مالک تھے، ان کا عظیم تر اور گراں قدر سرمایہ حق سبحانہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ تھا، وہ فوج کشی کے وقت جنگی ساز وسامان اور سپاہ کی کثرت سے زیادہ اپنے رب کی رضا مندی اور فضل وکرم پر اعتماد رکھتے تھے، اور اسی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے جنگی ساز وسامان اور سپاہ کی قلت کے باوجود کامیاب ہوتے تھے۔

....

Marfat.com

حضرت اسامہ بن زیدؓ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر فیض تربیت حاصل کیا ہے، اور یہ ایسی خصوصیت ہے، جس نے ان کی شان کو نہایت ہی ارفع واعلیٰ ثابت کر دیا ہے، وہ جب کسی عنوان پر تقریر کرتے تو جملہ علوم ومعارف اور حقائق ومعانی کے دفتر کھول دیتے وہ جس علاقے میں جاتے ان کے انداز تبلیغ کو پسند کیا جاتا، وہ اس طرح دین حق کی تبلیغ کرتے کہ لوگوں کے دلوں میں ثواب ابدی، نعمائے الٰہی، رضوان ربانی کی آرزو پیدا ہو جاتی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زیدؓ بے حد انکسار پسند تھے، لیکن ان کے اندر ملک داری، جہانبانی، جہاں کشائی اعانت حق کی بے نظیر قابلیت موجود تھی، وہ سراپا ایثار اور پکے مجاہد تھے لیکن جملہ معاملات اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو سامنے رکھتے تھے۔

حضرت اسامہؓ ایک طرف تو اس قدر جری تھے کہ بڑی سے بڑی طاقت کا بھی رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوتا تھا، لیکن دوسری طرف اس قدر نرم دل تھے کہ اگر کوئی شخص آپ پر زیادتی بھی کرتا تھا اسے معاف کر دیتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے چند کافروں کا محاصرہ کر لیا، کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ دشمن سخت تکلیف میں ہیں، اور بھوک نے ان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے، آپ نے فوراً محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیدیا۔

وہ ایک شریف اور رحمدل سپہ سالار تھے، اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اپنے رفیقوں کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، اگر لشکر میں کوئی سپاہی مقروض ہو جاتا تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیتے، اگر کسی کی پریشانی کا حال معلوم ہوتا

Marfat.com

تو اس کے پاس پہنچ کر اس کے دکھ درد میں شریک ہوتے، اکثر سپاہیوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہوجاتے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی یہ خصوصیت بھی لائق ذکر ہے کہ شروع ہی سے اسلام کی روشنی نے ان کے دل کو منور کردیا تھا، توحید ورسالت پر ایمان لانے والوں میں ان کو خاص عظمت حاصل ہے، ان کے والد ماجد حضرت زیدؓ نے جب اسلام قبول کیا تھا وہ بڑا نازک وقت تھا، اس وقت جو کوئی مسلمان ہوجاتا تھا، اس پر طرح طرح کے ظلم وستم توڑے جاتے تھے، لیکن حضرت اسامہؓ کا شمار ان پاک بندوں میں ہے جن کا دل آغوش مادر ہی میں اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھا تھا، ان کے محاسن کی وجہ سے حضور اکرمؐ ان سے بے حد محبت کرتے تھے، دربار رسولؐ میں ان کو بڑا رسوخ حاصل تھا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جہاں تک میں جانتا ہوں، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حضرت رحمت عالم کو پیارے تھے۔

سپاہیانہ کارنامے:

(حضرت اسامہؓ وہ غازی اسلام ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسلام کی حفاظت کے لئے سب سے پہلے ان ہی کی تلوار میان سے باہر نکلی۔)

اکثر فضائل ومحاسن اور خدمت اسلام کے سلسلے میں حضرت اسامہ کا مرتبہ بے حد بلند ہے، خصوصاً وصال رسول کے بعد دشمنان حق کی سرکوبی اور حوصلہ شکنی ان کی زندگی کا شاندار کارنامہ ہے، دشمنان حق کو جب یہ اطلاع ملی کہ سپہ سالاری کی عزت اسامہ بن زیدؓ کو حاصل ہوئی ہے تو وہ لرز گئے۔

وصال رسول کے بعد بعض دشمنان حق کے حوصلے بلند ہوگئے تھے لیکن حضرت اسامہؓ نے اپنی دلیری، بہادری اور جاں نثاری سے ان کے حوصلے پست کردیے، انہوں نے ایسی جانبازی کا ثبوت دیا، اور ایسی لاجواب شجاعت سے مقابلہ کیا کہ دشمنوں کی

Marfat.com

ہمت ٹوٹ گئی۔

حضرت اسامہؓ ایک کامیاب خطیب اور مقرر تھے، انہوں نے وصال رسولؐ کے بعد اپنی پر جوش تقریروں سے فرزندان توحید میں ایسا جوش وخروش پھیلا دیا تھا کہ ہر چھوٹا بڑا خدمت اسلام کے لئے بے قرار تھا۔

ان کی جرأت وشجاعت کا یہ عالم تھا کہ وہ جب ننگی تلوار سنبھال کر رزم گاہ میں تکبیر کے نعرے بلند کرتے تو ہر مجاہد جہاد کے شوق میں مست ہو جاتا، اور میدان جنگ کی زمین دہل جاتی۔

فضائل واخلاق:

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں حضرت اسامہؓ فنون جنگ کے ماہر ہونے کے علاوہ سراپا ایثار اور داعی اسلام بھی تھے، حق تبارک وتعالیٰ نے ان کو فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ کا مالک بنایا تھا، انہوں نے اپنی ذات کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا، داد خواہی مظلومان، دست گیری بیچار گارن حفاظت مسافران، یہ ان کے خاص اوصاف تھے، وہ نہایت شیریں زبان تھے، دشمن کو بھی دوست بنا لیتے تھے، وہ اپنے ساتھیوں سے کہتے، برائی کی مدافعت بھی خوبی ونیکی سے کرو، وہ زیادتی کرنے والوں سے بھی انتقام لینا پسند نہیں کرتے تھے۔

وہ جن علاقوں میں تبلیغ کے لئے جاتے تو وہاں بیان کرتے کہ میرے آقا ومولا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم احسان یہ ہے کہ انہوں نے رب السماوات والارض سے محبت کرنے کا طریقہ سکھایا، انہوں نے ظلم کرنے والوں کو ظلم واستبداد سے روکا، انہوں نے عداوت کرنیوالے دشمنوں کو معاف کر دیا، انہوں نے عظیم مساوات کی تعلیم دی، ان کی نگاہ میں امیر وغریب سب مساوی ہیں، انہوں نے بت پرستی کو مٹایا، امراض قلوب کا علاج کیا، قیام سلامتی کے لئے عظیم جدوجہد کی، انہوں نے تباہ کن رسوم کی زنجیروں کو توڑ دیا، انہوں نے غلامی کی بیڑیوں کو کاٹ دیا، انہوں نے جواز جنگ کے لئے چند شرطیں قائم کی ہیں، چنانچہ اسلام کے مجاہدین اس وقت تلوار ہاتھ میں

Marfat.com

لیتے ہیں جب امن پسند لوگوں کو انسانی حقوق سے بالکل محروم کر دیا جاتا ہے، جب امن پسند لوگوں کی جان و مال کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، جب امن عامہ کا قیام مفقود ہو جاتا ہے، یہ ہے اسلام کا قانون جنگ، جب جواز جنگ کے لئے حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو ہم اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

ایثار و اخلاص:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ایثار و اخلاص، اور تقوے اور پرہیز گاری میں یگانۂ روزگار اور جرات و شجاعت میں امتیازی شان کے مالک تھے، آپ اپنے رفیقوں اور ساتھیوں کی دل نوازی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے، ان کا معمول تھا کہ اپنے رفیقوں میں گشت کرتے اور لوگوں کا حال دریافت کرتے، اور ہر شخص کی خدمت کے لئے آمادہ رہتے، سادگی کا یہ عالم تھا کہ اپنی جوتیاں خود سیتے اور اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے سرداری کے زمانے میں بھی موٹا اور سادہ لباس پہنتے تھے، اور فرماتے تھے، سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے یہ لباس عطا فرمایا جس سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے، اکثر روزے رکھتے اور ستو سے افطار کرتے، بعض شامی دوستوں نے فالودہ پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں کیا، اور فرمایا: میں اپنے نفس کو ایسی چیزوں کا عادی بنانا پسند نہیں کرتا۔ (تذکرۃ الکرام)

فروتنی اور خدمت خلق:

حضرت اسامہؓ میں سرداری کی بے نظیر قابلیت تھی، وہ عادات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے، مآل اندیش اور بدتر تھے، فیاض اور سخی تھے، جرأت و شجاعت میں شہرۂ آفاق تھے، سادہ زندگی بسر کرتے تھے، ساتھیوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنا، ان کے دکھ درد میں ہمہ تن شریک رہنا اپنا فرض سمجھتے تھے، باوجود افسر ہونے کے خفیہ و علانیہ سپاہیوں کی دلجوئی وخدمت گزاری کرتے۔

فروتنی اور انکسار پسندی آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھی، اپنے ذاتی کاموں کے سلسلے میں کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر سواری کی حالت میں

Marfat.com

اونٹ کی مہار ہاتھ سے گر جاتی، تو خود سواری سے اتر کر مہار اٹھاتے، بعض سپاہیوں نے کہا کہ آپ کو اس قدر تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ہم آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں فرمایا: میں پسند نہیں کرتا کہ اپنے ذاتی کاموں کے لئے اپنے رفیقوں کو تکلیف دوں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ اسامہ بن زیدؓ کو یہ عزت حاصل ہے کہ وہ خدمت محبوب رب العالمین میں شروع سے حاضر و مستعد رہے، وہ جاں نثاری کے لحاظ سے بے مثل ولا جواب تھے۔

وصال رسولؐ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کی سیادت کے لئے اسامہ بن زیدؓ کو مقرر کیا، اور روانگیٔ شام کا حکم دیا بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکرؓ کے پاس حاضر ہوئے، اور کہا: یہ کیسا نازک وقت ہے، ہر طرف خطرات کے بادل چھائے ہوئے ہیں، آپ اسامہ بن زیدؓ کو شام کی طرف بھیج رہے ہیں، کیا یہ مناسب ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسامہ بن زیدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کیا ہے، میں اسے ضرور شام کی طرف بھیجوں گا، یہ ارشاد فرما کر حضرت اسامہؓ کی سرداری کا اعلان کیا اور شام کی طرف بھیجا، خطابت عرب کا شریف ترین فن اور عظیم ترکمال تھا، اسامہ بن زیدؓ کو خطابت اور اس کی تمام خصوصیات میں خداداد اور فطری ملکہ حاصل تھا، وہ خطبہ دیتے تو دل ہل جاتے تھے، عبادت وریاضت میں زیادہ وقت گزارتے تھے، نماز اس سکون قلب، اس اخلاص اور اس استغراق سے پڑھتے تھے کہ قیام کی حالت میں بے جان ستون معلوم ہوتے تھے، رکوع اور سجدہ میں بھی کیفیت استغراق پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت ابن سعدؓ بیان فرماتے ہیں، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی وہ کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آئی ہوگی، انہوں نے خدمت رسول میں بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی، شروع سے عبادت کا بے حد شوق تھا، وقت کا زیادہ حصہ عبادت میں صرف فرماتے تھے، ایثار پسندی اور فیاضی آپ کا نمایاں وصف تھا، اکثر اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت براری فرماتے تھے، ایک

Marfat.com

مرتبہ وہ حالت اعتکاف میں تھے، ایک شخص کوئی اہم ضرورت لے کر حاضر ہوا، آپ نے اعتکاف ختم کردیا، اور بے قرار شخص کی حاجت براری کی، لوگوں نے کہا: آپ نے اعتکاف ختم کردیا، فرمایا: اللہ کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کردینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے، ایک دن آپ طواف کررہے تھے اسی حالت میں ایک شخص نے اپنی ضرورت بیان کی، آپ اس کے ساتھ چلے گئے۔

عظمت وجلالت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبیلۂ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے، جو یمن کا ایک معزز ومحترم قبیلہ تھا، حضرت اسامہؓ کے والد ماجد حضرت زید بن حارثہؓ کو چند غارت گر مکہ لے آئے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کیا۔

ستارۂ اقبال بلند تھا حکیم بن خرام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کیا، ان کی وساطت سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کنیز تھیں، حضرت ام ایمن حضرت رحمت عالمؐ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے کردیا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت ام ایمنؓ ہی کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ولادت کی خبر ہوئی تو حضرت ام ایمنؓ کے گھر تشریف لائے نومولود بچے کا نام اسامہ رکھا اس کے کانوں میں اذان دی۔ (تذکرۃ الکرام)

حضرت اسامہؓ کی تربیت حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوئی تھی، اسی لئے وہ پرہیزگاری کے باغ کا ایک ایسا پھول ثابت ہوئے کہ جس کی مہلک حق وصداقت، جرأت وبسالت، عزم واستقلال ایمان وعمل اور ایثار وقربانی کی وادیوں کو ابد الآباد تک بساتی رہے گی۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ بیان کرتے ہیں، زید بن حارثہؓ نے ابتدا ہی سے اسامہؓ کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ وہ جوان ہوکر ایک عالی حوصلہ، بہادر، اور جاں باز سپاہی ثابت ہوئے، اس شاندار تربیت کا اثر یہ تھا کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے

Marfat.com

طاقتور لوگوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، جن لڑائیوں میں وہ شریک ہوئے، نہایت جاں بازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا۔

عظیم الشان معاکہ:

جب موتہ کے معرکہ میں شہید ہوئے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہؓ کی مفارقت کا شدید غم ہوا تھا، آپ نے حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد حضرت اسامہؓ کو موتہ پر فوج کشی کا حکم دیا، فوج کا علم ان کے حوالے کیا، یہ مہم ابھی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ آفتاب رسالت غروب ہو گیا، لیکن خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجوم مصاب کے باوجود حضرت اسامہؓ کو کوچ کا حکم دیدیا، حضرت اسامہؓ نے موتہ میں پہنچ کر بڑی جانبازی کا ثبوت دیا، فوج نہایت ترتیب سے آراستہ کی، ایک اثر آفریں تقریر کی اور تمام فوج میں آگ لگا دی۔

سراپا درد سپہ سالار نے نہایت خوش الحانی اور جوش سے سورۂ جہاد کی آیتیں پڑھیں، جن کی تاثیر سے دل ہل گئے، حضرت اسامہؓ نے قاعدے کے مطابق تین نعرے بلند کیے، اور چوتھے پر لڑائی شروع ہوگئی، سپہ سالار نے خود زور شور سے حملہ کیا، جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، تمام دن جنگ جاری رہی لیکن فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہوسکا، دوسرے دن سپہ سالار نے یہ تدبیر کی کہ رات کے وقت چند رسالوں اور پیدل فوجوں کو حکم دیا کہ پڑاؤ سے دور چلے جاؤ، اور علی الصباح رزم گاہ کی طرف شان وشوکت سے آؤ، جب یہ مجاہد رزم گاہ کی طرف آئے اہل کفر کے حوصلے پست ہوگئے، ان کو یقین ہوگیا کہ نئی امدادی فوجیں آگئیں، دوسرے دن بھی شدید خوں ریز جنگ ہوئی لیکن فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہوسکا۔

تیسرے روز پھر معرکۂ کارزار گرم ہوا، اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل گئی، بااین ہمہ دشمن کی فوجیں دیوار کی طرح قائم تھیں غازیان دین گھوڑوں سے کود پڑے، اور پاپیادہ حملہ آور ہوئے، اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمن کی فوج کا ایک حصہ برباد ہوگیا، اس مرتبہ تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا لیکن پھر بھی

Marfat.com

فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

چوتھے روز حضرت اسامہؓ نے ایک پر جوش تقریر کی، جس سے تمام لشکر میں اک آگ لگ گئی، سوار گھوڑوں سے کود پڑے، اور تیر و کمان پھینک کر تلواریں گھسیٹ لیں، اس جوش کے ساتھ تمام فوج آگے بڑھی کہ دشمن کو پسپا ہونا پڑا، چند گھنٹوں کے بعد رومی فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، موتہ کی اس شکست نے رومیوں کو سخت برہم کیا، انہوں نے ایک مقام طامیہ میں جمع ہو کر مسلمانوں پر شدید حملے کا انتظام کیا۔

حضرت اسامہؓ نے طامیہ پہنچ کر شدید حملہ کیا، صفیں کی صفیں الٹ دیں، رومیوں کے گیارہ بڑے بڑے افسر حضرت اسامہؓ کے ہاتھ سے مارے گئے، تیراندازی کے بعد تیغ و شمشیر کی نوبت آئی، کامل چار گھنٹے تک لڑائی رہی، تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا، آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور نہایت بدحواسی سے بھاگے، مسلمانوں نے بہت دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، انجام کار حضرت اسامہؓ اپنے پدر شفیق کے قاتلوں سے انتقام لیکر غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

....

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا صحیح نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام قیس تھا یہ یمن کے رہنے والے تھے، اور قبیلۂ اشعر کے ممتاز رکن تھے، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس حالت سن کر مکہ آئے، اور اسلام کی آغوش میں داخل ہوگئے، کچھ عرصے مکہ میں قیام کرنے کے بعد یمن چلے گئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ کی، چونکہ با اثر رئیس تھے، اس لئے ان کی دعوت حق نے بہت جلد قبولیت عام حاصل کرلی۔

جنگ خیبر کے موقع پر مدینہ شریف میں حاضر ہوئے، جنگ حنین میں نمایاں حصہ لیا، اور غیر معمولی شجاعت وجانبازی کے جوہر دکھائے، اس لڑائی میں اکثر مواقع نہایت نازک آئے لیکن حضرت ابوموسیٰؓ کے پائے استقلال کو آخر وقت تک لغزش نہ ہوئی، تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔

سیاسی سرگرمیاں اور فتوحات:

۹ھ ہجری میں غزوۂ تبوک میں بھی شریک ہوئے، تبوک سے واپس آنے کے بعد حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا عامل (گورنر) مقرر کیا، حضرت ابوموسیٰؓ چونکہ اپنے وطن میں گورنر ہوکر آئے تھے، جہاں پہلے سے ان کا اثر موجود تھا، اس لئے وہاں انہوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے، ۱۰ھ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا، حضرت ابوموسیٰؓ یمن سے حاضر ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیرونی فتوحات کا سلسلہ زیادہ وسیع ہوگیا، ایک عظیم لشکر رزم گاہ عراق کی طرف روانہ کیا گیا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ شوق جہاد میں امارت سے مستعفی ہوکر اس بڑی مہم میں شریک ہوگئے، ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰؓ نے دریائے دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ الجزیرہ کو فتح کیا۔

Marfat.com

۱۷ھ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا گیا، بصرہ کی سرحد خوزستان سے ملی ہوئی تھی، وہاں اب تک ایرانیوں کا اقتدار تھا، خوزستان کے صدر مقام ہواز میں روز وشب مسلمانوں کے خلاف ناپاک سازشیں ہوتی رہتی تھیں، حضرت ابو موسیٰؓ نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ اہواز پر حملہ کیا، اور اس حملہ میں غیر معمولی شجاعت وجاں بازی کے جوہر دکھائے، اس جنگ میں انہوں نے اس قابلیت کے ساتھ فوج کو لڑایا کہ ایرانیوں جاہ وجلال خاک میں مل گیا، اور اس عظیم اور شاندار کامیابی نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند اور جاں باز سپہ سالاروں کی صف میں ان کو ممتاز کر دیا۔

اہواز کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ نے شوستر پر فوج کشی کی یہ ایرانیوں کا ایک اہم جنگی مرکز تھا، یزدگرد شہنشاہ ایران نے اس معرکے کے لئے عظیم لشکر جمع کیا تھا، اور اپنے حقیقی ماموں ہرمزان کو سپہ سالار بنایا تھا، شوستر نہایت مستحکم مقام تھا، اس کی تسخیر کے لئے حضرت ابو موسیٰؓ نے جان توڑ کوشش کی۔

یہاں تک کہ ایک خطرناک سرنگ کے راستے سے دو سو جاں باز مجاہدین کو قلعہ میں داخل کر دیا، مجاہدین بڑے عزم کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے پہرہ داروں کو تہہ تیغ کیا، اور اندر کی طرف سے شہر پناہ کے دروازے کھول دئے، حضرت موسیٰؓ تمام فوج کے ساتھ موقع پر موجود تھے دروازہ کھلنے کے بعد تمام لشکر قلعہ پر ٹوٹ پڑا، اور شہر میں ہل چل مچ گئی، حضرت ابو موسیٰؓ کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔

خوزستان کی شکست سے متاثر ہو کر ۲۱ھ ہجری میں ایرانیوں نے ایک عظیم لشکر تیار کیا، اور نہاوند میں ایک فیصلہ کن جنگ کا اہتمام کیا، اس رزم گاہ میں ایرانی بے حد غضبناک تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی پر جوش تقریروں سے مجاہدین کے شجاعانہ ولولے بھڑکا دئے، اور آیات جہاد پڑھ کر جذبات میں آگ لگا دی، مجاہدین اسلام نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ دفعتہً جنگ کا نقشہ بدل گیا شام تک خونریز جنگ جاری رہی، رات زیادہ ہونے پر دونوں فریق اپنے اپنے پڑاؤ میں واپس آگئے، دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، ہنگامۂ کارزار آخری حد تک تیز ہو گیا، شام سے

Marfat.com

پہلے ایرانیوں کا سپہ سالار ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا، اس کا مقتول ہوتا تھا کہ ایرانی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں اور مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی، حضرت ابو موسیٰؓ نے سجدۂ شکر ادا کیا، اور کامیابی کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی۔

نہاوند کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ نے اسی سال یعنی ۲۱ ہجری میں اصفہان پر فوج کشی کی، یہاں بھی ایرانیوں نے ایک بڑی فوج جمع کر رکھی تھی، شروع میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں، ایک روز ایک ایرانی سپہ سالار نے غضبناک ہو کر کہا: میرے مقابلے سے ہٹ جاؤ، ورنہ اسلامی فوج کو تہ و بالا کر دوں گا، مسلمانوں نے جوش میں آ کر جواب میں شدید حملہ کر دیا، تمام دن زور شور سے لڑائی ہوتی رہی، شام کو جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، حضرت ابو موسیٰؓ خود رزم گاہ کے وسط میں پہنچ گئے، بے قرار کے ساتھ جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے، شجاعت اور جاں بازی کا بے نظیر نمونہ پیش کیا، شام سے پہلے ایرانی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔

اصفہان کو فتح کرنے کے بعد حضرت ابو موسیٰؓ بصرہ میں آ گئے، بصرہ میں لوگوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی، دربار خلافت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد دریائے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر بصرہ میں لائے، یہ نہر آج تک نہر ابو موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

جب حضرت ابو موسیٰؓ بصرہ کے حاکم مقرر کئے گئے تو ایرانیوں نے بصرہ پر حملے کا ارادہ کیا، شاہ ایران نے پہلی تدبیر یہ کی کہ سارے ملک میں نقیب پھیلا دئے، انہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر تمام ملک میں مسلمانوں کے خلاف غم و غصے کے جذبات پیدا کر دئے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے اس خطرے کو شدت سے محسوس کیا، انہوں نے اسلامی لشکر کو سروسامان سے آراستہ کیا، اور پیش قدمی کر کے اہواز پر پہنچ گئے، اہواز کے شمالی حصے میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں ایرانیوں کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، اور خود شاہ ایران کے قریب ترین عزیز میمنہ اور میسرہ پر تھے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے اپنے لشکر میں اس سرے سے اس سرے تک ایک بار چکر

Marfat.com

لگایا، اور ایک ایک علم کے پاس کھڑے ہو کر کہا: بہادرو! دیکھنا تمہاری وجہ سے تمام عرب پر بدنامی کا داغ نہ آئے۔

اسلامی فوج کی لڑائی کا یہ قاعدہ تھا کہ سردار تین دفعہ اللہ اکبر کہتا تھا، پہلی تکبیر پر فوج ہتھیاروں سے آراستہ ہو جاتی تھی، دوسری تکبیر پر لوگ ہتھیار تول لیتے تھے، اور تیسرے نعرہ پر حملہ کر دیا جاتا تھا، حضرت ابو موسیٰؓ نے ابھی دوسری تکبیر ہی کہی تھی کہ ایرانیوں نے حملہ کر دیا، دیکھ کر مسلمان ضبط نہ کر سکے، اور کچھ نوجوان جوش میں آکر صف سے آگے نکل گئے حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو ڈانٹا، سردار کی آواز سن کر لوگ پیچھے ہٹے، اور صف میں شامل ہو گئے، چوتھی تکبیر پر حملہ شروع ہو گیا، حضرت ابو موسیٰ پہلے ہی حملہ میں میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے اور انتہائی جاں بازی کا ثبوت پیش کیا، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانیوں کا لشکر خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہو گیا، تاہم سپہ سالار ثابت قدم تھا، اور بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا، حضرت ابو موسیٰؓ نے قلب لشکر میں گھس کر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، سپہ سالار کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوج پسپا ہو گئی، اور ایرانی بڑی بدحواسی سے بھاگے، بعض مورخین کا بیان ہے کہ کسی لڑائی نے اس قدر بے شمار لاشیں اپنی یادگار میں نہیں چھوڑیں جتنی کہ جنگ اہواز نے اس فتح کا اثر یہ ہوا کہ عربوں پر ایرانیوں کے جاہ وجلال کا جو اثر تھا وہ جاتا رہا اس لڑائی میں بے شمار نقدی اور اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

حضرت سعید بن زیدؓ فتح اصفہان کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ۲۲ ہجری میں اصفہان پر فوج کشی کی شاہ ایران نے اپنی سلطنت کے ہر گوشہ میں ہر کارے اور نقیب روانہ کئے انہوں نے پر جوش تقریریں کیں اور ایک عظیم لشکر جمع کر لیا، اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پیش قدمی کر کے خود اصفہان کی طرف بڑھے اور وادی اسد کے قریب فوجیں صف آرا ہو گئیں، ایرانی سپہ سالار کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا، لشکر کے ساتھ کوہ پیکر ہاتھی بھی تھے جن پر گھنٹے لٹکے ہوئے تھے، جو بڑے زور سے بجتے جاتے تھے، عرب کے گھوڑوں نے یہ مہیب نظارہ کبھی نہیں دیکھا تھا وہ بدک کر پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی سحر

Marfat.com

آفریں تقریر سے تمام بہادر سپاہیوں کے جذبات میں آگ لگادی۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے قاعدہ کے موافق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے، اور چوتھے پر جنگ شروع ہوگئی، ہاتھیوں کا سیلاب آگے بڑھا، مجاہدین گھوڑوں سے کود پڑے، اور ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو خاک پر گرادیا، لیکن ہاتھی جس طرف جھکتے تھے صف کی صف پس جاتی تھی، مجاہدین نے ہاتھیوں پر شدید حملہ کیا، سونڈوں پر تلواریں ماریں دیر تک گھسان کی لڑائی رہی، ایرانی سپہ سالار بذات خود بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا، حضرت ابوموسیٰ نے ایرانی سپہ سالار پر شدید حملہ کیا، اور تلوار سے اس کا کام تمام کردیا۔

سپہ سالار کے قتل ہوتے ہی لڑائی کا خاتمہ ہوگیا، سپاہی بدحواس ہوکر بھاگے، مجاہدین نے قتل عام شروع کیا، میدان میں لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، یہ ایک عظیم معرکہ تھا، جس نے حضرت ابوموسیٰؓ کو دنیا کے نامور اور حوصلہ مند سپہ سالاروں کی صف میں ممتاز کردیا، اصفہان فتح ہونے کے بعد ایران کے بڑے بڑے جاگیرداروں نے سپر ڈال کر صلح کرلی۔

فضائل اخلاق:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے صحیفۂ اخلاق میں خشیت الٰہی حب رسول، تقویٰ، زہد، بے نیازی، اور خاکساری کے ابواب نہایت روشن تھے، عبادت گزاری کا یہ حال تھا کہ عموماً رات کے آخر حصے میں نوافل پڑھا کرتے تھے، خاکساری اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ باوجود سپہ سالار ہونے کے جاہ وحشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، مساوات اسلامی کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، ان کی لشکر گاہ میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہوسکتی ہے، ایثار وقربانی سے ان کا دامن مالا مال تھا، عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے، اشکبار ہوجاتے تھے، حضرت ابوموسیٰؓ کی امانت داری سارے عرب میں مشہور تھی، اکثر لوگ ان کو اپنے مال ومتاع کا محافظ بناتے تھے، اقلیم سخاوت کے وہ بادشاہ تھے، فقراء

Marfat.com

ومساکین کیلئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا، ان کے ایک خادم حارث کا بیان ہے کہ میں نے ابوموسیٰؓ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہیں دیکھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضور سرور عالم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی تھے، اشاعت دین متین اور خدمت سید المرسلین آپ کی زندگی کا عظیم تر مقصد اور اعلیٰ نصب العین تھا، آپ نے اشاعت اسلام کے سلسلے میں ہوش ربا تکالیف برداشت کی ہیں اور ایسی ایسی خیر خواہیاں کی ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہیں، آپ عادات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہیں، امتیازی شان کے مالک تھے، نہایت فیاض تھے، مال وزر کی آپ کو مطلق پرواہ نہ تھی، آپ سادہ زندگی بسر کرتے تھے، مہماں نوازی میں شہرۂ آفاق تھے، غریبوں کے ساتھ مخلصانہ سلوک کرنا، اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا آپ کی زندگی کا اہم فرض تھا، شب وروز پریشاں حال لوگوں کی دل جوئی خیر گیری اور خدمت گزاری میں مشغول رہتے تھے۔

فوج کی تعظیم اور رفاہ عام کے کام:

۱۵ھ ہجری میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کے مشورے سے اسلامی فوج کی از سر نو تنظیم کی، فوج میں ایسے نوجوان لئے گئے، جن کو زراعت اور تجارت کی بالکل ممانعت تھی، ان کا کام صرف یہ تھا کہ فنون جنگ میں کمال حاصل کریں، اور میدان کارزار میں مظلوموں کی حمایت کریں، اس نئی تنظیم سے ایک جرار فوج تیار ہوگئی، جو ہر وقت حرکت میں رہا کرتی تھی، آپ نے امیر المومنین کے حسب ہدایت اہم مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، بہت سے کام رفاہ عام کے انجام دئے، دریاؤں پر پل بنوائے جگہ جگہ مسافروں کے ٹھیرنے کیلئے مکانات بنوائے، بہت سی مسجدیں تعمیر کرائیں۔

آپ کے اندر فروتنی اور انکسار پسندی بدرجۂ کمال موجود تھی، جن غریبوں کے وظائف مقرر تھے خود ان کے مکانوں پر جا کر تقسیم کرتے تھے، اور ان سے دریافت کرتے تھے کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بازار سے خرید کر لا دوں؟ سپاہیوں کے خطوط

Marfat.com

ان کے گھروں پر خود پہنچاتے تھے، اور پڑھ کر سناتے تھے اپنی ذاتی آمدنی کا زیادہ حصہ غرباء ومساکین کو تقسیم کرتے تھے۔

حب رسول اور فضل وکمال:

حضرت ابو موسیٰؓ ان مخصوص صحابہ میں تھے جن کو بارگاہ رسالت میں خاص تقرب اور شرف پذیرائی حاصل تھا، اس لئے وہ نبوت کے چشمۂ فیض سے پوری طرح سیراب ہوئے، علم کی اشاعت اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی وہ پوری کوشش کرتے تھے۔

انداز تعلیم نہایت نرم تھا، اگر کبھی کوئی شخص نادانی سے کوئی اعتراض کرتا تو خفا ہونے کی بجائے اسے نہایت نرمی سے سمجھا دیتے، قرآن مجید سے حضرت ابو موسیٰؓ کو غیر معمولی شغف تھا، فرصت کا سارا وقت قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی تعلیم میں صرف کرتے تھے، یمن کی گورنری کے زمانے میں ایک درسگاہ قائم کی تھی وہاں تشنگان ہدایت اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، ان کی آواز اس قدر دلکش تھی کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''ابو موسیٰ کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے۔'' حضور اکرمؐ کو ان کا قرآن پڑھنا بے حد پسند تھا، ان کے ایک خادم کہتے ہیں، ابو موسیٰؓ کا انداز تلاوت وجد آفریں تھا۔

محبت رسول:

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰؓ نے انس بن مالکؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا، انہوں نے پوچھا: ابو موسیٰ کا کیا حال ہے؟ کہا: لوگوں کو قرآن پڑھاتے ہیں، فرمایا: وہ بلند مرتبہ آدمی ہیں مگر میری یہ بات ان کے سامنے نہ کہنا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدس میں اکثر دربار رسول میں باریاب ہوتے تھے، خطرناک سے خطرناک موقعوں پر آں حضرت کی خدمت اور آپ کی حفاظت کی سعادت حاصل کرتے تھے، کسی غزوہ میں حضور اکرمؐ کے ہمرکاب تھے، راستہ

Marfat.com

میں رات گزرنے کے لئے مجاہدین نے قیام کیا، جنگ کا زمانہ تھا، دشمن ہر وقت تاک میں رہتے تھے، اس خطرہ کی وجہ سے وہ رات کو حضور اکرمؐ کے خیمہ کے پاس پہنچے، اتفاق سے حضور اس وقت وہاں موجود نہ تھے، یہ تلاش میں نکلے اتنے میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہوئے دکھائی دئے، ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا: حضور! اس وقت آپ دشمن کی زمین میں ہیں، ہر وقت خطرہ ہے، حضور جب کسی جگہ تشریف لے جائیں تو اس خادم کو بھی ساتھ لیا کریں۔

حضرت ابوموسیٰؓ میں شان استغنا بدرجۂ کمال موجود تھی، وہ کئی سال تک مختلف صوبوں کے حاکم رہے لیکن ان کی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا، کبھی اموال وزر جمع نہیں کیا، کبھی شاندار مکان نہیں بنایا، جس صوبہ کے حاکم مقرر کئے جاتے وہاں کے تمام محتاج اور تنگ دست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے غریب لڑکیوں کی شادی کا انتظام کر دیتے تھے۔

ان کا خلق عظیم تمام خلق اللہ کے لئے عام تھا، بصرہ میں ان کی شفقت اور رعایا پروری نے غیر مسلموں کو بھی مرہون منت بنا رکھا تھا، غیر مسلم بھی ان کی تقریریں بڑی دلچسپی سے سنتے تھے، انداز بیان عالمانہ اور اثر آفریں تھا، قرآن تفسیر، حدیث، ادب، شاعری، کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں انکو ید طولیٰ حاصل نہ ہو، تفسیر بیان کرتے ہوئے وہ ہمیشہ عام فہم انداز اختیار کرتے تھے، وہ جب درس گاہ میں جلوہ افروز ہوتے تو ہزاروں طالبان ہدایت ان کے خرمن فضل وکمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ تبلیغ اسلام کے لئے وقت تھا۔ (تذکرۃ الکرام)

....

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبلؓ

معاذ اسم گرامی تھا، والد کا نام جبل تھا، حضرت معاذؓ نوجوان تھے، کہ نور ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کیا، اور اس کے بعد تمام لڑائیوں میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت معاذ نے اس معرکہ میں نہایت جاں بازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، جنگ احد میں بھی جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا۔

۵ھ ہجری میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت معاذؓ خندق کے اس حصہ پر مامور تھے جو سب سے زیادہ خطرناک تھا، اہل کفر بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کئے رہے لیکن پھر کچھ تو ارضی و سماوی مصائب اور کچھ مسلمانوں کے غیر معمولی ثبات و استقلال سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت کا ثبوت پیش کیا، رمضان ۸ھ ہجری میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ حضور رحمت عالمؐ نے مکہ کا قصد کیا، اس فوج کے متعدد دستے بنادئے گئے تھے، ایک دستہ کے افسر حضرت معاذ بن جبلؓ تھے۔

نہایت اہم فوجی کارنامے:

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین پیش آیا، اس معرکہ میں بھی حضرت معاذؓ نے نہایت جاں بازی سے حصہ لیا، اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے، پھر اس کے بعد حضور سرور عالمؐ نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت معاذؓ اس سفر میں بھی ہم رکاب تھے۔

Marfat.com

حج سے واپس آنے کے بعد حضور رحمت عالمؐ کا وصال ہوگیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، سوا دو برس کی خلافت کے بعد خلیفۂ اول کا بھی وصال ہوگیا، اور حضرت فاروق اعظمؓ نے مسند حکومت پر قدم رکھا، عہد فاروقی میں شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے۔

شام کا مشہور مورخ حارث بن عبید لکھتا ہے کہ ۱۴ھ ہجری (مطابق ۶۳۵ عیسوی) میں دمشق فتح ہوگیا تھا، رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی تھی، دمشق کی شکست نے رومیوں کو سخت برہم کردیا تھا، اور وہ ہر طرف سے جمع ہوکر بڑے زور اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیاریاں کرنے لگے، طبریہ میں فوجیں جمع ہونی شروع یہ مقام دمشق سے چار منزل پر ہے، اندازاً چالیس ہزار فوج جمع ہوگئی شہنشاہ ہرقل برابر فوج بھیج رہا تھا۔

رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان دفعتہً نہ آن پڑیں آس پاس جس قدر نہریں تھیں، سب کے بند توڑ دیئے تھے، لیکن اسلام کا سیلاب کب رک سکتا تھا، مسلمان بڑھتے ہی چلے گئے، مسلمانوں کا عزم واستقلال دیکھ کر عیسائی صلح کے لئے آمادہ ہوئے، حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنا کوئی سفیر ہمارے پاس بھیجئے، حضرت ابوعبیدہؓ نے معاذ بن جبلؓ کو بھیجا، معاذؓ رومیوں کے لشکر میں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہے، وہیں ٹھہر گئے، ایک عیسائی نے آکر کہا کہ گھوڑا میں تھامے لیتا ہوں، آپ دربار میں جاکر بیٹھئے، حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار ہوا ہے، بیٹھنا نہیں چاہتا، یہ کہہ کر اپنی چادر بچھا کر بیٹھ گئے، ایک عیسائی نے کہا: یہ غلاموں کا طریقہ ہے، حضرت معاذؓ کو غصہ آگیا، گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے، فرمایا: اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر کون اللہ کا غلام ہوسکتا ہے؟ رومی ان کی آزادی اور بیباکی کو دیکھ کر حیران رہ گئے، ایک شخص نے پوچھا: مسلمانوں میں آپ سے بہتر بھی کوئی شخص ہے؟ انہوں نے کہا: معاذ اللہ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں سب سے کم تر ہوں۔

رومی سپہ سالار سکلار نے کہا: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم یہاں کس غرض سے

Marfat.com

آئے ہو؟ ابی سینیا کا ملک تم سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ کم زور ہے، ان کو چھوڑ کر تم نے ہماری طرف کیوں رخ کیا؟ حالانکہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں۔

معاذؓ نے کہا: سب سے پہلے ہماری یہ درخواست ہے کہ اسلام قبول کر لیجئے، شراب پینا چھوڑ دیجئے، صلیب پرستی ترک کر دیجئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ ہمارے بھائی ہیں، اگر اسلام قبول کرنا منظور نہیں تو جزیہ دیجئے، اس سے بھی انکار ہے، تو تلوار فیصلہ کرے گی، آپ کا دعویٰ ہے کہ تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، ممکن ہے آپ کا یہ بیان درست ہو، لیکن ہم قلت اور کثرت سے بحث نہیں کرتے، ہمارے سامنے صرف حق شناسی ہے، آپ کو اس پر فخر ہے اور ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ بڑا ہے، اور بہت بڑا ہے، لیکن ہم نے جسے اپنا بادشاہ بنا رکھا ہے وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا، اگر وہ زنا کرتے تو اس کے درّے لگائے جائیں، اگر چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں، مال و زور میں بھی اسے ہم پر ترجیح نہیں۔

سپہ سالار سکلار نے کہا: ہم آپ کو اپنے ملک کا ایک حصہ دینا چاہتے ہیں، آپ قبول کیجئے، حضرت معاذؓ نے انکار کیا اور اٹھ کر چلے آئے، رومیوں نے براہ راست حضرت ابوعبیدہؓ سے گفتگو کرنی چاہی، چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد بھیجا، جس وقت وہ پہنچا، حضرت ابوعبیدہؓ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، قاصد نے خیال کیا تھا کہ سپہ سالار بڑا جاہ وحشم رکھتا ہوگا، لیکن وہ جس طرف دیکھتا تھا، سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے، آخر گھبرا کر اس نے پوچھا: آپ کا سپہ سالار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، وہ حیران رہ گیا، اس نے کہا: کیا آپ ہی سپہ سالار ہیں؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا: ہاں! قاصد نے کہا، ہم آپ کی فوج کو فی کس دو دو اشرفیاں دیں گے، آپ صلح کر لیجئے، حضرت ابوعبیدہؓ نے انکار کرتے ہوئے کہا ہم دولت کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارا مقصد اللہ کا نام بلند کرنا ہے قاصد ناراض ہو کر چلا گیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کے تیور دیکھ کر فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔

Marfat.com

دوسرے دن حضرت معاذ بن جبلؓ جب تفتیش حالات کے لئے میدان میں گئے تو صرف سواروں کا ایک رسالہ رکاب میں تھا، ادھر رومیوں نے جنگ کی پوری تیار کرلی تھی، انہوں نے فوراً حضرت معاذ پر حملہ کردیا، حضرت معاذؓ نے سخت جواب دیا، کچھ دیر کے بعد دونوں فوجوں میں شدید تصادم ہوگیا، حضرت معاذؓ ہراول پر تھے، ان پر شدید حملہ کیا گیا، حضرت معاذؓ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے، یہاں تک کہ رومی رسالہ فوج سے دور نکل آیا، حضرت معاذؓ نے موقع پاکر اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، گیارہ بڑے بڑے افسر ان کے ہاتھ سے مارے گئے، رسالہ کو تباہ کرنے کے بعد حضرت معاذؓ گھوڑے سے کود پڑے اور بے نظیر شجاع کا ثبوت دیا، کامل چھ گھنٹے تک لڑائی رہی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر رومیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، اور نہایت بدحواسی سے بھاگے۔

ہرقل کو اس شکست سے بے حد صدمہ ہوا، اس نے فوجی افسروں کو دربار میں طلب کیا، اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں سازوسامان میں کم ہیں پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟ سب نے ندامت سے سر جھکالیا، ایک تجربہ کار افسر نے آگے بڑھ کر کہا: عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے بہتر ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد ہیں ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، اقرار کی پابندی نہیں کرتے، غریبوں پر ظلم کرتے ہیں، اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے، اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

اسلام کے لئے جاں نثاری:

حضرت سعد بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے فضائل ومحاسن اگر پوری وسعت سے بیان کئے جائیں تو ایک ضخیم دفتر بن جائے وہ رب السماوات والارض کے سراپا ایثار بندے تھے، ان کو دربار رسالت میں قرب خاص کا شرف حاصل تھا، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے ان کی شان کو ارفع واعلیٰ کردیا ہے، یہی وجہ ہے

Marfat.com

کہ وہ جب کسی اجتماع میں تقریر کرتے تھے تو جملہ علوم ومعارف اور حقائق ومعانی کے دفتر کھول دیتے تھے وہ عزم راسخ اور استقامت محکم کے مالک تھے، ان کو جب کسی خطرناک محاذ پر بھیجا گیا انہوں نے کبھی کوئی عذر نہیں کیا، کسی خوف وہراس کا اظہار نہیں کیا، قتل کا ڈر کبھی ان کے قلب پاک کے نزدیک نہیں آتا تھا۔

ان کی تقریر معرفت کا سمندر ہوتی تھی، اگر کوئی خاص توجہ سے سنتا تو اس کا دل نور ومعرفت کا خزینہ اور ہدایت وعرفان کا گنجینہ بن جاتا، وہ سارہ الفاظ میں ہزاراں دوہزار علوم ومعارف بیان کرتے تھے، وہ جس علاقے میں تبلیغ کے لئے گئے، وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے اسلام کا نور پھیل گیا اور کفر وضلالت کی تاریکیاں ختم ہوگئیں، حضرت معاذ بن جبلؓ کو دربار رسولؐ میں بڑا رسوخ حاصل تھا، شروع سے آخر تک جاں نثاری کا شرف حاصل کرتے رہے، خود فرماتے ہیں کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو خدمت اسلام کے سلسلے میں زخمی نہ ہوا ہو۔

یوں تو ساری نیکیوں میں حضرت معاذؓ کا مرتبہ بلند ہے، لیکن دین حق کی حفاظت کے لئے جاں نثاری آپ کی زندگی کا شاندار کارنامہ ہے جب سے اسلام کی آغوش میں آئے، دین حق کی حفاظت کے لئے سخت سے سخت معرکوں میں پیش پیش رہے، اور مشکل سے مشکل مواقع پر اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا، جنگ یرموک کے مواقع پر انہوں نے مختلف مقامات پر اثر آفریں تقاریر کیں اور اپنے روح پرور خطبات سے مسلمانوں میں ایسا جوش پیدا کردیا کہ ہر چھوٹا، بڑا، بچہ اور بوڑھا، جہاد کے لئے بے قرار ہوگیا، یہ وہ وقت تھا کہ یرموک کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا تھا، یہ طوفان کی طرح آگے بڑھے اور بجلی کی طرح رومی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

اسی طرح ایک خطرناک محاذ پر اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا، ایک مضبوط قلعہ بظاہر ناقابل تسخیر نظر آتا تھا، حضرت معاذؓ ننگی تلوار سنبھال کر اور سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، کچھ لوگ اور بھی آپ کے ساتھ اوپر پہنچ گئے، اور ایک ساتھ تکبیر کے نعرے لگائے دشمن نے خیال کیا کہ مسلمان اندر گھس آئے ہیں، گھبرا کے بھاگے حضرت معاذؓ فصیل سے قلعہ کے اندر اتر گئے، اور دروازہ کھول دیا، جس سے اسلامی فوج ایک دم

Marfat.com

سے اندر گھس پڑی۔

غرض یہ کہ وہ مشکل سے مشکل مواقع پر بھی پہاڑ کی طرح قائم رہتے تھے اور کسی بڑی سے بڑی طاقت کا خوف ان کے دل پر سایہ فگن نہ ہوتا تھا، میدان یرموک میں ایک خطرے کے مقام پر گھر گئے، عیسائی فوجی افسروں نے محاصرے میں لے لیا، لیکن حضرت معاذؓ نے بڑی پھرتی، دلیری اور بہادری سے اس خطرے کا مقابلہ کیا، سرفروشی کے ساتھ اس طرح لڑے کہ عیسائیوں کے چھکے چھڑا دئے، اور تھوڑی دیر میں سب کو مار بھگایا، حضرت معاذؓ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ دس دس گھنٹے تک جنگ میں مشغول رہنے کے بعد بھی تکان محسوس نہیں کرتے تھے۔

جنگ یرموک میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے شاندار کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت سعید بن عامر بیان کرتے ہیں، دمشق سے روانہ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ یرموک پہنچے، یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لحاظ سے نہات مناسب تھا، عرب کی سرحد یہاں سے قریب تھی، اور ایک وسیع میدان سامنے تھا، مصلحت یہ تھی کہ اگر ضرورت واقع ہو تو آسانی کے ساتھ پیچھے ہٹ جائیں۔

یرموک سے قریب رومی فوجیں خیمہ زن تھیں دشمنان حق کا ایک سمندر موجزن تھا، بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ رومی بحر و بر سے ابل پڑے ہیں، بڑے بڑے خانقاہ نشین روحانی پیشوا میدان میں آگئے تھے، لیکن رومیوں کے اس جاہ وجلال کو دیکھ کر بھی مجاہدین حق مرعوب نہیں ہوئے، انہوں نے نہایت استقلال سے لڑائی کی تیاریاں شروع کیں، رومی فوجیں پیش قدمی کر کے جب یرموک کے مقابل دیر الجبل میں اتر آئیں تو حضرت ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ نے مشورہ کر کے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فوج کے ایک حصہ کا سردار مقرر کیا، رومی بھی بڑے سروسامان سے نکلے، ایک اندازے۔

جنگ شروع ہونے سے ایک روز پہلے رومی سپہ سالار نے حضرت ابو عبیدہ کے پاس ایک قاصد بھیجا، اس نے کہا: ہمارے سپہ سالار صلح کی بات چیت کرنا چاہتے ہیں کسی ذمہ دار آدمی کو بھیجئے، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کا انتخاب کیا، حضرت خالدؓ بے باکانہ انداز میں رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے، رومیوں نے اپنی شان وشوکت دکھانے

Marfat.com

کے لئے پہلے سے یہ انتظام کیا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم کی تھیں، جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے، حضرت خالدؓ ان پر حقارت آمیز نظریں ڈالتے ہوئے سپہ سالار کے خیمے کے قریب پہنچے اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا، اور اپنے برابر بٹھایا۔

رومی سپہ سالار نے کہا: آپ کو معلوم ہے ہمارے پاس بہترین ساز و سامان ہے، کثیر فوج ہے، ہمارا بادشاہ دنیا کا عظیم تر بادشاہ ہے، عربوں کے لئے یہ بات مشہور ہے کہ وہ قبائلی تہذیب رکھتے ہیں، درماندہ اور خانہ بدوش ہیں، اگر لڑائی شروع ہوگئی تو عربوں کو سخت نقصان پہنچے گا، اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار، اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دئے جائیں گے۔

رومی سپہ سالار اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے، اور حمد و نعت کے بعد کہا: بے شبہ آپ کے پاس سامان جنگ زیادہ ہے، مال زیادہ ہے، فوج زیادہ ہے، لیکن ہم ان چیزوں سے مرعوب نہیں ہوتے، آپ نے یہ سچ کہا کہ ہم نہایت پس ماندہ اور خانہ بدوش تھے، ہمارے ظلم و جہل کا یہ حال تھا کہ طاقتور، کمزور کو پیس ڈالتا تھا قبائل آپس میں لڑ کر برباد ہو رہے تھے ہم نے بہت سے خدا بنا رکھے تھے، اور ان کی پرستش کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا، اور ایک مقدس پیغمبر ہماری ہدایت کے لئے بھیجا جو خود ہماری قوم سے تھا، اس نے ہم کو حق شناسی اور حق پرستی کا سبق پڑھایا ہے، اور ہمیں اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی ہے، اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں، جس نے نہ مانا، لیکن جزیہ دینا قبول کیا، ہم اس کے محافظ ہیں، جس کو دونوں سے انکار ہو اس کے لئے تلوار ہے، رومی سپہ سالار جزیہ کا نام سن کر سراپا آتش بن گیا، اس نے کہا ہم مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے، ہم جزیہ لیتے ہیں، دیتے نہیں، حضرت خالدؓ یہ الفاظ سن کر اٹھ کر چلے آئے۔

اب زیادہ تیزی کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، دوسرے دن عیسائیوں نے زور شور سے حملہ کیا، حملہ اس قدر طوفانی تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت معاذ بن جبلؓ جو فوج کے ایک حصے کے سپہ سالار

Marfat.com

تھے گھوڑے سے کود پڑے، انہوں نے اس قدر شجاعت کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے پاؤں پھر جم گئے، حضرت معاذ بن جبلؓ پر شدید طوفانی حملے ہوئے لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے، جنگ کی یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ، بازو، کٹ کٹ گر رہے تھے لیکن ان کے پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی، جب جنگ کی شدت آخری حد پر پہنچ گئی تو حضرت معاذؓ صفیں چیر کر آگے بڑھ گئے، اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں، مختصر یہ کہ انہوں نے اپنی بے پناہ تیغ زنی سے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیئے۔

اس وقت جبکہ جنگ شباب پر تھی، حضرت معاذؓ نے لحن داؤدی میں یہ آیت پڑھی ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم الخ اس آیت کو سن کر مسلمان بے قرار ہو گئے، اور رومی فوج پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں تتر بتر ہو گئیں، اور رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی۔

پاکیزہ اخلاق اور تدبر:

حضرت معاذؓ کا دامن اخلاقی زرو جواہر سے مالا مال تھا، تقویٰ، پارسائی، حق پسندی بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ نماز پڑھتے ہوئے اشکبار ہو جاتے تھے، حضرت معاذؓ کی امانت ودیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہاں تک کہ مالدار لوگ ان کو اپنے مال وزر کا امین اور محافظ بناتے تھے، اس کے علاوہ فیاضی، سخاوت اور راہ حق میں خرچ کرنے کے بے قرار رہتے تھے۔

حضرت فارق اعظمؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھنے کے بعد ایک مجلس شوریٰ قائم کی، حضرت معاذؓ اس مجلس کے نہایت صائب الرائے پرجوش اور سرگرم رکن ثابت ہوئے، بہت سے اہم معاملات میں انہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوتا تھا، حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت معاذؓ کو اصابت رائے اور دوراندیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، خراج وصول کرنے اور مال گزاری کے لئے انہوں نے قوانین مرتب کئے، لگان کی شرح مقرر

Marfat.com

کی صیغۂ عدالت کی ترتیب میں حصہ لیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت معاذؓ کے مشورے سے قضا کا صیغہ بالکل الگ قائم کیا، تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔

ان ہی کے مشورے سے سرکاری مہمان خانے قائم کیے گئے، یہ مکانات اس لئے تعمیر کیے گئے تھے کہ غیر ممالک سے جو نمائندے آتے تھے وہ ان مکانات میں ٹھیرائے جاتے تھے۔

فوجوں کو تنخواہیں تقسیم کرنے کا ضابطہ بھی حضرت معاذؓ نے مرتب کیا، تنخواہ کی تقسیم کا یہ طریقہ تھا کہ ہر قبیلے کے ساتھ ایک رئیس ہوتا تھا، تنخواہ اسے دی جاتی تھی وہ اپنے قبیلے کے سپاہیوں کو تقسیم کرتا تھا، اس انتظام میں نہایت احتیاط اور نگرانی سے کام لیا جاتا تھا۔

علم وفضل کے لحاظ سے حضرت معاذؓ کو خاص عظمت حاصل تھی، قرآن کریم جو اصل اصول اسلام ہے، حضرت معاذؓ اس کے بے نظیر عالم تھے، حضرت ابو ذر غفاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ رات کے وقت جبکہ تمام دنیا محوِ راحت ہوتی تھی، حضرت معاذؓ بیٹھ کر صبح تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، رمضان المبارک میں یہ شوق زیادہ ترقی کر جاتا تھا، رمضان کے علاوہ ہفتہ میں دو دن دوشنبہ اور جمعرات عموماً روزوں کے لئے مخصوص تھے، خشیت الٰہی سے حضرت معاذؓ کا دل ہمیشہ مضطرب رہتا تھا۔

....

Marfat.com

حضرت زبیر بن العوامؓ

حواری رسول ﷺ

اسم گرامی زبیر والد کا نام عوام، والدہ کا نام صفیہ تھا، پانچویں پشت میں خاندانی سلسلہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور سرور عالم کی پھوپی تھیں، اس لئے یہ حضور کے پھوپی زاد بھائی بھی تھے، حضرت زبیرؓ کی عمر ابھی صرف سولہ سال کی تھی کہ اسلام کی روشنی نے ان کے دل میں اُجالا کر دیا، یہ وہ نازک وقت تھا جبکہ اسلام قبول کرنا سنگین جرم تھا، جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا، اس پر طرح طرح کے ظلم وستم توڑے جاتے تھے، ان کے چچا نے پہلے تو نرمی سے سمجھایا کہ اسلام سے برگشتہ ہو جاؤ، لیکن جب ان کی استقامت محکم کا اندازہ کیا تو ان پر وحشیانہ مظالم کیے، لیکن ان کا دل اسلام کی روشنی سے جگمگا رہا تھا، انہوں نے صاف الفاظ میں کہدیا، چچا! آپ مجھے ہلاک کر سکتے ہیں، لیکن دین حق سے برگشتہ نہیں کر سکتے، جب ان پر ہوش ربا مظالم ہوئے، اور رہنا سہنا مشکل ہو گیا تو مکہ چھوڑ کر حبش چلے گئے، جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت زبیرؓ نے مدینہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیرؓ سے بیحد خوش تھے، اور ان کی جاں نثاری پر اعتماد رکھتے تھے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، حضرت زبیرؓ کو بارگاہ رسالت میں غیر معمولی اثر ورسوخ حاصل تھا، اور حضور ان سے محبت رکھتے تھے، ایک دفعہ خود رحمت عالم نے خوش ہو کر فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیر ہے، ایک اہم موقع پر فرمایا: میرے ماں باپ زبیر پر نثار۔

جب فتح مکہ کی مہم سر ہوئی، اور اسلامی فوج کا آخری دستہ شہر میں داخل ہوا، جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے اس وقت اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت

Marfat.com

زبیرؓ کو یہ عزت حاصل ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں سب سے پہلے ان کی تلوار میان سے باہر نکلی، اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ میں ایک دفعہ دشمنوں نے یہ خبر اڑادی کہ حضور سرور عالمؐ کو گرفتار کرلیا گیا ہے اتنا سننا تھا کہ یہ بیتاب ہوگئے، اور ننگی تلوار سنبھال کر سیدھے دربار رسالت میں پہنچے، حضور نے پوچھا: زبیر! کیا بات ہے؟ عرض کی مجھے ابھی ابھی ایسی خبر ملی تو مجھ سے رہا نہ گیا، حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت زبیرؓ کے مجاہدانہ کارنامے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جنگ احد میں بعض مسلمانوں کی غلطی سے لڑائی کا نقشہ بدل گیا تھا، بات یہ ہوئی کہ بدر کی طرح اس دفعہ بھی کافروں کو شکست ہوئی، اور وہ بری طرح بھاگ کھڑے ہوئے، یہ دیکھ کر اسلامی فوج کے تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے، تیراندازوں کا مورچہ خالی دیکھ کر کافروں نے اچانک حملہ کردیا، جس سے سخت اضطراب پیدا ہوگیا، حالات نازک ترحیثیت اختیار کر گئے، یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگر صرف چودہ جاں نثار باقی رہ گئے، جو اپنی جان ہتھیلی پر لئے حضورؐ کی حفاظت کر رہے تھے، ان ہی جاں نثاروں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

جنگ خیبر میں بھی حضرت زبیرؓ نے سرفروشی، اور جاں نثاری کا بے نظیر نمونہ پیش کیا ہے، اس لڑائی میں جب یہودیوں کا مشہور سردار مرحب قتل ہوا تو اس کا بھائی یاسر بدلہ لینے کے لئے میدان میں آیا، اور اپنے مقابلہ کیلئے آواز لگائی تو ادھر سے حضرت زبیر نکل آئے، یاسر بڑا زبردست پہلوان اور فنون جنگ کا ماہر تھا، حضرت زبیرؓ نے پرجوش مقابلہ کیا اور بڑے جاہ وجلال کے ساتھ یاسر کو قتل کردیا۔

فتح مکہ کے بعد حنین کی لڑائی بھی سخت ہوش ربا تھی، اس میں بھی حضرت زبیرؓ نے بہترین شجاعت کا ثبوت پیش کیا، وہ ایک ایسے محاذ پر پہنچ گئے، جہاں دشمن کی بہترین فوج موجود تھی، ایک فوجی افسر نے کہا: یہ زبیر ہے ہوشیار رہنا اس کا حملہ بے پناہ اور خطرناک ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہی ایک زبردست جماعت ان پر ٹوٹ پڑی لیکن

Marfat.com

حضرت زبیرؓ نے بڑی پھرتی، دلیری اور بہادری سے ان کا مقابلہ کرلیا اور ایسی استقامت کا ثبوت دیا کہ سب کے چھکے چھڑا دئے اور تھوڑی دیر میں سب کو مار بھگایا۔

ان کی شجاعت کا بہترین مظاہرہ جنگ یرموک میں ہوا، یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، حضور سرور عالمؐ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ کا دل ٹوٹ سا گیا تھا، اور وہ زیادہ تر اپنے گھر میں رہتے تھے، لیکن جنگ یرموک کا ذکر سن کر ان کے دل میں ایک طوفان اضطراب برپا ہوا، ایسے وقت میں جبکہ اسلام اور کفر کا زبردست مقابلہ تھا، ان کی اسلامی غیرت جوش میں آگئی، انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ دوسرے مسلمان تو دین حق کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کریں اور وہ خود آرام سے گھر میں بیٹھے رہیں، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ سے اجازت لے کر رزم گاہ مین پہنچ گئے۔

یہ وہ ہولناک وقت تھا کہ یرموک کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا، حضرت زبیرؓ کے پہنچ جانے سے اسلامی فوج کو بے حد خوشی حاصل ہوئی، حضرت زبیرؓ نے حسب معمول ایسا حملہ کیا کہ بجلی کی طرح رومی فوج کو چیرتے پھاڑتے مارتے گراتے، اس پار سے اس پار نکل گئے، پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹے اور اپنے سپہ سالار کے قریب آگئے۔

یرموک کے میدان میں عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب حضرت عمرو بن عاص کی سرداری میں اسلامی لشکر نے مصر پر چڑھائی کی تو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مزید فوجی امداد کی ضرورت ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے دس ہزار فوج روانہ کی، اور حضرت زبیرؓ کو خاص ہدایات کے ساتھ بھیجا، حضرت عمرو بن عاص نے حضرت زبیرؓ ہی کے ہاتھ میں سارا انتظام دے دیا۔ انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ کے گرد چکر لگایا، اور جہاں جہاں مناسب سمجھا، سوار اور پیادے متعین کئے، طویل عرصے تک یہ محاصرہ قائم رہا۔

ایک روز حضرت زبیرؓ نے فرمایا: آج میں اسلام کی عزت پر فدا ہونا چاہتا ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار سنبھالی، سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، کچھ اور مجاہدین بھی آپ کے ساتھ اوپر پہنچ گئے، اور اس زور سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا کہ قلعے میں داخل ہوگئے ہیں،

Marfat.com

سخت پریشان ہوئے، حضرت زبیرؓ نے فصیل سے قلعہ کے اندر اتر کر دروازہ کھول دیا، جس سے اسلامی فوج ایک دم سے اندر گھس پڑی۔

دشمن کے کچھ فوجی افسر قلعہ میں باقی رہ گئے تھے، انہوں نے شدید مزاحمت کی حضرت زبیرؓ ان کو چیرتے پھاڑتے قصر حکومت میں پہنچ گئے، اور دشمنوں کے خزانے پر، اور سامان جنگ پر قبضہ کرلیا، جب حضرت عمرو بن عاص کو حضرت زبیر کی اس بے جگری کا علم ہوا تو کہا: بے شک زبیرؓ میں ایک ہزار سواروں کی طاقت ہے۔

فضائل ومحاسن:

حضرت عمرو بن عاص، حضرت زبیرؓ کے فضائل ومحاسن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے، نہایت جری، فیاض اور مسکین پرور تھے، مال ودولت کی مطلق پرواہ نہ تھی، سادہ زندگی بسر کرتے تھے، مہماں نوازی میں شہرۂ آفاق تھے، غریبوں کے ساتھ احسان کرنا، اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا، آپ کی زندگی کا اہم فرض تھا، صبح وشام مختلف محلوں میں جاکر غریبوں کی دل جوئی، خبر گیری اور خدمت کرتے تھے۔

فروتنی اور انکسار پسندی، آپ کے اندر بدرجۂ کمال موجود تھی، اپنے ذاتی کاموں کے سلسلے میں کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے، اگر کوئی شخص آپ کی مدح کرتا تو اسے روک دیتے، فرماتے، میں اپنے نفس سے خوب واقف ہوں، رقت قلب کا یہ عالم تھا کہ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو اشکبار ہوجاتے کسی کا ماجرائے درد سنتے تو بے چین ہوجاتے، رات کے شروع حصے میں سوجاتے، پھر بیدار ہوکر لحن داؤدی میں قرآن شریف پڑھتے۔

تلاوت قرآن کے بعد ایک جگہ سر جھکا کر بیٹھ جاتے، اور پچھلی رات تک حق سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیس وتمجید بیان کرنے میں مشغول رہتے، پھر تہجد کی نماز پڑھ کر خاموش بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہوجاتی، آپ اکثر دعا میں فرمایا کرتے تھے۔ ''الہٰ العالمین! مجھے خدمت اسلام کی توفیق عطا فرما اور میرا خاتمہ بہترین عمل پر کر۔'' ماہ رمضان کے علاوہ بھی آپ ہر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں جہاں تک واقف ہوں حضرت زبیرؓ نے ایام جاہلیت میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی، نہ کبھی مشتبہ کھانا کھایا، اکثر اپنے دوستوں کے سامنے فرماتے، حضور سرور عالمؐ نے فرمایا ہے، جو جسم حرام غذا سے پرورش پاتا ہے، وہ جنت میں نہ جائے گا جب موقع حاصل ہوتا، مختلف علاقوں میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے انداز بیان دلکش تھا، تقریر بے حد اثر آفریں ہوتی تھی۔

حضرت عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں، حضرت زبیرؓ رب السماوات والارض کے مخلص ترین بندے تھے، ان کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے معمور تھا، کسی طاقتور بادشاہ کی فرعونیت کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوتا تھا۔

وہ اگرچہ ایک فوجی افسر تھے، لیکن نہایت رحمدل تھے، وہ دردمندوں کے غمگسار تھے، مجروحین کے چارہ ساز، اور ہمدرد تھے، اکثر اپنے ہاتھ سے مرہم پٹی کرتے تھے، انہوں نے دشت وجبل میں کوہستان کی چوٹیوں پر حق کی دعوت پیش کی، دور دراز مقامات پر حق کی صدا بلند فرمائی۔

جب اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوتی تو وہ بے حد مسرور ہوتے، ارشاد فرماتے یہ بظاہر میری آنکھوں کی ٹھنڈک، اور دل کی استقامت کا باعث ہے، کبھی کبھی فرماتے، میرے دل کی آرزو ہے کہ ہر دشت وجبل میں صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز سنوں، اسی عظیم مقصد کے لئے تمام عمر جدوجہد فرماتے رہے۔

حسن سلوک:

رزم گاہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مخلصانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے، اگر کوئی ساتھی مقروض مرجاتا تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کرتے، غیبت کو سخت ناپسند کرتے تھے، اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرتا تو صاف کہہ دیتے، میرے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، میں نہیں چاہتا کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت پیدا ہو، انکسار پسندی کا یہ عالم تھا کہ اپنے ساتھیوں اور خادموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا

Marfat.com

کھانے میں شامل ہو جاتے اگر کسی محاذ جنگ پر نازک حالات رونما ہو جاتے تو ساری ساری رات مجاہدین کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی۔

جب کسی مقام کو فتح کر لیتے تو وہاں کے باشندوں کو عدل وانصاف، رحم وکرم اور ایثار واخلاص کی دعوت دیتے، دادخواہی مظلومان حفاظت مسافران، اور اعانت بے چارگان کی ہدایت فرماتے، اپنے دوستوں سے کہتے جس حد تک ممکن ہو برائی کی مدافعت بھی خوبی سے کرو، اس طرح تمہارا دشمن بھی تمہارا دوست بن جائے گا، اسیران جنگ کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں، میں نے کئی بار حضرت زبیرؓ کے ساتھ سفر کیا، مزاج میں سادگی تھی، سامان سفر شاندار نہ ہوتا تھا، رزم گاہ کے قریب کوئی خیمہ یا چھولداری لگا کر نہیں رہتے تھے، دھوپ کے وقت معمولی سا کپڑا تان کر بیٹھ جاتے تھے، اعلان حق ان کا شاندار کارنامہ تھا، جس بات کو حق سمجھتے اس کے اظہار میں تامل نہیں کرتے تھے، اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، مزاج میں کسی حد تک غصہ تھا، لیکن غصے کے فرد کرنے کی عمدہ تدبیر یہ تھی کہ ان کے سامنے قرآن شریف کی تلاوت کی جاتی فوراً غصہ دور ہو جاتا۔

خدا ترسی اور پرہیز گاری، آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی، ایک موقع پر آپ کی مغرب کی نماز قضا ہوگئی، فوراً ایک غلام آزاد کر دیا، نہایت فیاض تھے، آپ نے کبھی کسی سائل کی التجا کو رد نہیں کیا، اور کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا، خاص وصف یہ تھا کہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے، اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ غریب مسلمانوں پر صرف کرتے تھے۔

رفاہ عام کے کام:

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کو رفاہ عام کے کاموں سے بے حد دلچسپی تھی، مجاہدین کے لئے اور مسافروں کے لئے انہوں نے کئی مکانات تعمیر کرائے بعض سڑکوں پر سایہ کا اور پناہ کا انتظام کیا، جن مقامات پر پانی کی تکلیف تھی

Marfat.com

وہاں کنوئیں کھدوائے بہت سی مساجد میں فرش بچھانے کا انتظام کیا، اور کئی مقامات پر مسجدیں تعمیر کرائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے اہم مقامات پر فوجی دفاتر قائم کئے، رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں، اعلیٰ درجے کے گھوڑوں کی نسل کی حفاظت کے لئے مناسب انتظامات کئے جن غریبوں کے وظائف تھے، ان کے مکانوں پر جاکر وظائف تقسیم کرتے تھے، جن عورتوں کے خاوند لشکروں میں گئے ہوئے تھے ان کے مکانوں پر جاتے، ان کی دیکھ بھال اور نگرانی کرکے، بار بار پوچھتے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں، کسی چیز کی ضروت تو نہیں، اگر کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو خود بازار سے خرید کر لاتے، میدان جنگ سے جن دوستوں کے خطوط آتے ان کو خود جاکر تقسیم کرتے، اگر ضرورت ہوتی تو ان کے جوابات بھی لکھ دیتے۔

اسلام کے جانباز سپاہی:

سرفروشی اور جاں بازی میں وہ اپنی مثال آپ تھے، غزوۂ بدر میں بے اندازہ مشرکین انکے ہاتھ سے مارے گئے، غزوۂ احد میں ایسی سرفروشی کے ساتھ تلوار چلائی کہ صفوف اعدا درہم وبرہم ہوگئیں، جنگ تبوک میں بھی بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا، اس جنگ میں ستره زخم ایسے لگے تھے جو بے چین کر رہے تھے، لیکن پھر بھی دشمنوں کی صفوں کو الٹ رہے تھے، اسی محاذ پر ایک طاقتور رومی افسر نے ان کو جنگ کی دعوت دی، وہ شیر کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے تہ تیغ کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، زبیرؓ زہد وتقوے، عبادت وریاضت اور جرأت وشجاعت میں امتیازی شان کے مالک تھے، مہمانوں کو بے حد عزیز رکھتے تھے، اکثر اپنے دوستوں سے کہتے، والعاقبة للمتقين. اپنے ساتھیوں کو بھی زہد وتقوے کی ہدایت فرماتے، حق تعالیٰ کے فضل سے آسودہ حال تھے، لیکن خود اپنی جوتیاں سیتے، اور کپڑوں میں پیوند لگالیتے۔

حضرت ہاشم بن عتبہؓ جنگ یرموک کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے

Marfat.com

ہیں، یہ ہوش ربا جنگ ماہ رجب ۱۵ھ ہجری میں ہوئی، ہرقل نے بڑے جاہ وجلال کے ساتھ اس جنگ کا انتظام کیا تھا، ہر شہر اور ہر ضلع سے عیسائی فوجیں طلب کی گئی، روم قسطنطنیہ، آرمینیہ اور دیگر اہم مقامات پر خاص احکام بھیجے گئے کہ تمام فوجیں پائے تخت انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی، فوجوں کا ایک سیلاب نظر آتا تھا، ۵رجب ۱۵ھ ہجری کو یہ عظیم لشکر میدان یرموک میں جمع ہوگیا، علی القباح رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے کہ میدان پر چھا گئے۔

اس اہم موقع پر حضرت زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہ) بے حد متاثر تھے جب فوجیں بالکل مقابل آگئیں تو ایک رومی افسر صف چیر کر نکلا اور کہا: کوئی مسلمان افسر میرا مقابلہ کرسکتا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے گھوڑا آگے بڑھایا، اور تیزی کے ساتھ اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ رومی افسر ہتھیار بھی نہیں سنبھال سکا تھا کہ ان کا دار چل گیا، تلوار سر پر پڑی، اور رومی افسر خاک وخون میں تڑپنے لگا۔

میدان یرموک میں کامیاب ہونے کے بعد حضرت عمرو بن عاص کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا، اس حملہ میں بھی حضرت زبیرؓ نے شاندار کارنامے انجام دئے جب قلعہ فسطاط کا محاصرہ ہوا تو انتہائی جاں بازی کے ساتھ قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ کھول دیا، حضرت زبیرؓ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی، اور ۳۶ھ ہجری میں شہید ہوکر وادی السباع میں سپرد خاک ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

....

Marfat.com

حضرت ہاشم بن عتبہؓ

اسم گرامی ہاشم، والد کا نام عتبہ، ابھی یہ نوجوان ہی تھے کہ اسلام کی روشنی نے ان کے دل میں اجالا کیا، ایثار واخلاص میں ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے، دشمنان حق کے مقابلے میں پہاڑ ثابت ہوتے تھے، عزت اسلام کی حفاظت کے لئے جاں نثاری ان کی زندگی کا عظیم تر کارنامہ ہے۔

بچپن سے نہایت دلیر اور بہادر تھے، جب مسلمان ہوئے تو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں سخت سے سخت معرکوں میں پیش پیش رہے، اور مشکل سے مشکل مواقع پر ثابت قدم رہے، تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ غزوۂ احد خیبر اور حنین میں شاندار کارنامے انجام دئے۔

جنگ یرموک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واقع ہوئی تھی، حضرت ہاشم بن عتبہؓ نے اپنی اثر آفریں تقریروں سے مسلمانوں میں حیرت انگیز جوش پیدا کر دیا تھا۔

یرموک کے میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا، بجلی کی طرح رومی فوج پر یہ ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگا دئے، میدان کے ایک حصے میں خیموں کی آڑ لے کر چند رومی افسر جھانک رہے تھے، حضرت ہاشم بن عتبہ نے ان کو دیکھ لیا، انتہائی جوش کے عالم میں رومی فوج کو چیرتے پھاڑتے خیموں کے قریب پہنچ گئے، اور ان کا کام تمام کر دیا۔

جنگی کارنامے:

۱۳ھ ہجری مطابق ۶۳۴ء عیسوی سے ایرانی مسلسل اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے، حضرت فاروق اعظمؓ یہ چاہتے تھے کہ انہیں عبرت ناک شکست دی جائے۔

Marfat.com

امیر المومنین کا ارادہ معلوم کر کے حضرت ہاشم بن عتبہ نے ایک عظیم اجتماع میں پر جوش تقریر کی جس سے حاضرین کے دل ہل گئے، حضرت ہاشمؓ نے فرمایا: دوستو! میں ایرانیوں سے خوب واقف ہوں، وہ مرد میدان نہیں ہیں، ہم ان کو آسانی سے شکست دے سکتے ہیں، حضرت ہاشم کی تقریر نے مجاہدین کو گرما دیا، اور ہر طرف سے آوازیں آئیں، ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں ہم عزت اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں گے۔

دربار خلافت میں اطلاع موصول ہوئی کہ سقاطیہ میں ایرانیوں نے عظیم لشکر جمع کیا ہے حضرت فاروق اعظمؓ نے ہاشم بن عتبہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا، حضرت ہاشم نے فوج کو سروسامان سے آراستہ کیا، اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لئے بڑھے۔

سقاطیہ میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، ایرانی سپہ سالار نرسی کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، دوسرے دن لڑائی شروع ہوگئی، ایرانی بڑی ثابت قدمی سے لڑے، بہت بڑے معرکے کے بعد نرسی کو شکست فاش ہوئی، اس شکست کی خبر سن کر شاہ ایران نے مردان شاہ کو سپہ سالار مقرر کیا، یہ سپہ سالار عربوں سے شدید عداوت رکھتا تھا، اس نے سب سے پہلے کوہ پیکر ہاتھی میدان میں بھیجے جن پر گھنٹے لٹکے ہوئے تھے، عرب کے گھوڑے بدک کر پیچھے ہٹے حضرت ہاشم گھوڑے سے کود پڑے، اور ساتھیوں سے کہا: ہاتھیوں کو بیچ میں لے لو، جاں باز مجاہدین نے ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو نیچے گرادیا، اس کے بعد ہاتھیوں کی سونڈوں پر تلوار ماریں اور ان کو میدان سے بھگا دیا، ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد بھی ایرانی بڑی ثابت قدمی سے لڑے لیکن بالآخر ان کو شکست فاش ہوئی۔

اس شکست کا حال سن کر شاہ ایران کو بے حد صدمہ ہوا، اس نے مروان شاہ کی بجائے مہران ہمدانی کو سپہ سالار مقرر کیا، یہ ایران کا ایک جاں باز ماہر فن سپہ سالار تھا، ایرانی مہران شاہ کی زیر سیادت بڑے جاہ وجلال سے جب میدان میں آئے تو حضرت ہاشم نے بھی شیر کی طرح حملہ کردیا، اور پہلے ہی حملے میں مہران کا میمنہ توڑ کر قلب میں

Marfat.com

گھس گئے، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانیوں کا لشکر خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہوگیا، با ایں ہمہ سپہ سالار مہران ثابت قدم رہا، اور بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑتا رہا تھا۔

حضرت ہاشم نے اس پر طوفانی حملہ کیا، اور تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، مہران کے قتل پر لڑائی کا خاتمہ ہوگیا، ایرانی نہایت ابتری سے بھاگے، اس عظیم فتح کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی گئی۔

حضرت حارث بن حسان بیان کرتے ہیں، سقاطیہ کے معرکہ سے فارغ ہوکر حضرت ہاشم بن عتبہ بویب کی طرف متوجہ ہوئے، بویب ایک شاداب مقام تھا جو کوفہ کے شمالی حصے میں تھا، یہاں ایرانیوں نے ایک عظیم لشکر جمع کیا تھا، سقاطیہ کی شکست سے نادم ہوکر ایرانی سپہ سالار رستم نے ایک گہری سازش کی، اضلاع عراق میں ہر طرف ماہر فن خطیب بھیج دیے، انہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر ایک آگ لگادی، شاہ ایران نے رسم کی اعانت کے لئے ایک فوج گراں تیار کی۔

یہ لشکر بویب کے قریب نمارق میں خیمہ زن ہوا، ۱۷ رمضان ۱۴ھ ہجری کو رستم نے بڑے سروسامان سے لشکر آرائی شروع کی، حضرت ہاشم بن عتبہ نے بھی نہایت ترتیب سے صفیں درست کیں، ایرانی بڑے زور شور سے گرجتے ہوئے آگے بڑھے، ان کے قومی نعروں سے تمام میدان گونج اٹھا، حضرت ہاشم نے مجاہدین حق سے کہا: گھبرانا نہیں، یہ وحشیانہ شور وغل ہے۔

ایک گھنٹے کے بعد شدید تصادم ہوا، حضرت ہاشم بن عتبہ پوری طاقت کے ساتھ میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے، ایسی جان بازی کے ساتھ لڑے کہ صفیں الٹ دیں، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، رستم خود بھی لڑ رہا تھا، اور بڑی جاں بازی سے لڑ رہا تھا، کچھ دیر کے بعد زخم کھا کر گرا، اور پھر سنبھل گیا، حضرت ہاشم نے آگے بڑھ کر تلوار سے اس پر حملہ کیا تو رستم گر گیا، ایرانی بڑی ابتری سے بھاگے، مجاہدین نے تعاقب کیا، اور میدان کو لاشوں سے پاٹ دیا۔

Marfat.com

اس عظیم فتح کا اثر یہ ہوا کہ ایرانیوں کو یہ یقین ہوگیا کہ ہم عربوں پر غالب نہیں آسکتے، اور سلطنت کسریٰ کا زوال قریب ہے، ایک مورخ کا بیان ہے کہ اس معرکہ میں بے شمار نقد اور سامان مسلمانوں کے قبضے میں آیا، پایہ تخت میں جب اس شکست کی اطلاع پہنچی تو صف ماتم بچھ گئی، سب نے یک زبان ہوکر کہا: بدبختی کے بادل چھا گئے ہیں، اور کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوتی، شاہ ایران کئی روز تک اداس اور غمگین رہا، مجاہدین اسلام کے خطرے کو سامنے رکھ کر اس نے از سر نو فوج کو مرتب کیا، تمام قلعے اور فوجی چھاؤنیاں مستحکم کیں، بایں ہمہ لوگوں پر ایران کے جاہ وجلال کا جو رعب چھایا ہوا تھا، وہ ختم ہوگیا، عرب ان کو گیدڑوں کی مانند سمجھنے لگے، ایک عرب سو ایرانیوں پر بھاری ہوگیا۔

نمارق پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت ہاشم ذی قار کی طرف بڑھے یہ ایک نہایت شاداب مقام تھا، یہاں ایرانیوں کی محفوظ فوج رہتی تھی، قریب قریب کئی قلعے تھے، جن کو خاص طور پر مستحکم کیا گیا تھا۔

دربار خلافت سے ہدایت موصول ہوئی کہ لڑائی سے پہلے کچھ لوگ سفیر بن کر شاہ ایران کے پاس جائیں اور صاف صاف گفتگو کریں، اس حکم کے موصول ہونے کے بعد حارث بن حسان اور سہیل بن عامر کو سفارت کے لئے تجویز کیا گیا، یہ دونوں فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز تھے، ان دونوں کو مدائن کی طرف بھیجا گیا، یہ شمع توحید کے پروانے اپنے گھوڑے اڑاتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے، راہ میں جس طرف سے گزرتے تھے، تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔

دونوں مجاہد قصر شاہی کے قریب ٹھہرے، اطلاع بھیجی گئی شاہ ایران نے بڑے سروسامان سے دربار آراستہ کیا، اور سفیروں کو طلب کیا، یہ لوگ سادہ لباس میں تھے، دربار میں داخل ہوئے بیباکی اور دلیری ان کے چہروں سے عیاں تھی، شاہ ایران نے پوچھا: ”آپ کے آنے کے مقصد ہے؟“ حارث بن حسان نے مختصر طور پر اسلام کے فضائل بیان کئے، پھر کہا: ”ہم روز روز کی سازشیں برداشت نہیں کرسکتے، آپ ہمیں جزیہ دیجئے یا تلوار کو پسند کیجئے۔“

Marfat.com

یزدجرد یہ الفاظ سن کر سراپا آتش بن گیا، اس نے سخت لہجہ میں اسلامی سفیروں سے کہا: تم کو یاد نہیں کہ تم دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل تھے جب تم سرکشی کرتے تھے، ہم اپنے فوجی افسروں کو بھیج کر تمہیں عبرتناک سزا دیتے تھے، آج تم ہمارے سامنے جزیہ اور تلوار کا ذکر کرتے ہو؟ حارث بن حسان نے کہا: سچ ہے ہم بدبخت اور گمراہ تھے، آپس میں کٹتے مرتے تھے، لیکن آج ہم وہ نہیں ہیں، اللہ نے ایک مقدس پیغمبر بھیجا، اول اول ہم نے اس کی مخالفت کی، وہ سچ کہتا تھا اور ہم جھٹلاتے تھے، رفتہ رفتہ اس کی بات نے دلوں میں اثر کیا، ہم راہ راست پر آگئے، ہم اسلام پیش کرتے ہیں، ہمیں جزیہ دیجئے یا تلوار قبول کیجئے، یزدجرد غصے سے بیتاب ہوگیا، اس نے کہا: اگر سفیروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں ابھی قتل کرادیتا، تم واپس جاسکتے ہو، میں جزیہ قبول نہیں کرتا، تلوار قبول کرتا ہوں، سفیر واپس آگئے۔

سفیروں کو واپس کرنے کے بعد شاہ ایران نے ذی قار کے قریب ایک جرار لشکر بھیج دیا، ایک ہفتے کے بعد جنگ شروع ہوگئی، دونوں طرف سے جاں باز نکلے اور شجاعت کے جوہر دکھائے، پھر عام جنگ شروع ہوئی، زورشور کا رن پڑا، نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل پڑتی تھی، تمام دن اور تمام رات ہنگامہ کارزار گرم رہا، لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے حضرت ہاشم نے پرجوش تقریر کی، تمام لشکر میں اک آگ لگ گئی، سوار گھوڑوں سے کود پڑے، گھمسان کا رن پڑا، حضرت ہاشم نے ایرانی سپہ سالار شدید طوفانی حملہ کیا، اور تلوار سے کام تمام کردیا، تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

خدمت خلق اور تعمیری کام:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیر ہدایت آپ نے رضا کاروں کی ایک جماعت مرتب کی، ان کے نام فوجی رجسٹر میں لکھے گئے، ان کے وظائف مقرر کیے، ان لوگوں کو زراعت اور تجارت کی سخت ممانعت تھی، ان کا کام صرف یہ تھا کہ فنون جنگ میں مہارت حاصل کریں، اور حسب ضرورت میدان کارزار میں پہنچ جائیں، اسی انداز سے عرب کے ہر حصے میں رضا کاروں کی تنظیم عمل میں آئی، اور فوج کا ایک شائستہ

Marfat.com

انتظام ہو گیا۔

حضرت ہاشم نے دربار خلافت کی منظوری سے مختلف علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، فوجی چھاؤنیوں کے قریب تالاب تیار کرائے، پانی کی تقسیم کے لئے مناسب انتظام کیا، کئی مقامات پر سڑکیں تعمیر کرائیں، نئے راستے نکالے، فوجوں اور مسافروں کے لئے صاف ستھرے مکانات بنوائے، بعض سڑکوں پر سائے کا اور پناہ کا انتظام کیا، جن مقامات پر کنوئیں نہیں تھے وہاں نئے کنوئیں کھدوائے، مسجدیں تعمیر کرائیں، بعض مقامات پر تجارت کا بھی انتظام کیا۔

حضرت ہاشم کے دوست عامر بن سہیل بیان کرتے ہیں، عادت شریفہ یہ تھی کہ صبح وشام بازار جا کر معذور لوگوں کا سودا سلف لا دیا کرتے تھے، بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے، جب کوئی مر جاتا اس کے جنازے میں جاتے، اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے، اپنے ذاتی کاموں کے سلسلے میں کسی کو تکلیف نہ دیتے۔

زندگی کے آخری حصے میں تنہائی اور خلوت نشینی کو پسند کرتے تھے سحر کے وقت جب تلاوت قرآن کرتے تو آنسوؤں کے دو چشمے آنکھوں سے جاری ہو جاتے، رات کے شروع حصے میں سو جاتے، آخری حصے میں بیدار ہو کر غسل کرتے، پھر ایک گوشے میں سر جھکا کر بیٹھ جاتے، بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہتے، پھر تہجد سے فارغ ہو کر صبح صادق تک تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے، کبھی کبھی نماز تہجد سے فارغ ہو کر الحاج وزاری کے ساتھ دعا میں مشغول ہو جاتے، دعا میں فرمایا کرتے۔ ''الہ العالمین! میرا انجام بخیر ہو، بہترین اعمال کی توفیق عطا فرما، پروردگار! ان کاموں کی توفیق دے جن میں تیری رضامندی ہے۔''

آپ کی رحمدلی اور انکسار پسندی کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ میدان یرموک میں آپ سپاہیوں کو کھانا تقسیم کر رہے تھے، ایک شخص کو آپ نے دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے؟ آپ نے دریافت کیا، داہنے ہاتھ سے کیوں نہیں کھاتے؟ اس مجاہد کا نام حارث بن نعمان تھا، اس نے کہا: سردار! ایک وقت تھا کہ میں بھی اعلیٰ درجے کی صحت کا مالک تھا جس وقت میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا، میں بجلی کی طرح رومی

Marfat.com

لشکر پر ٹوٹ پڑا، اور جوش میں اس پار سے اس پار نکل گیا، جب میدان کے آخری کنارے پر پہنچ گئے تو رومیوں نے اکیلا پا کر حملہ کیا، ایک ٹولی مجھ پر ٹوٹ پڑی، میں نے سخت مقابلہ کیا، لیکن پھر بھی میرا داہنا ہاتھ ضائع ہو گیا مجاہد کے یہ الفاظ سن کر آپ کے دل پر رقت طاری ہوئی، جب تک آپ یرموک میں رہے، اسے پانچ وقت وضو کراتے، اپنے ہاتھ سے اس کا سر دھوتے، کپڑے پہناتے، آپ نے اس کے لئے ایک نوکر مقرر کر دیا، اور اپنے پاس سے اس کے لئے ضروری سامان مہیا کیا، پھر دربار خلافت سے اس کے لئے وظیفہ منظور کرایا، آپ کا معمول تھا کہ معذور سپاہیوں کی روزانہ خدمت کرتے۔

آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب آپ مدینہ طیبہ میں ہوتے تو مسافر خانوں میں جا کر مسافروں کی خدمت کرتے، جن عورتوں کے شوہر رزم گاہ میں تھے، ان کے مکانوں پر پہنچ کر بازار سے سودا خرید کر لاتے، جب قاصد خطوط لے کر آتے تو وہ خطوط مجاہدین کے گھروں پر پہنچاتے، حضرت ابوعبید بیان کرتے ہیں، میں نے ایک روز دیکھا، ہاشم بن عتبہ ایک تھیلہ آٹے کا بھرا ہوا اپنی پشت پر لادے ہوئے وباط شامی کی طرف جا رہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا، ہم لوگ رباط شامی میں پہنچے، وہاں دیکھا کہ بنی حارث کے بیس آدمی وہاں اترے ہوئے ہیں، جو نہایت ہی غریب ہیں، حضرت ہاشم نے وہاں پہنچ کر بوجھ اتارا، اور مسافروں کے لئے کھانا پکانے میں مشغول ہو گئے، جب کھانا تیار ہو گیا تو سب کو تقسیم کر دیا، دوسرے دن کھجوروں کا بورہ اپنی پشت پر لاد کر لائے اور وہ کھجوریں غریبوں کو تقسیم کیں، اسی طرح آپ روزانہ خدمت خلق میں مشغول رہتے تھے، حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فیاض دل بخشا تھا، وہ جس طرح راہ حق میں جان دینے کو ہر وقت تیار رہتے تھے، اسی طرح مال لٹانے میں بھی پیش پیش رہا کرتے تھے۔

تبلیغ کا شوق:

دین حق کی تبلیغ سے بے پناہ عشق تھا، جب فرصت حاصل ہوتی، مختلف علاقوں میں تشریف لے جاتے، جن علاقوں میں انہوں نے کام کیا، دین حق کی تعلیم پھیلتی گئی،

Marfat.com

اور کفر و ضلالت کی تاریکیاں دور ہوگئیں۔

محبت رسول کے جذبات ہر وقت دل میں جوش زن رہتے تھے، بارگاہ قدوسی سے جو ہدایات حاصل ہوئی تھیں ان کی اشاعت کرتے تھے، اور اپنی تقریر کے سوز و گداز سے دلوں کو گرما دیتے تھے، وہ اسی عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے سفر کرتے رہتے تھے، اور قریہ قریہ میں پہنچ کر حق کی اشاعت کرتے ان کو نہ تنہائی کا احساس تھا نہ بے سروسامانی کا، نہ کسی ظالم کا ڈر، نہ کسی پریشانی کا غم، نہ خوف وخطر کا اندیشہ، کوئی خطرہ اس فرض کو انجام دینے سے روک نہیں سکتا تھا۔

....

Marfat.com

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

یہ ان خوش نصیب بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدا ہی میں داعی توحید کو لبیک کہا: شرک وتوحید کی کشاکش اور کفار کے وحشیانہ مظالم نے ان کو بھی مکہ میں چین سے نہیں رہنے دیا، اپنی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہؓ کو ساتھ لے کر حبش تشریف لے گئے، پھر وہاں سے واپس آ کر مدینہ طیبہ چلے گئے۔

مجاہدانہ کارنامے:

غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوہ بدر پیش آیا، حضرت عامرؓ نے اس معرکہ میں نہایت جان بازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں الٹ دیتے تھے۔

۳ھ ہجری میں معرکہ احد کا واقعہ ہوا، اس لڑائی میں تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست میں بدل گئی اور مشرکین کے اچانک حملے سے مجاہدین اسلام کے پاؤں متزلزل ہوگئے یہاں تک کہ شمع نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہ ثابت قدم رہے، اس وقت بھی یہ جاں نثاری کا فرض ادا کر رہے تھے۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت عامرؓ نے غزوۂ احد میں جاں نثاری اور شجاعت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا تھا، ان کا تمام بدن زخموں سے چھلنی ہوگیا تھا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم تھے۔

۵ھ ہجری میں یہودیوں کی فتنہ انگیزی اور سازش سے غزوۂ خندق پیش آیا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس شدید طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت عامرؓ خندق کے اس حصہ پر مامور کئے گئے تھے جو نہایت خطرناک تھا، کفار بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کئے رہے، لیکن مسلمانوں کے غیر معمولی عزم واستقلال کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے، غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریطیہ، اور بیعت رضوان

Marfat.com

میں شریک ہوئے، پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی انجام کار خیبر فتح ہوا، اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں۔

رمضان ۸ ہجری میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ حضور فخر کائنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا، اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے جہاں سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مظالم برداشت کرتے کے بعد ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے حضور رحمت عالم جب مکہ میں داخل ہوئے تو ایک فوجی دستہ آپ کے ہم رکاب تھا، حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت زبیر اپنے گھوڑوں پر سوار حضور کے ساتھ چل رہے تھے، تا کہ وقت ضرورت حضور پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، حضرت عامرؓ نے اس معرکہ میں بھی نہایت جاں بازی و دلیری سے حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے دشمن کی صفوں کو تہ و بالا کر دیتے تھے [illegible]

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک میں شریک ہوئے، پھر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا تو حضرت عامرؓ اس سفر میں بھی ہم رکاب تھے، حج سے واپس آنے کے بعد آفتاب ہدایت نے وصال فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے [illegible]

عراق پر فوج کشی:

خلافت صدیقی کے دوسرے سال ۱۲ ہجری میں عراق میں آتش پرستوں نے خطرناک سازشیں کیں، اور شام میں رومیوں نے فتنہ برپا کیا، اطلاع موصول ہوئی کہ رومی خاص مدینہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں، ان حالات میں حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک جرار لشکر تیار کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عامر بن ربیعہ کو عراق کی طرف روانہ کیا، ان مجاہدین حق نے عراق کے تمام سرحدی مقامات فتح کر لیے اور آتش پرستوں کے حوصلے پست کر دیے [illegible]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ [illegible]

جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے منصب لیتے ہی سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ اس مقصد کے لیے ایک مضبوط فوج تیار کی۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کو سپہ سالار مقرر کیا، شاہ ایران نے عراق کے مختلف علاقوں میں اپنے خاص نمائندے بھیجے۔ انہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر مسلمانوں کے خلاف شدید انتقام کا جذبہ پیدا کیا، اور ایک مضبوط لشکر جمع کیا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ حیرہ کے قریب پہنچ گئے۔ حیرہ کے جنوبی حصے میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، ایرانی سپہ سالار کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، پھر بھی وہ لڑائی میں دیر کر رہا تھا، اس اطلاع کی بناء پر کہ دارالحکومت سے مزید فوجیں آ رہی ہیں، حضرت عامرؓ کو بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر جنگ شروع کر دی اور بہت بڑے معرکے کے بعد ایرانی سپہ سالار کو شکست فاش ہوئی۔

ایرانی فوجیں پسپا ہو گئیں، اور اجاس میں پہنچ کر خیمہ زن ہو گئیں وہاں دارالحکومت سے امدادی فوج آ گئی، حضرت عامرؓ نے از سر نو فوج کو سر و سامان سے آراستہ کیا، اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لئے بڑھے، میدان اجاس میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، ایرانیوں نے بڑے زور سے قومی نعرے بلند کیے یہاں تک کہ سارا میدان گونج اٹھا، حضرت عامرؓ نے فرمایا: ان نعروں کی کوئی اہمیت نہیں! یہ وحشیانہ شور و غل ہے، کچھ دیر کے بعد جنگ شروع ہو گئی، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانی اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، حضرت عامرؓ نے فوج کو للکارا، ثابت قدم رہو، تمہاری جانیں صرف اسلام کے لئے ہیں، اس آواز کے ساتھ اسلامی فوج میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔

ایرانیوں کا لشکر خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہو گیا، حضرت عامرؓ نے ایرانی سپہ سالار پر شدید حملہ کیا اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، سپہ سالار کے قتل ہوتے ہی تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

فتح کے بعد اس علاقے کے بہت سے با اثر لوگ حضرت عامرؓ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوئے، اور امن کی درخواست کی، حضرت عامرؓ نے دربار خلافت کو لکھا، وہاں سے جواب آیا کہ جو امن پسند ہیں، ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے، تمام علاقے کو امن دیدیا گیا، جو لوگ گھر چھوڑ کر نکل گئے تھے، وہ واپس آ کر آباد ہو گئے۔

ساباط کا معرکہ:

۱۵ھ ہجری (مطابق ۶۳۶ء) میں ساباط کا معرکہ پیش آیا، ایرانی افسروں نے اجاسی سے بھاگ کر ساباط میں قیام کیا تھا اور چونکہ یہ ایک محفوظ و مستحکم مقام تھا اس لئے اطمینان کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کی تھیں۔

شاہ ایران نے حکم دیا تھا کہ فوج کی از سر نو تنظیم کی جائے، اور بارہ ہزار سپاہی خاص فوج سے انتخاب کئے جائیں، شہر بار کو اس عظیم معرکہ کے لئے سپہ سالار مقرر کیا گیا، شہر بار کے انتخاب کی یہ وجہ تھی کہ اس نے خود عرب میں تربیت پائی گئی، اور وہ عربوں کے انداز جنگ سے بخوبی واقف تھا، حضرت عامر کو معتبر ذرائع سے یہ حالت معلوم ہو چکے تھے، وہ پیش قدمی کر کے خود حملے کے لئے بڑھے، ساباط کے شمالی حصے میں دونوں فوجیں صف آرا ہو گئیں۔

حضرت عامرؓ نے اس سرے سے اس سرے تک ایک بار چکر لگایا اور اعلان کیا کہ، بہادرو! تمہاری جانیں صرف اللہ کے لئے ہیں، کچھ دیر کے بعد جنگ شروع ہوئی، شہر یار نے سب سے پہلے اسلامی فوج کی طرف ہاتھیوں کو روانہ کیا، مجاہدین نے اس قدر تیر برسائے کہ فیل نشینوں کو گرادیا، اور ہاتھیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، اب بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا، اور اس زور کا رن پڑا کہ ایرانیوں کے حوصلے پست ہو گئے، جب لڑائی شباب پر پہنچی تو سوار گھوڑوں سے کود پڑے، اور تیر و کمان پھینک کر تلواریں سنبھالیں، حضرت عامر خود بھی آگے بڑھے، اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی۔

ایرانیوں کا ایک رسالہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا، حضرت عامر نے اپنے رفیقوں کے ساتھ اس پر شدید حملہ کیا، یہ شمع توحید کے پروانے اس بہادری سے لڑے کہ رسالہ کا

Marfat.com

رسالہ برباد ہوگیا، تمام دن اور تمام رات ہنگمۂ کارزار گرم رہا، لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے، پھر بھی فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا دوسرے دن قاریوں نے خوش الحانی اور جوش سے قرآن شریف کی آیتیں پڑھیں جس کی تاثیر سے دل ہل گئے، بڑے زور شور کا رن پڑا، اسلامی فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھی اور بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا۔

حضرت عامر کسی طرح شہر یار کے قریب پہنچ گئے، اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، ایرانیوں کے لئے یہ ایک شدید حادثہ تھا، تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مجاہدین نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، ایک وقائع نگار کا بیان ہے کہ اس جنگ میں تقریباً دو ہزار مجاہدین شہید ہوئے، اور ایرانی دس ہزار سے زیادہ مقتول ہوئے، یہاں ایک قدیم آتش کدہ تھا، اس میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی، بہت سا مال واسباب مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

۷ ربیع الاول ۱۴ھ ہجری کو حضرت عامر کو اطلاع ملی کہ دمشق کی شکست نے رومیوں کو سراپا آتش بنادیا ہے، اور وہ مقام بے سان میں عظیم لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر طوفانی حملہ کرنا چاہتے ہیں، حضرت عامرؓ بیتابی کے ساتھ بے سان پہنچ گئے، حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کو میمنہ پر مقرر کیا، جنگ شروع ہوگئی، رومی گرجتے ہوئے آگے بڑھے، پہلا مقابلہ حضرت عامر سے ہوا۔

حضرت عامر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے، یہاں تک کہ میمنہ کا رسالہ فوج سے دور نکل آیا، حضرت عامرؓ نے موقع پا کر اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، سات بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، دن بھر شدید ہولناک جنگ جاری رہی تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔

اس عظیم معرکہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ہاشم بن عتبہؓ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھی بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس فتح عظیم کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ مفتوحین کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا جائے۔

Marfat.com

یونان میں شکست کھانے کے بعد رومی افسر حمص میں جمع ہوئے اور بڑے اہتمام سے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیاریاں کیں، شہنشاہ ہرقل نے ایک مضبوط فوج وہاں روانہ کی۔

حمص، شام کے اضلاع میں ایک بڑا شہر ہے، اسلامی لشکر جب وہاں پہنچا تو شدید سردی پڑ رہی تھی، رومیوں کو یقین تھا کہ مسلمان کھلے میدان میں دیر تک نہ لڑ سکیں گے، لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا، حضرت ابو عبیدہ نے ایک قدیم چھاؤنی لاذقیہ کے قریب قیام کیا، دوسرے دن جنگ ہوئی مسلمانوں نے شدید حملہ کیا اور بڑی آسانی سے شہر فتح ہو گیا۔

رومی فوجیں انطاکیہ کی طرف چلی گئیں تو ہرقل نے چند سپہ سالاروں کو طلب کیا، اور پوچھا، کیا سبب ہے کہ ہر محاذ پر شکست ہو رہی ہے؟ ایک تجربہ کار افسر نے کہا، اصل بات یہ ہے کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے، ان کے اندر تحمل شدائد کی بے نظیر قابلیت ہے، باہمی محبت ان کے اندر بدرجہ کمال موجود ہے، ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، اقرار کی پابندی نہیں کرتے، تحمل شدائد کے مقابلہ کی طاقت ہمارے اندر نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ کامیاب ہو رہے ہیں، اور ہم مسلسل شکستیں کھا رہے ہیں۔

اس تقریر کو سن کر قیصر خاموش ہو گیا، اس نے کہا، بہر حال کچھ بھی ہو، عربوں کے خلاف پوری طاقت صرف کی جائے گی، چنانچہ روم قسطنطنیہ اور آرمینیہ میں بھرتی کے دفتر کھول دئے گئے، چند روز کے بعد فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا انطاکیہ کے چاروں طرف فوجوں کا ایک سیلاب موجزن تھا، حضرت ابو عبیدہؓ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے تمام افسروں کو جمع کیا، اور مقابلے کے لئے تیاریاں شروع کیں، غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ یرموک میں قیام کیا جائے، یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لحاظ سے مناسب تھا، رومی فوجیں یرموک کے مقابل دیر الجبل میں اتریں اور اپنے جاہ وجلال کا خوب مظاہرہ کیا، حضرت عمرو ابن عاص بھی اس مقام پر پہنچ گئے، نہایت استقلال کے

Marfat.com

یا تھا جنگ کا اہتمام کیا گیا

حضرت معاذ بن جبلؓ کو میمنہ پر مقرر کیا گیا، حضرت عامرؓ کو پیدل فوج کی افسری دی گئی، تو حریف نے دس رومی بڑے بڑے سالار دستانان سے نکلے دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی، انہوں نے بڑے زور سے حملہ کیا، مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے، لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا، اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا، حضرت عامرؓ اس اہم موقع پر دفعتہ صف چیر کر نکلے، اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی فوجیں تتر بتر کر دیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معرکہ میں انہوں نے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیئے۔

گھسان کا رن پڑا، مجاہدین اسلام بڑے استقلال سے داد شجاعت دے رہے تھے حضرت عامرؓ نے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی: ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم۔ اس آیت نے جذبات میں اک آگ لگا دی، حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت عامر بن ربیعہؓ حضرت ہاشم بن عتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے فوج کو بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہو گئیں، اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں، حضرت عامرؓ نے اس اہم موقع پر شدید حملہ کیا، رومی دور تک ہٹتے چلے گئے، اور پھر بدحواسی کے ساتھ بھاگے، کچھ دیر کے بعد میدان خالی ہو گیا۔

سرحدی مقامات کی فتح:

اس عظیم کامیابی کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے آس پاس کے مقامات کی فتح کے لئے حضرت عامرؓ کو مقرر کیا، حضرت عامرؓ نے بڑی آسانی کے ساتھ کئی مقامات فتح کر لئے، جن عیسائیوں نے جزیہ دینا منظور کیا، ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔

یرموک کی عظیم فتح کے بعد عیسائیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے، بڑے بڑے امراء نے جزیہ دینا منظور کر لیا، اور صلح کر لی، عام طور پر عیسائی خود حاضر ہو ہو کر صلح کی درخواست کرتے تھے اور وہ منظور کر لی جاتی تھی۔

Marfat.com

شوال ۱۹ھ ہجری (مطابق ۶۴۰ء) میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ قیساریہ کی جنگ میں شریک ہوئے، یہ ایک ساحلی مقام ہے، جو بحر شام کے ساحل پر واقع ہے، یہاں عیسائیوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا، مسلمانوں نے کسی حد تک پریشانی محسوس کی، لیکن حضرت عامرؓ عیسائیوں کے قلب میں گھس گئے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے، عیسائیوں نے سارا زور حضرت عامر پر لگا دیا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے، جنگ کی یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر ہاتھ اور بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے، لیکن ان کے پائے ثابت کو لغزش نہیں ہوتی تھی، حضرت عامرؓ نے اپنے طوفانی حملے سے رومیوں کے ہزاروں آدمیوں کو خاک و خون میں تڑپایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ قیساریہ کے میدان میں حضرت عامرؓ اس جوش و خروش سے لڑ رہے تھے کہ ایک رومی افسر نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری، اور ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا، لیکن ان کو خبر تک نہیں ہوئی، مگر اس شدید جنگ کے بعد بھی شہر پر قبضہ نہ ہو سکا ایک دن ایک مخبر نے ایک سرنگ کا نشان دیا، جو شہر کے اندر، اندر قلعہ کے دروازے تک گئی تھی، چند مجاہدین نے اس راستے سے اندر پہنچ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اسلامی فوج آسانی سے داخل ہو گئی اب عیسائیوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا، مسلمانوں نے ان کی جان و مال کی حفاظت کے لئے معاہدہ لکھ دیا، حضرت عامرؓ کا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وصال ہوا۔

فضائل اخلاق:

حضرت عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عامرؓ میں بے نظیر روشن خیالی، روشن ضمیری، دماغی قابلیت اور جرأت و شجاعت تھی، خدمت دین کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے، ان سب سے بالاتر جو وصف تھا، وہ یہ کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے بے پناہ عشق تھا، آپ رزم گاہ کے بہترین خطیب اور مقرر تھے، تقریر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی، دلائل دل نشین ہوتے تھے، اور طرز ادا اس قدر متین اور اثر آفریں تھا کہ سامعین کے جذبات میں آگ لگ اٹھتی تھی۔

Marfat.com

فن تقریر کے کمال کے ساتھ ہی بے نظیر استقلال کے مالک تھے حق تعالیٰ نے ان کو جہاد کے لئے ہمت عالی، عزم راسخ، اور استقامت، محکم کا سرمایہ فیاضی سے عطا فرمایا تھا، ہوش ربا مشکلات کا پر جوش مقابلہ کرتے تھے، بڑی سے بڑی فوج کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوتا تھا، خطرے کے مقام پر قتل کا ڈر ان کے دل کے نزدیک بھی نہیں آتا تھا، ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت رحم دل تھے ہم نے ان کو دردمندوں کا غمگسار اور غم زدہ لوگوں کا چارہ ساز پایا۔

وہ جب رزم گاہ کی طرف جاتے تھے تو اس بات پر اعتقاد رکھتے تھے کہ کامیابی اہل ایمان کے لئے ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عامرؓ میں غیر معمولی عقل وبصیرت تھی، جو لوگ ان سے قریب رہے ان کو اندازہ ہوا کہ وہ بے نظیر اور صائب الرائے مجاہد تھے، ان میں ملک داری اور جہاں بانی کی قابلیت تھی، دین ودانش کے سرمایہ دار تھے، زہد وقناعت بدرجۂ کمال موجود تھی، اعانت یتامیٰ اور دستگیری بیچارگاں کے لئے بے قرار رہتے تھے، جن مقامات پر وہ تبلیغ کے لئے گئے وہاں انہوں نے مکاتب قائم کئے، اور اسلام کے محاسن بیان کئے، مرد مجاہد ایسے تھے کہ جب آتش پرستوں کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تو فوج کو لے کر آگے بڑھے اور ایران کی آخری سرحد پر جا کر رکے۔

....

Marfat.com

حضرت مقداد بن عمروؓ

اسم گرامی مقداد، ابوالاسود کنیت، والد کا نام عمرو، یہ بہراء کے رہنے والے تھے، لیکن بعض ناخوشگوار حالات کی بناء پر مکہ آکر آباد ہو گئے تھے، جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو شروع ہی میں نور ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کردیا، عام بلاکشان اسلام کی طرح حضرت مقدادؓ بھی مشرکین مکہ کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے، مشرکین نے ان پر وحشیانہ مظالم کئے، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا، آخر وحشیانہ مظالم سے تنگ آکر حبش چلے گئے، کچھ دنوں کے بعد پھر مکہ آئے، انجام کار مدینۂ منورہ کو اپنا وطن بنالیا۔

جان نثاری اور شجاعت

آپ غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت مقدادؓ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

۲ھ ہجری سے شرک وتوحید میں باقاعدہ معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوا، اور مشرکین قریش کا ایک خوفناک سیلاب میدان بدر کی طرف اُمنڈ آیا، چونکہ جاں نثاران رسولؐ کے لئے یہ اولین آزمائش تھی، اس لئے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مشورہ طلب کرکے شمع توحید کے پروانوں کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صداقت شعاری کا جوہر دکھایا، پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک تقریر میں اپنے خلوص کا اظہار کیا، لیکن حضرت مقدادؓ نے جس جوش و وارفتگی کے ساتھ اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا، اس نے یکا یک تمام فدائیوں کے جذبۂ سرفروشی میں ہیجان پیدا کردیا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہینگے کہ ”تو اور تیرا خدا جا کر لڑے“ بلکہ ہم آپ کے داہنے، بائیں آگے اور پیچھے اپنی

Marfat.com

جاں بازی کے جوہر دکھائیں گے۔ اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں یہ حکم دیں کہ سمندر میں کود پڑو تو بے شک ہم کود پڑیں گے۔

اس جذبۂ محبت اور اس جذبۂ ایثار سے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ فرط انبساط سے چہرۂ مبارک چمک اٹھا۔

حضرت مقدادؓ تیر اندازی، نیزہ بازی، شمشیر زنی، اور شہسواری میں کمال رکھتے تھے، جنگ بدر میں ان کے پاس ایک ایسا صبا رفتار گھوڑا تھا جو ان کے ذرا سے اشارہ پر بجلی کی طرح حرکت کرتا تھا، وہ میدان بدر میں جس طرف نکلتے تھے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر ڈالتے تھے، وہ اس بے جگری سے بدر میں لڑے کہ تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا، پیشانی سے مسلسل خون بہہ رہا تھا، آپ نے خون کو دیکھ کر کہا: الحمدللہ، یہ خون اسلام کی حمایت میں بہہ رہا ہے۔

جنگی کارنامے:

۳ ہجری میں غزوہ احد پیش آیا، شدید جنگ ہوئی، اس معرکہ میں جب تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے بدل گئی، اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیان دین کے پاؤں متزلزل ہو گئے تو حضرت مقدادؓ نے حفاظت رسول کا فرض نہایت ہی جاں بازی و دلیری کے ساتھ ادا کیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ۳ ہجری میں غزوہ احد پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن تیر انداز جب اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو کفار نے پھر پلٹ کر شدید حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملے سے اسلامی لشکر منتشر ہو گیا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صرف دس بارہ آدمی رہ گئے تھے، اس نازک اور اہم وقت میں حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پروانہ وار فدویت اور جاں نثاری کا حیرت انگیز ثبوت پیش کر رہے تھے، کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلواریں چمک

Marfat.com

رہی تھیں اور صدہا کفار شمع نبوت کو بجھانے کے لئے بے قرار تھے، اس نازک وقت میں جمال نبوت کا عاشق مقدادؓ آفتاب ہدایت کو آگے، پیچھے، داہنے، بائیں ہر طرف سے بچا رہا تھا، یہ جاں باز مجاہد تیروں کو اپنے ہاتھوں پر روکتا، تلوار اور نیزے کے سامنے اپنے مقدس سینہ کو پیش کر دیتا، جب کفار کا ہجوم زیادہ ہو جاتا، تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا اور کفار کو پیچھے ہٹا دیتا۔

۵ھ ہجری میں یہودیوں کی شرارت اور فتنہ انگیزی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، اور غزوۂ خندق پیش آیا، حضور رحمت عالم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس شدید طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت مقدادؓ کو ایک اہم اور نازک محاذ پر مقرر کیا گیا، وہاں انہوں نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا۔

غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، پھر خیبر کی جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔

ایک یہودی پہلوان بڑے جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں آیا، ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس نے مبارزت چاہی، حضرت مقدادؓ آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، پرزور مقابلہ کیا وہ نہایت قوی ہیکل تھا، لیکن آخر واصل جہنم ہوا۔

غرضکہ خیبر فتح ہوا، اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں، رمضان ۸ھ ہجری میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کا قصد کیا، اور فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنا دئے گئے تھے، سب سے پہلا دست جو مکہ میں داخل ہوا، اس کے سردار حضرت مقدادؓ تھے۔

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، اس معرکہ میں بھی حضرت مقداد نے نہایت جاں بازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، اسلامی جوش میں دشمنوں کو خاک وخون میں تڑپاتے ہوئے میدان کے آخری کنارے تک پہنچ گئے، وہاں خیموں کی آڑ میں ایک فوجی دستہ موجود تھا، حضرت مقداد کو دیکھتے ہی انہوں نے طوفانی حملہ کر دیا، حضرت مقدادؓ نے پر جوش مقابلہ کیا، اور

Marfat.com

ایسی جانبازی سے لڑے کہ میدان صاف کر دیا۔

اس جنگ کے بعد طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے کچھ دن کے بعد حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا حضرت مقدادؓ اس سفر میں بھی ہمرکاب رہے، حج سے واپس آنے کے بعد حضور فخر کائنات کا وصال ہوگیا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، سوا دو برس کے خلافت کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا بھی وصال ہوگیا، اور حضرت فاروق اعظم نے مسند حکومت پر قدم رکھا، حضرت فاروق اعظمؓ کو حضرت مقدادؓ کی جرأت وشجاعت، ایثار پسندی اور اصابت رائے پر کامل اعتماد تھا، اس لئے ہر بڑے معرکہ میں حضرت مقدادؓ کی خدمات ضرور حاصل فرماتے تھے۔

حضرت زبیر بن العامؓ بیان کرتے ہیں کہ یرموک کی شدید تر جنگ ۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو رونما ہوئی، رومی دمشق اور حمص میں عبرتناک شکست کھاچکے تھے، اس لئے غم وغصے اور انتقام کے جوش میں بھرے ہوئے تھے، جس وقت حالت اضطراب انگیز تھی، حضرت مقدادؓ اپنے رفیقوں کے ساتھ پہنچ گئے مسلمانوں کو ان کے آنے سے نہایت تقویت ہوئی، ان کو ایک خاص دستہ کی افسری دی گئی، حضرت ابوعبیدہؓ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ہاشم بن عتبہؓ اور حضرت مقداد بن عمروؓ نے مشورہ کیا اور ایک فیصلہ کن جنگ کا فیصلہ کیا۔

۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو رومی بڑی سازوسامان سے میدان میں آئے اندازاً دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی، ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لئے پر جوش تقریریں کر رہے تھے، عیسائیوں نے شدید تر طوفانی حملہ کیا، مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے، لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا، اور ایک بے ترتیبی سی پیدا ہوگئی، اس اہم اور نازک موقع پر حضرت مقدادؓ جو ایک حصے کے سپہ سالار تھے، گھوڑے سے کود پڑے، اور عیسائی فوج میں گھس گئے، انہوں نے اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے پاؤں پھر جم گئے، عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈال دیا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے، اور دشمن کی صفوں کو درہم برہم

Marfat.com

کرتے رہے۔

جنگ شباب پر تھی، میدان انسانی خون سے لالہ زار بنا ہوا تھا، لیکن مقداد کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوتی تھی، دیر تک رومیوں کا زور قائم رہا، حضرت مقداد نے جب یہ محسوس کیا کہ رومیوں کا زور گھٹ رہا ہے، پورے جوش کے ساتھ آگے بڑھے، اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر کر دیں، اندازہ یہ ہے کہ اس حملے میں حضرت مقداد نے رومیوں کے ہزاروں آدمی تہہ تیغ کر دیئے۔

اس اہم محاذ پر حضرت مقداد کا طرز عمل یہ تھا کہ چند لمحوں کے لئے تو معمولی جنگ کرتے تھے، پھر شیر کی طرح جھپٹ کر دشمن پر جا پڑتے تھے اور جانبازی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر کہتے، دوستو! صبر و استقلال سے دنیا میں عزت ہے، اور آخرت میں اجر عظیم، کبھی یہ آیت پڑھتے الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون۔ (جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کے نزدیک بڑے درجے ہیں اور یہ لوگ بے شک مراد پانے والے ہیں، سورۃ توبہ) یہ آیت سن کر مجاہدین میں ایک بے پناہ جوش پیدا ہو گیا، وہ بجلی کی طرح رومیوں پر گرتے، اور رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیے۔

شام ہونے سے پہلے حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عامر بن سعید حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ہاشم بن عتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت مقداد بن عمروؓ اور حضرت خالد بن ولید اس طرح ٹوٹ کر عیسائیوں پر گرے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہو گئیں رومی گھبرا کر پیچھے ہٹے، اور دور تک ہٹتے چلے گئے۔

مجاہدین حق نے پرجوش تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی، اس معرکہ میں رومیوں کے کس قدر آدمی مارے گئے؟ اس تعداد میں شدید اختلاف ہے، بعض وقائع نگاروں نے ایک لاکھ سے زیادہ تعداد لکھی ہے بعض نے یہ تعداد ستر ہزار بیان کی ہے، قیصر کو اس شکست سے بے حد صدمہ

Marfat.com

ہوا۔ اب تک انطاکیہ میں عیسائیوں کا دارالحکومت تھا لیکن اس شکست کے بعد قسطنطنیہ کی طرف دارالحکومت منتقل ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو نامہ فتح لکھا، امیرالمومنین سخت بے قرار کے ساتھ قاصد کا انتظار کر رہے تھے، فتح کی خبر معلوم کر کے بے حد مسرور ہوئے، وضو کیا، سجدے میں گر پڑے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مسلمانوں نے مفتوحین کے ساتھ نہایت ہی شریفانہ سلوک کیا۔ وہ مسلمانوں کا ایثار، خلوص اور عدل و انصاف دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے۔ بعض افراد اور رؤسا نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا، اور بعض نے جزیہ دینا منظور کیا۔

مصر کے محاذ پر

سنہ ۲۰ ہجری (مطابق ۶۴۱ عیسوی) میں دربار خلافت کے حکم سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کو فتح کرنے کی تیاریاں کیں، مقام عریش میں فوجیں جمع ہوئیں، قیصر روم کی فوجی تیاریوں کا حال معلوم کر کے حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ سے فوجی امداد کی درخواست کی، امیرالمومنین نے حضرت زبیر بن العوام، حضرت مقداد بن عمروؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کی زیر نگرانی دس ہزار فوج روانہ کی، غور و فکر کے بعد فسطاط کو فوجی مرکز بنایا گیا، یہ مقام دریائے نیل اور جبل مقطم کے وسط میں ہے، کافی اہتمام کے بعد ۱۰ ربیع الاول ۲۱ ہجری کو اسکندریہ پر حملے کی تیاریاں کی گئیں، حضرت مقدادؓ کو ایک خاص دستہ کا افسر بنایا گیا، حضرت عمروؓ نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا، اسکندریہ کے آس پاس رومیوں کی عظیم الشان آبادیاں تھیں، انہوں نے اسلامی فوج کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی، حضرت مقدادؓ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کیا، ننگی تلوار ہاتھ میں لی، اپنے چند ساتھیوں کو پکارا، اور بجلی بن کر رومیوں کی آبادیوں پر گرے، طوفانی حملہ کیا، بے شمار عیسائی مارے گئے، اس اہم واقعہ کے بعد پھر کوئی مزاحمت نہیں ہوئی، اور کسی نے سد راہ ہونے کی جرأت نہیں کی۔

اسکندریہ میں رومیوں کی عظیم الشان فوج تھی، مقوقس اس کا حاکم اعلیٰ تھا، یہ فوج

Marfat.com

ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ تھی، رومی کبھی کبھی قلعہ سے باہر نکل کر لڑتے تھے، ایک دن نہایت ہی سخت معرکہ ہوا، رومیوں نے پوری طاقت سے حملہ کیا، حضرت مقدادؓ بے قرار ہو گئے، دفعتہً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ کا یہ حملہ اس قدر طوفانی تھا کہ رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد ہو گئے، ان کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے، ان کے رفیق فوراً تلوار یا نیزہ پیش کر دیتے اور وہ شیر کی طرح جھپٹ کر دشمن پر جا پڑتے، شدید خونریز جنگ کے بعد رومیوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا، اس اہم موقع پر حضرت مقدادؓ اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی گھبرا کر قلعہ میں داخل ہو گئے، لیکن مجاہدین حق نے تعاقب جاری رکھا، قلعہ پر شدید حملہ کیا، یہاں تک کہ فتح ہو گیا۔

ایران اور عراق کے محاذ پر:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ابوالاسود حضرت مقداد بن عمرؓ نے مصر پر فوج کشی سے پہلے، فتوح عراق میں نمایاں حصہ لیا تھا، حضرت ابو عبید کے ساتھ انہوں نے رستم سپہ سالار ایران کا شدید مقابلہ کیا، ایرانی فوج جس کے جاہ وجلال کی عظیم شہرت تھی، حضرت مقدادؓ کا نام سن کر گھبراتی تھی، معرکۂ سقاطیہ میں وہ شریک ہوئے تھے، ایرانی سردار جب ہاتھیوں پر بیٹھ کر میدان میں آئے تو حضرت مقدادؓ نے اپنی تلوار سے ہودوں کی رسیاں کاٹ کر فیل نشینوں کو خاک پر گرا دیا، اور کہا تمہارا اصلی مقام یہ ہے۔

جنگ قادسیہ میں بھی وہ شریک ہوئے، ایرانی سپہ سالار مہران شاہ ان ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو عظیم مرتبہ کے سپہ سالار تھے، حضرت مقدادؓ کی بہادری وشجاعت کو تسلیم کرتے تھے اور ان کی تدبیر جنگ، اور سپہ سالاری کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے قادسیہ کی جنگ ۱۴ھ ہجری میں رونما ہوئی، حضرت مقدادؓ

Marfat.com

نے اس جنگ میں شاندار کارنامے انجام دیے، دشمن کی صفوں میں گھس کر اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صفیں کی صفیں الٹ دیں۔

قادسیہ کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت مقدادؓ کوثی کی لڑائی میں شریک ہوئے، اس جنگ میں بھی انہوں نے جاں بازی کا ثبوت پیش کیا۔

کوثی سے روانہ ہو کر حضرت مقدادؓ جنگ مدائن میں شریک ہوئے اس لڑائی میں بھی ایرانیوں نے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا، حضرت مقدادؓ برچھا ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے اور ہاتھیوں کی آنکھیں بے کار کردیں، ہاتھی گھبرا کر میدان سے بھاگے، اور یہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گیا، اب بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، حضرت مقدادؓ نے بے پناہ انداز میں شمشیر زنی کی، ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

مجاہدین حق بڑے جاہ وجلال سے مدائن میں داخل ہوئے، یہ جمعہ کا دن تھا، ایوان کسریٰ میں تخت شاہی کی جگہ ممبر نصب کیا گیا، اور خشوع وخضوع کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد حضرت مقدادؓ نے درد واثر میں ڈوب کر نہایت خوش الحانی سے جہاد کی آیات پڑھیں جن کی تاثیر سے دل ہل گئے۔

مدائن کی فتح کے بعد ایرانیوں نے جیلولاء میں ایک عظیم لشکر جمع کیا اور زور شور سے جنگ کی تیاریاں شروع کیں، یہ لڑائی ۱۶ ہجری میں رونما ہوئی، حضرت مقدادؓ اس جنگ میں بھی شریک ہوئے، ان کو میمنہ کا افسر مقرر کیا گیا، اعلان جنگ ہوتے ہی وہ دشمن کے قلب میں گھس گئے، اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، تمام مجاہدین بے نظیر شجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے، اول تیروں کا مینہ برسا، ترکش خالی ہوگئے تو نیزے سنبھالے گئے، نیزے بھی ٹوٹ کر ڈھیر ہوگئے تو اس کے بعد تیغ وخنجر کا معرکہ شروع ہوا، حضرت مقدادؓ بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے، اور برابر آگے بڑھتے جاتے تھے، انجام کار ایرانی گھبرا کر بھاگے، مسلمانوں نے بے دریغ قتل کرنا شروع کیا، ایک ذمہ دار مورخ کے بیان کے مطابق اس عظیم معرکہ میں تقریبا ستر ہزار ایرانی جان سے مارے گئے۔

Marfat.com

اس جنگ کا ایک اہم واقعہ یہ لائق ذکر ہے کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ایک ایرانی پہلوان فیروزان صف سے نکل کر آیا، اور ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہوکر اس نے کہا: تم میں کوئی بہادر ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ حضرت مقدادؓ آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، فیروزان بلاشبہ تنومند اور قوی ہیکل پہلوان تھا، لیکن حضرت مقدادؓ بھی طاقت واستقامت میں اس سے کم نہ تھے، کچھ دیر تک زور آزمائی ہوئی، آخر وہ ان کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔

تعمیری کارنامے:

حضرت مقدادؓ ایک جانباز سپہ سالار ہونے کے ساتھ ہی ایک اعلیٰ درجے کے خطیب، بہترین بدتر اور بہترین منتظم بھی تھے، حضرت فاروق اعظمؓ ان کو اپنی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا تھا، ان کی تجویز کے مطابق صیغۂ عدالت انتظامی صیغہ سے الگ کیا گیا، امیرالمومنین کی ہدایت کے مطابق انہوں نے تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کیں، اور قاضی مقرر کئے، مختلف مقامات پر جیل خانے بھی تعمیر کرائے؛ صوبجات میں بیت المال قائم کئے، بیت المال کی عمارتیں نہایت مستحکم اور شاندار بنوائیں، جن مقامات پر پانی کی تکلیف تھی وہاں نہروں اور کنوؤں کا انتظام کیا، جس سے گھر گھر پانی کی افراط ہوگئی، اہم اور مرکزی مقامات پر قلعے تعمیر کرائے، چھاؤنیاں قائم کیں بڑے بڑے مقامات پر مسافر خانے اور مہمان خانے بھی بنوائے، غیر ملکی نمائندے اور مسافران مہمان خانوں میں ٹھیرائے جاتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ دربار خلافت کے زیر ہدایت حضرت مقدادؓ نے جن مقامات کو فوجی چھاؤنیوں کے لئے پسند کیا، وہاں فوجی مصلحتوں کے ساتھ ہی عمدہ آب وہوا کا بھی لحاظ رکھا فوجی سپاہیوں کے لئے جو مکانات تعمیر کئے گئے ان کے آگے کھلے ہوئے صحن چھوڑے گئے، اس کے علاوہ امیرالمومنین کے زیر ہدایت حضرت مقدادؓ نے مفتوحہ ممالک میں شاندار درس گاہیں بھی قائم کیں، جن میں بلا امتیاز مذہب وملت سب کو تعلیم دی جاتی تھی۔

Marfat.com

فضائل واخلاق:

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع واعلیٰ تھا خشیت الٰہی اور حضور رحمت عالم کی محبت سے ان کا پیمانہ قلب لبریز تھا، حضرت مقدادؓ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے، فقراء ومساکین کے لئے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، بہت سے غریب خاندانوں کی کفالت کرتے تھے، غریب لڑکیوں کی شادی کرادیتے تھے۔

حضرت مقدادؓ مرض جلندہر میں مبتلا تھے، ایام پیری میں یہ مرض زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا، ایک رومی جراح نے ان پر عمل جراحی کیا جو ناکام رہا، اسی مرض میں وصال ہوا، وہ اس وقت مدینۂ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف میں مقیم تھے، یہ واقعہ ۲۳ رجب ۳۳ ہجری کو ہوا حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا عہد خلافت تھا، خود امیرالمومنینؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور مبارک لاش کو جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا، حضرت مقداد بہت سے محاسن اخلاق کے مظہراتم تھے، اپنے فضل وکمال کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے، فنون جنگ میں کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس میں ان کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو، زندگی کی آخری ساعتوں میں یہ کلمات زبان پر تھے، اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف خوشی خوشی چل۔

....

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

اسم گرامی عبداللہ، والد کا نام مسعود، بچپن میں ان کے والد نے بھیڑ بکریوں کو چرانے کا کام ان کے سپرد کر رکھا تھا، اس زمانہ میں شرفا کے بچوں کے لئے یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا، اہل عرب کے نزدیک یہ ایک ایسا طریقۂ کار تھا، جس کے ذریعہ سادگی اور جفاکشی کا عملی سبق بچوں کو دیا جاتا تھا۔

ایک روز حضور رحمت عالم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرف سے گزرے جہاں یہ بکریاں چرا رہے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا: ''صاحبزادے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ'' جواب دیا: میں دودھ پیش نہیں کرسکتا، اس لئے کہ یہ بکریاں عقبہ بن معیط کی ہیں، حضور رحمت عالمؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے، جس نے بچے نہ دئے ہوں؟ عرض کیا، جی ہاں، ایسی بکری موجود ہے، یہ کہہ کر ایک بکری پیش کی، حضور سرور عالمؐ نے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، یہاں تک کہ دودھ سے لبریز ہوگیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کو علیحدہ لے جا کر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں آدمیوں نے یکے بعد دیگرے خوب سیر ہو کر نوش فرمایا، اس کے بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا، خشک ہوجا، اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔

اس معجزہ نے حضرت عبداللہؓ کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! مجھے بھی اسلام میں داخل کر لیجئے، حضورؐ نے شفقت سے ان کے سر پر دست مبارک پھیرا، اور اپنے حلقہ بگوشوں میں شامل فرمالیا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف سولہ برس کے تھے کہ نور ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کیا، اگر چہ وہ کمسن تھے، لیکن استقامت وجاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہنے لگے، اور حضور سرور

Marfat.com

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادم خاص بنالیا۔

اسلام کیلئے مصائب کی برداشت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نازک وقت میں اسلام قبول کیا جب اسلام کا اعلان سنگین جرم تھا، ایک روز شمع توحید کے پروانوں نے جب یہ طے کیا کہ صحن حرم میں علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت کی جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا، چنانچہ دوسرے روز اس داعی حق نے صحن حرم میں علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ درد واثر میں ڈوب کر قرآن شریف کی تلاوت کی، تلاوت کا کرنا تھا کہ بت پرستوں کا مجمع غیظ وغضب سے مشتعل ہوکر ٹوٹ پڑا، وحشیانہ انداز میں مظالم کئے لیکن وہ عزم واستقلال کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے رہے، جب وہ اس فرض کو انجام دے کر زخمی ہوکر واپس آئے تو اپنے دوستوں سے کہا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بت پرست آج سے زیادہ میری نظر میں کبھی ذلیل نہ تھے۔

عام بلاکشان اسلام کی طرح حضرت عبداللہ بن مسعوؓ بھی مشرکین مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بن گئے، بت پرستوں نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا۔

جب مظالم وشدائد آخری حد پر پہنچ گئے تو وطن کو چھوڑ کر حبش کی راہ لی، اور کچھ عرصے کے بعد مدینۂ منورہ کو وطن بنایا، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد مستقل سکونت کے لئے حضرت عبداللہؓ کو مسجد نبویؐ کے قریب ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔

مجاہدانہ کارنامے:

حضرت عبداللہؓ تمام غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت عبداللہؓ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے بت پرستوں کی صفوں کو تہ وبالا کردیتے تھے اور آخر

Marfat.com

تک عزم واستقلال کے ساتھ سرگرم پیکار رہے۔

۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی، اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن اسلامی لشکر کے تیر اندازوں نے اپنا مقام چھوڑ دیا، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بت پرستوں نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا، اس طوفانی حملے سے اسلامی فوج منتشر ہوگئی، رزم گاہ میں صرف دس بارہ آدمی رہ گئے، اس اہم اور نازک موقع پر حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جاں نثاری کا بے نظیر ثبوت پیش کیا، اہل کفر کا ہر طرف سے نرغہ تھا، مسلسل تیروں کی بارش ہورہی تھی، خون آشام تلواریں چمک رہی تھیں، نیزے بلند ہورہے تھے، اس ہوش ربا وقت میں حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سرکار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے، دائیں بائیں پہاڑ کی طرح قائم تھے، جب ہجوم زیادہ ہوجاتا تو یہ مجاہدین حق بجلی بن کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے، اور ان کو درہم وبرہم کردیتے، یہ مدافعت بہت دیر تک جاری رہی، یہاں تک کہ دوسرے صحابہ بھی مدد کے لئے آپہنچے، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس محاذ پر جاں نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل جوہر دکھائے، تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

۵ھ ہجری میں غزوۂ خندق پیش آیا، یہ بھی سخت نازک وقت تھا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی طبیعت ناساز تھی، مگر پھر بھی، ان کی سرفروشی اور جاں فروشی میں فرق نہیں آیا، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کسی حال میں بھی اسلام کی خدمت سے پہلو تہی نہ کرتے تھے، خواہ کتنے ہی بیمار ہوتے مگر ان کی جاں فروشیوں میں فرق نہ آتا، غزوۂ خندق کے موقع پر وہ علیل تھے، مگر با ایں ہمہ علی الصباح سخت سردی میں خندق کھودتے تھے، کفار بہت دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے لیکن فرزندان توحید کا بے نظیر عزم واستقلال دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

غزوۂ خندق کے بعد حضرت عبداللہؓ غزوۂ بنوقریظہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی، خیبر فتح ہوگیا، اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں، رمضان ۸ھ ہجری میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ حضور

Marfat.com

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے ایک دستہ کے سردار حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

مکہ سے واپس آتے ہوئے راہ میں غزوۂ حنین پیش آیا، اس جنگ میں مشرکین اس طرح یکا یک ٹوٹ پڑے کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا، میدان جنگ میں اسی آدمی پہاڑ کی طرح قائم رہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان ہی جاں نثاروں میں تھے، وہ سرفروشی کے حیرت انگیز مناظر پیش کر رہے تھے، کافروں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، اس نازک وقت میں حضرت عبداللہؓ شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، فرماتے ہیں، جب مشرکین نے سخت حملہ کیا تو ہم تقریباً اسی قدم تک پسپا ہوگئے، پھر ہم نے جم کر مقابلہ کیا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رہوار کو آگے بڑھاتے تھے، لیکن وہ پیچھے کی طرف ہٹتا تھا، اسی حالت میں حضورؐ ایک دفعہ زین سے جھکے، میں نے عرض کیا، حضور سر بلند رہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفعت عطا فرمائی ہے حضورؐ نے فرمایا: مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا دو، میں نے خاک اٹھا کر دی، حضورؐ نے مشرکین کے منہ کی جانب پھینک دی، جس سے ان کی آنکھیں غبار آلود ہوگئیں، پھر ارشاد ہوا، مہاجرین وانصار کہاں ہیں؟ میں نے اشارہ سے بنایا تو حکم ہوا کہ انہیں آواز دے کر بلاؤ، میں نے پکارا تو سب کے سب پلٹ پڑے، بڑے زور کا رن پڑا، مشرکین بدحواس ہوکر بھاگے، مجاہدین نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، مشرکین کا ایک رسالہ مایۂ ناز تھا، مجاہدین نے اس پر شدید طوفانی حملہ کیا، یہاں تک کہ رسالہ کا رسالہ برباد ہوگیا، مشرکین کو عبرتناک شکست ہوئی اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جنگی قابلیت، ان کی دور اندیشی اور اصابت رائے پر کامل اعتماد تھا، اس لئے عراق اور شام کی فوج کشی کے سلسلے میں ان سے مشورہ لیا گیا، اور ایک نظام عمل مرتب کیا گیا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی ان کی جنگی قابلیت اور اصابت رائے کا اعتراف کرتے تھے، عراق کی فوج کشی کے لئے انہوں نے بہترین مشورے دئے۔

بعض وقائع نگاروں کا بیان ہے کہ ۱۴ ھ ہجری میں حضرت عبداللہؓ قادسیہ کی

Marfat.com

جنگ میں شریک ہوئے تھے، آپ نے اپنے پر جوش خطبات سے تمام فوج میں آگ لگادی تھی، ۶ محرم ۱۴ھ ہجری کو جنگ شروع ہوئی، بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع حاصل ہوا، اس زور کا رن پڑا کہ نعروں سے دشت وجبل گونج اٹھے، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، حضرت عبداللہؓ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، قادسیہ میں مسلمان کامیاب ہوئے، پھر اسلامی فوج مدائن کی طرف روانہ ہوئی مدائن پر بھی بہ آسانی قبضہ ہوگیا، یہ آتش پرستوں کا عظیم تر دارالحکومت تھا، جمعہ کے دن ایوان کسریٰ میں نماز کا اہتمام کیا گیا، حضرت عبداللہؓ نے ایک درد آفریں خطبہ پڑھا جس سے دل بے حد متاثر ہوئے۔

۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم سے یرموک کی رزمگاہ میں پہنچ گئے، یرموک جنگ کے لحاظ سے ایک بہترین مقام تھا، عرب کی سرحدیں یہاں سے قریب تھیں، چاروں طرف وسیع میدان تھا، حضرت عمر فاروقؓ نے ایک امدادی فوج روانہ کی، اور حضرت عبداللہ کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا۔

رومی بڑے جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں آئے، دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی، مسیحی فیلڈ مارشل باہان بار بار یہ اعلان کر رہا تھا کہ آج اسلامی فوج کو کچل دیا جائے گا، صفیں آراستہ کرنے کے بعد عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا، مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے، لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا، اور ایک بے ترتیبی پیدا ہوگئی، یہ حالت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بجلی کی طرح عیسائیوں پر گرے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے قدم پھر سنبھل گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کردئے۔

ایک اہم موقع پر وہ اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا، مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں درہم برہم ہوگئیں اس موقع پر بھی اس مجاہد محترم نے ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، انجام کار حق غالب رہا، اور باطل کو شکست ہوئی۔

Marfat.com

محاسن اخلاق:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بے اندازہ فضائل ومحاسن عطا فرمائے تھے، ان کے اندر روشن خیالی تھی، روشن ضمیری تھی، بے نظیر دماغی قابلیت تھی، اور حیرت انگیز جرأت وشجاعت تھی، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ عقیدت، شیفتگی، اور محبت تھی، نہایت کامیاب خطیب تھے، دلائل دل نشین ہوتے تھے طرز ادا میں متانت تھی۔

اگر چہ ایک فوجی افسر تھے، لیکن غم وغصے کی حالت میں بھی سنجیدگی اور متانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے، اگر ان کے محاسن اور کمالات کو پوری وسعت کے ساتھ بیان کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم دفتر مرتب ہوجائے، دربار رسولؐ میں ان کو ایک خاص درجۂ اعتماد حاصل تھا، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے ان کی شان بلند کونہایت ارفع واعلیٰ ثابت کردیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سراپا درد، اور سراپا ایثار تھے، خوف وہراس اور رنج ومصیبت کے ہر موقع پر اسلام اور داعی اسلام کے شریک حال ہے، ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ جو اسلام کی حمایت میں زخمی نہ ہوا ہو، اسلام کے لئے جاں نثاری ان کی مقدس زندگی کا شاندار کارنامہ ہے، سخت سے سخت معرکوں میں پیش پیش رہے، یرموک کے میدان میں دفعتہً کفار کی ایک ٹولی ان پر ٹوٹ پڑی، لیکن حضرت عبداللہؓ نے بڑی پھرتی، دلیری اور بہادری سے ان کا مقابلہ کیا، اور سب کو مار بھگایا، جب عیسائی فوج نے طوفانی حملہ کیا، تو حضرت عبداللہؓ جوش میں آگئے، اور بڑی دلیری سے اس طوفان کو روکا۔

امانت ودیانت کے معاملے میں وہ اعلیٰ مرتبے پر تھے، عام طور پر امرا ورؤسا ان پر بھروسہ کرتے تھے، اپنے مال کا ان کو محافظ بناتے تھے اور اپنے بچوں کی تربیت کے لئے درخواست کرتے تھے حضرت عبداللہؓ بڑی دیانت داری کے ساتھ اس فرض کو انجام دیتے تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو ایک فیاض دل بخشا تھا، جو غریبوں کی ہمدردی سے لبریز

Marfat.com

تھا، جہاں آپ راہ حق میں ہر وقت جان دینے کو تیار رہتے تھے، وہاں ہر وقت غریبوں کی دست گیری کے لئے بھی آمادہ رہتے تھے۔

جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے بزرگوں نے ان کو بے اندازہ مال وزور کا لالچ دیا، لیکن وہ اس مال ودولت سے بے نیاز ہوگئے کسی چیز کی محبت ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کرسکی، اسلام قبول کرنے کے جرم میں بت پرستوں نے ان پر ایسے ہوش ربا مظالم کئے، جن کے تصور سے بھی دل لرزتا ہے، لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے ایمان میں تزلزل واقع نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ تیز دھوپ میں گرم پتھروں پر ان کو کھڑا کردیا گیا، لیکن دھوپ کی شدت سے ان کی حرارت اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی قرآن مجید نہایت دلکش انداز میں پڑھتے تو سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، انہوں نے حضور سرور عالمؐ کی زندگی ہی میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔

اشاعت حق:

ان کا دل نور ہدایت کا خزینہ اور عرفان کا گنجینہ تھا، جب وہ باطل پرستوں کے سامنے اسلام کے فضائل بیان کرتے تو ہزاراں در ہزار علوم ومعارف بیان کرتے اور اس قدر دل آویز انداز میں بیان کرتے کہ باطل پرستوں کو ظلمات سے نور میں لانے کا باعث ہوتے، اذان بڑے وجد آفریں انداز میں دیتے تھے، رزم گاہ میں جب صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان دیتے تو دشت وجبل میں ان کی آواز گونج جاتی، اور سننے والوں کے دل بے حد متاثر ہوتے۔

اسیران جنگ کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتے تھے، جب تک ان کے آرام وراحت کا انتظام نہ کردیتے، مطمئن نہ ہوتے، اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، اگر سپاہیوں کو کسی سفر میں تکلیف پہنچ جاتی تو ان کی پریشانی سے خود تکلیف محسوس کرتے تھے، اگر کوئی دوست مقروض ہوجاتا، تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کردیتے، اگر کسی خادم سے کوئی غلطی ہوجاتی تو اسے فوراً معاف

Marfat.com

کردیتے جس حد تک ممکن ہوتا شب و روز دست گیری مظلوماں اور اعانت بے چارگان میں مشغول رہتے، ان کی زندگی کے ہر عمل میں تقوے، پرہیزگاری، رحم و کرم خشیت من اللہ، ایثار و اخلاص، اور حق پسندی کی جھلک نظر آتی تھی، انکسار پسندی بدرجۂ کمال موجود تھی۔

اہم ذمہ داریاں:

۲۰ ہجری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے عہدۂ قضا کے علاوہ خزانہ کی افسری بھی ان کو دی گئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کامل دس سال تک نہایت مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، فطری رحمدلی، نرمی اور تلطف کے باعث عفو، درگزر، اور چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ بارگاہ عدالت میں جب کسی مجرم پر جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا سخت جرم ہے، لہٰذا اثبات جرم کے بعد وہ مجرموں کو سخت سزا دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابہ کرامؓ میں ہیں جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے گئے ہیں، ان کو بارگاہ نبوت سے بے اندازہ فیض پہنچا تھا، وہ شب و روز، خلوت و جلوت، سفر حضر، میں حضور اکرمؐ کے ساتھ رہتے تھے، خدمت رسول کا انہیں بے پناہ شوق تھا، مسواک اٹھا کر رکھنا، جوتے پہنانا، سفر کے موقع پر ساتھ رہنا، یہ انکی مخصوص خدمت تھی۔

تریسٹھ سال کی عمر پا کر ۲۱ ربیع الاول ۳۲ ہجری کو اس مجاہد اعظم عاشق رسول نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرۃ الکرام)

....

Marfat.com

حضرت سعید بن زیدؓ

اسم گرامی سعید، والد کا نام زید، یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے، عہد جاہلیت میں بھی کفر وشرک اور معاصی سے الگ رہتے تھے ایک مرتبہ ایک رئیس مکہ نے ان کی دعوت کی تو جواب دیا کہ میں بتوں کا چڑھایا ہوا ذبیحہ نہیں کھاتا۔

ایام جاہلیت میں اہل عرب عموماً اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے حضرت سعیدؓ اس طرز عمل کو پسند نہیں کرتے تھے، جب کوئی ظالم باپ اپنی بے گناہ لڑکی کے حلق پر چھری پھیرنا چاہتا تو وہ لڑکی کو اپنی حفاظت میں لے لیتے، اور جب وہ جوان ہوجاتی تو اپنے مصارف سے اس کی شادی کردیتے، جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی وساطت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہوئے۔

حضرت سعیدؓ کی بیوی حضرت فاطمہؓ حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن تھیں، لیکن حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام کی حقیقت سے ناآشنا تھے، بہن اور بہنوئی کے متعلق یہ سن کر کہ وہ اسلام میں داخل ہوگئے ہیں، نہایت برافروختہ ہوئے اور دونوں میاں بیوی کو اس قدر مارا کہ لہولہان ہوگئے، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا، اس بے نظیر استقامت و استقلال کو دیکھ کر حضرت عمرؓ بے حد متاثر ہوئے، نور ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کردیا، حضرت سعید بن زیدؓ نہایت خاموش طبیعت تھے، پھر بھی مشرکین مکہ کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے، مظالم وشدائد سے تنگ آکر ہجرت اختیار کی، اور مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔

جنگی کارنامے:

ہجرت مدینہ کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، اور کفر و اسلام کی پہلی آویزش جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی، لیکن حضرت سعید بن زیدؓ کسی خاص مہم

Marfat.com

پر مامور ہو کر ملک شام تشریف لے گئے تھے، اس لئے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے، حضرت سعیدؓ کو جنگ بدر ہی کے سلسلے میں ایک اہم کام کے لئے شام کی طرف بھیجا گیا تھا اس لئے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر کے مال غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا، اور جہاد کے ثواب سے بھی برکت اندوز ہونے کی بشارت دی۔

۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، ایک اہم اور نازک موقع پر حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ نے بے مثل جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا، بت پرستوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، خون آشام تلواریں چمک رہی تھیں، حضرت سعیدؓ بجلی کی طرح ٹوٹ کر گرے، مشرکین پر شدید حملہ کیا، اور کئی سو لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

۵ھ ہجری میں غزوۂ خندق پیش آیا تو اس میں انتہائی جانبازی کا ثبوت دیا، غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریضہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے، پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی۔

۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو ایک دستہ کے سردار حضرت سعیدؓ تھے، فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین پیش آیا، تو حضرت سعید بن زیدؓ شیر کی طرح تڑپ کر میدان میں آگئے، اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، آخر مشرکین بدحواس ہو کر بھاگے، حضرت سعیدؓ نے بے دریغ قتل کرنا شروع کیا، کئی سو آدمی جان سے مارے گئے۔

غزوۂ حنین کے بعد حضرت سعیدؓ جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے، اس کے بعد حضور رحمت عالمؐ نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت سعیدؓ اس سفر میں بھی ہمرکاب تھے، حج سے واپس آنے کے بعد حضور اکرمؐ کا وصال ہو گیا، اور حضرت ابوبکر صدیق مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت صدیق اکبر کے عہد میں بھی آپ نے نہایت اہم کارنامے انجام دئے، حضرت فاروق اعظمؓ نے مسند حکومت پر قدم رکھا تو اس عہد حکومت میں بھی حضرت سعیدؓ نے جاں فروشیوں کے بے نظیر نظارے پیش کئے۔

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند حکومت پر قدم رکھنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو عراق کی طرف روانہ کیا جہاں آتش پرستوں نے اسلام کے خلاف زبردست سازش تیار کی تھی، اس مہم میں حضرت سعیدؓ کے انتظامی جوہر نمایاں ہوئے تو مشراف پہنچ کر حضرت سعدؓ نے دربار خلافت کو لکھا کہ میں سعید بن زیدؓ کے کارناموں سے مطمئن ہوں، ان کی بہادری، اور شجاعت کسی تعارف کی محتاج نہیں، فوج ان کے انتظامات کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے، ان کے بہترین انتظامات نے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ منداور خوش تدبیر سپہ سالاروں میں ان کو شامل کردیا ہے، وہ میرے ساتھ مشراف میں خیمہ زن ہیں، اور آٹھ ہزار سپاہیوں کو ایرانی طرز جنگ سے آگاہ کررہے ہیں۔

چند روز کے بعد اسلامی لشکر مشراف سے روانہ ہوکر قادسیہ میں خیمہ زن ہوا تو سپاہیوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی، حضرت سعیدؓ نے مقامات جنگ کا نقشہ مرتب کیا، رسد کا مناسب انتظام کیا، مورچے قائم کیے، ہر طرف جاسوس پھیلا دیے، تاکہ دشمن کی نقل وحرکت سے مطلع کرتے رہیں، ۱۱ رمضان ۱۴ ہجری کو ایرانی لشکر ایک وسیع میدان میں صف آرا ہوا، دوسرے دن علی الصباح جنگ شروع ہوگئی، حضرت سعدؓ بیمار تھے، اس لئے سپہ سالاری کے فرائض حضرت سعیدؓ نے انجام دیے، ایرانیوں نے حسب معمول سب سے پہلے جنگی ہاتھیوں کے سیلاب کو آگے بڑھایا حضرت سعید نے نیزوں سے ان کی آنکھیں بیکار کردیں، تمام دن زور شور کا رن رہا، شام کو جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، حضرت سعیدؓ بے تاب ہوکر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، شام ہوئی تو دونوں فریق میدان سے ہٹ گئے، تیسرے دن پھر جنگ شروع ہوئی تو دونوں فریق میدان سے ہٹ گئے، تیسرے دن پھر جنگ شروع ہوئی، حضرت سعیدؓ نے برق رفتار حملہ کیا، وہ جس طرف متوجہ ہوتے تھے صفیں کی صفیں درہم برہم کردیتے تھے، اس اہم معرکہ میں تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، بالآخر مسلمانوں کے ثبات واستقلال نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیے ایرانی سپہ سالار میدان سے تیزی کے ساتھ بھاگا، لیکن حضرت سعیدؓ

Marfat.com

نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس معرکہ سے فارغ ہو کر حضرت سعید بن زیدؓ حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم سے شامی محاذ پر پہنچ گئے، یہاں حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت معاذ بن جبل حضرت ہاشم بن عتبہؓ پہلے سے موجود تھے، قیصر نے عظیم لشکر جمع کر کے اسلامی فوج پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، طبریہ میں بے شمار فوجیں جمع ہو رہی تھیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلامی فوج کو چند حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ فوج کا سپہ سالار حضرت سعید بن زیدؓ کو مقرر کیا گیا، ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴ھ ہجری کو جنگ شروع ہوئی، تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا، جس وقت لڑائی شباب پر تھی حضرت سعید بن زیدؓ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، رومیوں کے بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، مسلسل اور شدید خونریز جنگ کے بعد رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور نہایت بدحواسی سے بھاگے۔

۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو یرموک کا معرکہ پیش آیا، اس معرکہ میں دو لاکھ سے زیادہ رومیوں کی جمعیت تھی، اسلامی فوج کی تعداد صرف ۳۵ ہزار تھی، لیکن بہترین ماہرین جنگ موجود تھے، ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک دیکھا تھا، وہ بزرگ بھی تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے، اور وہ بزرگ بھی جو ایرانیوں اور رومیوں کے طرز جنگ سے واقف تھے، رومیوں نے پوری طاقت سے شدید بدتر طوفانی حملہ کیا، مسلمان عزم واستقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے، لیکن حملہ اس قدر شدید تھا کہ صفیں بے ترتیب ہو گئیں، اس نازک موقع پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رومی فوج میں گھس گئے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے، یہاں تک کہ دشمن کو بری طرح شکست ہوئی۔

یرموک کے بعد مرج الدیباج کا معرکہ پیش آیا، یہاں بھی عیسائیوں نے زبردست فوج جمع کی تھی، اس جگہ ایک مضبوط قلعہ بھی تھا، اسلامی لشکر نے فوراً اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا، رومی کئی دفعہ قلعہ سے نکل نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کا منہ دیکھنا

Marfat.com

پڑا۔

ان معرکہ آرائیوں کے بعد حضرت سعید بن زیدؓ کو رقہ، حران اور عین الوردہ کی فتح کے لئے بھیجا گیا، یہ مقامات سازشوں کا مرکز تھے عین الوردہ میں تقریباً ساٹھ ہزار رومی لشکر موجود تھا، اسلامی فوج کے پہنچتے ہی رومیوں نے حملہ کر دیا، حضرت سعیدؓ پہاڑ کی طرح جمے رہے، شدید حملہ تھا، لیکن ان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی، جب حملے کا زور کم ہوا تو حضرت سعیدؓ دفعتہً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی لاشیں میدان میں بچھا دیں، اور ان کی مرکزی طاقت توڑ دی، ایک اہم موقع پر شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمہ کے افسر کو مار کر گرا دیا۔

جب حالات نازک ہو گئے تو سرداروں نے صلح کی درخواست کی، اور صاف الفاظ میں شکست کا اعتراف کیا، ذمہ دار عیسائیوں نے جزیہ دینا منظور کیا، وفاداری کا یقین دلایا تو ان کی جان، مال، شہر پناہ، مکانات اور عبادت گاہوں کی حفاظت کا معاہدہ لکھ دیا گیا، اس عظیم فتح کے بعد اسلامی لشکر کا رعب قائم ہو گیا، چنانچہ کوئی فوجی افسر اگر تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھی کسی طرف چلا جاتا تو عیسائی خود حاضر ہو کر امن کی درخواست کرتے بعض مقامات اس آسانی سے فتح ہو گئے کہ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ ایرانیوں نے طبرستان اور حرجان میں ایک لاکھ سے زائد فوج جمع کی ہے اور وہ مسلمانوں پر شدید حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس اطلاع کے موصول ہونے پر جنگی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا، غور وفکر کے بعد اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیس ہزار فوج جمع کی گئی، حضرت سعید بن زیدؓ تیس ہزار کی جمعیت لیکر روانہ ہوئے، اور نہاوند پہنچ کر قیام کیا، دو دن کے بعد ایرانی لشکر میدان میں آ گیا، مسلمان بھی جنگ کے لئے بالکل تیار تھے، دوسرے دن علی الصباح صفیں آراستہ ہو گئیں۔

دستور کے مطابق حضرت سعید بن زیدؓ نے تین نعرے بلند کئے پہلے نعرہ پر فوج سازو سامان سے درست ہو گئی، دوسرے نعرے پر ہتھیار سنبھال لئے گئے، تیسرے

Marfat.com

نعرے پر حملہ کردیا گیا، مجاہدین اسلام اس بے جگری سے ٹوٹ کر گرے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے، میدان خون سے رنگین ہوگیا، شام ہونے سے پہلے عجمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور بھاگ نکلے، ایرانی وہاں سے بھاگ کر اصطخر میں جمع ہوئے، دربار خلافت کو، اطلاع دی گئی، وہاں سے احنف بن قیس، عثمان بن العاص اور سہیل بن عدی کی نگرانی میں ایک جرار لشکر بھیجا گیا، اور حضرت سعید بن زیدؓ کو لکھا گیا کہ حالات کا یہ تقاضا ہے کہ ایران پر عام فوج کشی کی جائے۔

اس کے بعد ہمدان پر فوج کشی کی گئی، اور ہمدان کو فتح کرلیا گیا، آذر بائجان میں ایرانی فوج جمع تھی، وہاں شدید حملہ کیا گیا، ایرانی سپہ سالار اسفندر یار نے پرزور مقابلہ کیا، اس زور کا رن پڑا کہ زمین لرز گئی، حضرت سعید بن زیدؓ نے زور شور سے حملہ کیا، شام تک تقریباً دو ہزار ایرانی مقتول ہوئے، شام ہونے پر جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے دن پھر ہنگامہ کارزار گرم ہوا، اس معرکہ میں ہاتھیوں کو آگے بڑھایا گیا، حضرت سعیدؓ برچھا ہاتھ میں لیکر آگے بڑھے ہاتھیوں کے مسلسل برچھے مارے یہاں تک کہ میدان کالے بادلوں سے صاف ہوگیا، ایرانیوں نے ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد سواروں کو آگے بڑھایا، حضرت سعیدؓ نے شدید حملہ کیا، اور اس بہادری سے لڑے کہ رسالہ کا رسالہ برباد ہوگیا، ایرانی گھبرا کر بھاگے ایرانی سپہ سالار اسفندر یار بھی بھاگا، حضرت سعیدؓ نے تعاقب کیا، اور تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی، اس عظیم فتح کا اثر یہ ہوا کہ جرجان اور طبرستان کے علاقے آسانی سے فتح ہوگئے، اور ایرانیوں کی عسکری طاقت ختم ہوگئی۔

۷ ربیع الاول ۲۰ھ ہجری کو حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ کو حکم دیا کہ تم عمرو بن العاصؓ کے پاس بمقام عریش پہنچ جاؤ، اور ان کے فوجی کاموں میں امداد دو حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس مصر پہنچ گئے، وہ اس وقت فسطاط میں تھے، یہ مقام دریائے نیل، اور جبل مقطم کے وسط میں ہے، وہاں رومیوں کا عظیم الشان قلعہ تھا حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، یہ قلعہ بڑی جدوجہد کے بعد فتح ہوگیا، اور پورے فسطاط پر اسلامی فوجی قابض ہوگئیں۔

Marfat.com

فسطاط کی فتح کے بعد مجاہدین اسلام، اسکندریہ کی طرف روانہ ہوئے اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان میں رومیوں کی بڑی بڑی آبادیاں تھیں انہوں نے شدید مزاحمت کی، حضرت سعیدؓ نے ان کو خاک وخون میں تڑپایا، بے شمار عیسائی مارے گئے پھر کسی نے روک ٹوک کی جرأت نہ کی اور اسلامی لشکر نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا اور اسکندریہ بھی فتح کرلیا۔

فضائل اخلاق:

حضرت سعید بن زیدؓ میں عزم واستقلال بدرجۂ کمال موجود تھا، خطرات کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے، اور موت کا خوف کبھی ان کے قریب نہیں آتا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگی معاملات میں مشیر اعظم تھے، بہت سے معاملات میں صرف ان ہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سعیدؓ کو اصابت رائے اور دور اندیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، ان کا دامن اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا، خصوصاً خشیت من اللہ، محبت رسولﷺ ایثار واخلاص، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ، ان کے درخشاں اوصاف تھے، فوج کی قیادت اور رہنمائی کے سلسلے میں وہ ایک اولوالعزم، حوصلہ منداور خوش تدبیر سپہ سالار تھے۔

جاں بازی اور سرفروشی ان کا دلچسپ مشغلہ تھا، رزم گاہ میں جب نازک حالات پیدا ہوجاتے وہ نتائج سے بے نیاز ہوکر، جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتے اوراپنی جاں بازی اور شجاعت سے رنگ بدل ڈالتے تھے، اور ہر حال میں سادہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک روز خالد بن ولیدؓ ان کے خیمے میں تشریف لائے، وہاں ڈھال، تلوار، اور نیزے کے سوا کچھ نہ تھا، حضرت خالدؓ نے کہا: کاش، آپ ضروری سامان تو فراہم کرلیتے، آپ نے فرمایا: ایک سپاہی کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

اسلامی مساوات کو ہمیشہ سامنے رکھتے تھے، لشکر گاہ میں ایک معمولی سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے ماہر تھے، شمشیر زنی اور تیر اندازی میں

Marfat.com

کمال رکھتے تھے، ان کا شمار ان مجاہدین میں تھا جو رومی اور ایرانی طرز جنگ کے ماہر تھے، ان کی زندگی میں جتنے معرکے پیش آئے سب میں پامردی، اور شجاعت کے ساتھ شریک کارزار ہوئے۔

مشہور معرکوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بھی ان کو سپہ سالار بنایا گیا اور وہ ہر محاذ پر کامیاب ہوئے، حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں، جہاں تک مجھے معلوم ہے، حضرت سعیدؓ نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے، حضرت سعید بن زیدؓ کو دربار رسولؐ میں بھی امتیاز خاص حاصل تھا، اکثر حاضر خدمت رہتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، حضرت سعید بن زیدؓ سرور عالمؐ کے خدام خاص میں تھے۔

عبادت کا بے حد شوق تھا، نصف شب کے بعد بیدار ہوکر عبادت میں مشغول ہوجاتے تھے، رمضان کے علاوہ ہفتہ میں دو دن یعنی دوشنبہ، اور جمعرات عموماً روزوں کے لئے وقف تھے، قرآن پاک جو اسلام کے تمام علوم ومعارف کا سرچشمہ ہے، اس کے ساتھ حضرت سعید بن زیدؓ کو غیر معمولی شغف تھا، فرصت کا سارا وقت قرآن پاک کی تلاوت میں صرف ہوتا تھا قرآن شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں، حضرت سعید بن زیدؓ کا دامن عمل کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا، ہر لمحہ احکام رسولؐ کو سامنے رکھتے تھے۔

....

Marfat.com

حضرت عمار ابن یاسرؓ

اسم گرامی عمارؓ والد کا نام یاسرؓ ان کا اصلی وطن یمن تھا، بعض اسباب و وجوہ کی بناء پر مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وساطت سے دربار رسولؐ میں حاضر ہوئے، اور خلعت ایمان سے مشرف ہوئے، اسلام لانے کے بعد حضرت عمارؓ بھی کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے، مشرکین نے ان کو سخت اذیتیں دیں، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریگ (ریت) پر، اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرے تو حضورؐ نے فرمایا: اے آگ تو ابراہیمؑ کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہوجا، آگ فوراً ٹھنڈی ہوگئی۔

جب مشرکین کے مظالم آخری حد پر پہنچ گئے، تو انہوں نے بھی مکہ کو خیر باد کہا، اور مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔ (تذکرۃ الکرام)

جنگی کارنامے:

حضرت عمار ابن یاسرؓ تمام لڑائیوں میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت عمارؓ نے اس معرکہ میں نہایت جاں بازی و سرفروشی کے ساتھ حصہ لیا، تیغ زنی کے بہترین ماہر تھے، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ وبالا کر دیتے تھے، ۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی اور مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدل گیا تو کافروں نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا اور اسلامی فوج منتشر ہوگئی، اس اہم اور نازک موقع پر حضرت عمارؓ نے جاں بازی اور جاں نثاری کا حق ادا کر دیا، رحمت عالمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے ان کا تمام بدن زخموں سے چھلنی ہوگیا تھا، لیکن ان کی استقامت میں فرق نہیں آیا، غزوۂ احد کے فتح مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے حضرت

Marfat.com

عمارؓ سب میں شریک رہے۔

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، حضرت عمارؓ نے اس معرکہ میں بھی جاں بازی کے ساتھ حصہ لیا، مشرکین نے طوفانی حملہ کیا تھا، حضرت عمارؓ نے قلب لشکر میں گھس کر اس زور سے حملہ کیا کہ مشرکین کی صفیں ابتر کردیں، ان کی جاں بازی اور سرفروشی نے کافروں کی طاقت توڑ دی، یہاں تک کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا، اور ان کی لاشوں سے میدان بھر گیا۔

ماہ رمضان ۱۴ھ ہجری میں حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عمارؓ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ عراق کے سرحدی مقامات کی طرف روانہ کیا، جہاں آتش پرستوں کی طرف سے ہولناک سازش ہو رہی تھی، درۂ ذی قار کے قریب ایرانیوں کی فوج خیمہ زن تھی، جس کا سپہ سالار مہران ہمدانی، اسلامی فوجوں نے ذی قار کے شمالی علاقے میں ڈیرے ڈالے۔

۱۲ رمضان ۱۴ھ ہجری کو لشکر آرائی شروع ہوئی، مجاہدین اسلام ابھی صفیں آراستہ کر رہے تھے کہ ایرانیوں نے حملہ کردیا، مسلماں ضبط نہ کرسکے، اور بجلی بن کر ٹوٹ پڑے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ قلب میں گھس گئے، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانی لشکر بڑی بے جگری سے لڑا مگر کل کا کل برباد ہوگیا، مہران ہمدانی آخر تک مقابلہ کرتا رہا، حضرت عمارؓ نے تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، اس جنگ میں بے شمار نقد اور اسباب مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

ذی قار میں شکست کھانے کے بعد ایرانی آموس میں جمع ہوئے، حضرت عمارؓ اسلامی لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، دوسرے دن جنگ شروع ہوگئی، ایرانیوں نے سب سے پہلے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا، حضرت عمارؓ نے اس قدر تیر برسائے کہ فیل نشینوں کو گرادیا، شام تک یہ ہنگامہ رہا، جب بالکل تاریکی چھاگئی، تو دونوں حریف میدان سے ہٹ گئے۔

دوسرے دن علی الصباح جنگ شروع ہوگئی، حضرت عمارؓ نے طوفانی حملہ کیا، اس

Marfat.com

انداز سے کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، چند ساعتوں کے بعد ایرانی فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مجاہدین نے تعاقب کیا، اور لاشیں میدان میں بچھادیں۔

ایرانی آموس سے فرار ہوکر ارجلان پہنچے، یہ ایرانی فوج کا عظیم مرکز تھا، حضرت عمارؓ اسلامی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، اسی دن جنگ کا آغاز ہوگیا، ایک ایرانی افسر شیر کی طرح ڈکارتا ہوا میدان میں آیا، اور کہا تم میں کوئی میرا مقابلہ کرسکتا ہے؟ حضرت عمارؓ نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور تھوڑی دیر میں اسے قتل کردیا، اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی، اس زور کا رن پڑا کہ نعروں سے دشت وجبل گونج اٹھے، ایرانی فوجیں دیوار کی طرح قائم تھیں مجاہدین اسلام نے پوری طاقت سے حملہ کیا، یہاں تک کہ دشمن کے لشکر کا صفایا کردیا، اس معرکہ میں ایرانی فوج کے اندر بہت سے ایسے سپاہی تھے، جو دل سے لڑنا نہیں چاہتے تھے، ان کو زبردستی فوج میں بھرتی کیا گیا تھا، ہزاروں آدمیوں نے امن کی درخواست کی، حضرت عمارؓ نے ان کی درخواست منظور کرلی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں پیدا کردیں۔

ایرانی افسروں نے ارجلان سے بھاگ کر قروسہ میں مقام کیا تھا، یہ ایک محفوظ ومستحکم مقام تھا، اطمینان کے ساتھ سامان جنگ فراہم کیا گیا، اور فیروز ہمدانی کو سپہ سالار مقرر کیا گیا، حضرت عمارؓ کو اس فوجی تیاری کا حال معلوم ہوا تو وہ ایک جاں باز فوج کے ساتھ قروسہ پہنچ گئے، ایرانی لشکر ایک قلعہ میں تھا، وہ کبھی کبھی قلعہ سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے تھے اور شکست کھا کر بھاگ جاتے تھے۔

ایک روز بڑے جوش وخروش سے آتش پرستوں کا لشکر باہر نکلا، مسلمانوں نے پر جوش مقابلہ کیا، دو روز کی خونریز جنگ کے بعد قلعہ فتح کرلیا گیا، یہاں آتش پرستوں کا بے اندازہ سامان جنگ جمع تھا، ہزاروں زرہیں اور تلواریں موجود تھیں، سونے چاندی کا ذخیرہ تھا، مال غنیمت حسب قاعدہ فوج میں تقسیم کیا گیا پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا۔

حضرت عمارؓ نے فروسہ سے روانہ ہوکر اشموس کا محاصرہ کیا، یہ بھی ایک عظیم فوجی مرکز تھا، کئی ہفتہ تک محاصرہ رہا، ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے نکل کر حملہ آور ہوتے تھے، اسی

Marfat.com

انداز سے تقریباً بیس معرکے ہوئے، لیکن ایرانیوں نے ہمیشہ شکست کھائی، ایک دن آتش پرست بڑے زور شور سے نکلے مسلمانوں نے بھی پرزور مقابلہ کیا، دل توڑ کر لڑے، نیزے بازی کا مظاہرہ ہوا، کچھ دیر کے بعد تیغ وخنجر کی لڑائی شروع ہوگئی، حضرت عمارؓ جاں بازی کا ثبوت پیش کر رہے تھے، اور برابر آگے بڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے، ایرانی گھبرا کر بھاگے، مسلمانوں نے بے دریغ قتل کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ میدان لاشوں سے بھر گیا، ان مسلسل معرکہ آرائیوں کے بعد ایرانیوں کی فوجی طاقت بالکل کمزور ہوگئی تھی، سازشوں کا خاتمہ ہوگیا تھا، اور مسلمانوں کا رعب ان پر چھا گیا تھا۔

۲۳ ذوالقعدہ ۱۴ھ ہجری کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک گرامی نامہ حضرت عمارؓ کے نام پہنچا، جس میں تحریر تھا کہ اشموس، ارجلان، اور قروسہ کی معرکہ آرائیوں نے ایرانیوں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں، سرحدی مقامات کے لئے کوئی خطرہ نہیں، اب آپ اس خط کو پڑھ کر معہ ساتھیوں کے مرقیسہ چلے جائیے، حضرت فاروق اعظمؓ کا حکم صادر ہونے پر حضرت عمارؓ مرقیسہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

رومی فوجیں مرقیسہ میں موجود تھیں، مسلمانوں نے جانب شمال پڑاؤ ڈالا رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان یکا یک حملہ نہ کر دیں، آس پاس جس قدر نہریں تھیں سب کے بند توڑ دیے، ہر طرف کیچڑ اور پانی کا طوفان برپا ہوگیا، لیکن اسلام کا سیلاب اس طوفان سے رک نہیں سکتا تھا، رومیوں نے ذرا سے وقفے کے بعد ایک شدید طوفانی حملہ کیا، حضرت عمارؓ نے یہ حملہ نہایت استقلال سے سنبھالا، سخت خونریزی ہوئی، آخر مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوگئی۔

۱۴ھ ہجری میں فوج کے ایک حصے کا ان کو سپہ سالار بنایا گیا، شام کے بعض اضلاع کی حفاظت ان کے سپرد کی گئی، حضرت ابوعبیدہؓ نے زالہ، زوبیہ، ابی ورقہ اور جاسیہ کی تسخیر کے لئے ان کو مقرر کیا، شام کے اضلاع میں یہ اہم علاقے تھے، زالہ اور زوبیہ میں رومیوں کی فوجی طاقت کم تھی، اس لئے پہلے اسی طرف توجہ کی گئی، یہ مقامات خفیف سی لڑائی کے بعد فتح ہوگئے، ابی ورقہ کے نزدیک رومیوں نے جم کر مقابلہ کرنا

Marfat.com

چاہا، جنگ ہوئی، لیکن حضرت عمارؓ کے پہلے ہی حملے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے، جس جس مقام پر تصادم ہوا مسلمان کامیاب رہے، ابی ورقہ کے معرکہ میں حضرت عمارؓ نے سات رومی افسروں کو قتل کیا۔

زوبیہ کے قریب وہ کسی وجہ سے فوج سے الگ ہوگئے تھے رومیوں کے ایک رسالہ نے ان پر حملہ کردیا، حضرت عمارؓ نے بڑی ثابت قدمی سے جنگ کی، یہاں تک کہ جب دس، گیارہ، سوار اُن کے ہاتھ سے مارے گئے تو رومی بھاگ نکلے، جاسیہ کے باشندوں نے صلح کی درخواست کی اور جزیہ دینا منظور کیا، آس پاس کے باشندوں نے بھی خود ہی اطاعت قبول کرلی۔

اشموس، ارجلان، زالہ، زوبیہ، مرقیسہ اور قروسہ کے باشندوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے کہا: سردار! اصل بات یہ ہے کہ رومی افسر صف اول کے بدکار، اور شرابی ہیں، بے وجہ ظلم کرتے ہیں، اقرار کی پابندی نہیں کرتے، اسی وجہ سے وہ ناکام اور ذلیل ہیں، اسلامی فوج کے افسروں کو ہم نے دیکھا، ان کے اخلاق اچھے ہیں، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے بدکاری سے دور رہتے ہیں، شراب نہیں پیتے، اقرار کی پابندی نہیں کرتے ہیں، اسی لئے وہ کامیاب ہیں، حضرت ہاشم بن عتبہؓ کا بیان ہے کہ اسلامی لشکر کی پرہیز گاری اور خدا ترسی دیکھ کر بہت سے عیسائی بہ طیب خاطر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا گیا۔

میدان یرموک میں بھی حضرت عمارؓ نے شاندار خدمات انجام دیں فوج کے ایک اہم حصے کا افسر ان کو مقرر کیا گیا تھا، ۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو جب لڑائی شروع ہوئی تو عیسائیوں نے بڑے زور شور سے حملہ کیا، حضرت عمارؓ قلب لشکر میں گھس گئے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ عیسائیوں کے حوصلے پست ہوگئے۔

اس عظیم معرکہ کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمارؓ کو قنسرین اور حلب کی طرف بھیجدیا، قنسرین والوں نے اول تو مقابلہ کیا پھر اطاعت قبول کرلی، یہاں بہت سے عیسائی خاندان مسلمان ہوگئے، بعض پادریوں نے بھی اپنی خوشی سے اسلام قبول کرلیا، امراء ورؤساء نے جزیہ دینا قبول کیا، اور ان کی جان ومال، مکانات اور عبادت

Marfat.com

گاہوں کی حفاظت کا انتظام کر دیا گیا۔

کوفہ کی گورنری:

خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ ہجری میں حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا والی (گورنر) مقرر کیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، انہوں نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی، کوئی امر بغیر مشورہ اور کثرت رائے کے عمل میں نہیں آ سکتا تھا، انہوں نے دفتر کی ترتیب کی غیر مسلموں کو تجارت کی سہولتیں دیں، ماتحت افسروں کو عدل وانصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا، ہر افسر کو یہ ہدایت کی جاتی تھی کہ سادہ زندگی بسر کرو، دروازے پر دربان نہ رکھو، اہل حاجت کے لئے دروازہ کھلا رکھو جب کوئی افسر مقرر کیا جاتا تو اس کے پاس جس قدر مال اور اسباب ہوتا اس کی فہرست تیار کر لی جاتی، اگر افسر کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے سخت باز پرس کی جاتی کہ یہ مال تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ اگر کسی افسر کی نسبت یہ ثابت ہو جاتا کہ سنگدل ہے، ظالم ہے، غریبوں کی فریاد نہیں سنتا تو اسے فوراً موقوف کر دیا جاتا تھا۔

حضرت عمارؓ نے افسروں کی نگرانی کے لئے ایک خاص محکمہ قائم کیا اور ناجائز وسائل آمدنی کو روکنے کے لئے شدید پابندیاں عائد کیں، افسروں کی تنخواہیں بیش قرار مقرر کیں، تاکہ بالائی رقم کی ضرورت نہ ہو، حکم نافذ کیا کہ جو شخص طمع پرست اور عیش پسند ہو اسے افسر یا قاضی نہ بنایا جائے، کسی افسر کو تجارت اور خرید و فروخت کرنے کی اجازت نہ تھی، کوفہ ایک اہم فوجی مرکز تھا، اس لئے آس پاس چھاؤنیاں اور بارکیں تعمیر کرائی گئیں، ایک محکمۂ احتساب قائم کیا، جہاں دفتر کے ضروری کاغذات رہتے تھے، ایک مہمان خانہ تعمیر کرایا گیا، جہاں غیر ملکی نمائندے ٹھہرائے جاتے تھے، سڑکوں اور پلوں کا نہایت معقول انتظام کیا گیا کوفہ سے مدینہ تک ہر ہر منزل پر چوکیاں قائم کی گئیں۔

شہر میں جو گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تھیں، حکومت کی امداد سے وہاں اینٹ

Marfat.com

گارے کی عمارتیں بنادی گئیں، کئی مسجدیں تعمیر کرائی گئیں، جن عورتوں کے شوہر جنگ میں شہید ہوگئے تھے، ان کی تنخواہیں مقرر ہوئیں، شہر سے باہر اصطبل تعمیر کرائے گئے، جن میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تھے، رسد کے لئے جو غلہ وغیرہ فراہم کیا جاتا تھا، اسے الگ رکھا جاتا تھا، ایک مناسب فوج ہر وقت تیار رہتی تھی، صحت اور تندرستی کی حفاظت کے لئے ایک شاندار محکمہ قائم کیا گیا، نئے محلوں کو تعمیر کرتے وقت ہمیشہ عمدہ آب وہوا کا لحاظ رکھا جاتا تھا، مکانات کے آگے کھلے ہوئے خوش فضا صحن چھوڑے جاتے تھے۔

کوفہ ایک عظیم فوجی مرکز تھا، اس لئے حضرت عمار ابن یاسرؓ نے وہاں بڑے پیمانے پر ایک محکمۂ خبر رسانی قائم کیا تھا، اس محکمہ کے افسران، دشمنان حق کی فوجی تیاریوں اور نقل وحرکت سے باخبر رہتے تھے، آس پاس کے علاقوں میں جو آتش پرست یا عیسائی رہتے تھے، ان کی نقل وحرکت کی بھی سخت نگرانی کی جاتی تھی، حضرت عمارؓ خود ایک آفتاب علم تھے اور علم کی اشاعت کو زندگی کا اہم فرض سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے حلقۂ اثر میں شاندار مدارس ومکاتب قائم کئے، بڑے بڑے علماء کہ اشاعت علم کے لئے مقرر کیا معلمین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

حضرت عمارؓ اشاعت اسلام کو بھی ایک فرض سمجھتے تھے، اس لئے داعیان حق کا انتخاب کیا گیا، وہ چاہتے تھے کہ تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دی جائے، اور لوگوں کو سمجھایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟ حضرت عمارؓ جب افسران کا تقرر کرتے تھے تو سمجھاتے تھے کہ آپ اسلام کے نمائندے ہیں، آپ کی زندگی اسلام کا نمونہ ہونی چاہئے، وہ اکثر اپنے خطبات میں فرماتے تھے۔

اشاعت اسلام کی سب سے اہم اور سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ غیر قوموں کے سامنے تمہاری اسلامی زندگی کے دل آویز نمونے آنے چاہئیں، اسلام کا جو نمونہ دکھلایا جائے وہ ایسا ہو کہ خود بخود دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

اسلامی فوجیں جن علاقوں میں جاتی تھیں، وہاں کے باشندے ان کو شوق میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے تھے، اور وہ ان کی سادگی، حق شناسی انصاف پسندی، اور

Marfat.com

راست بازی کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوتے تھے، بہت سے مذہبی رہنما بخوشی مسلمان ہوگئے، کوفہ کا ایک مشہور آتش پرست ادیب فیروز دستور حضرت عمارؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔

۲۰ھ ہجری میں عراق اور ایران کے بڑے بڑے رؤساء اپنی خوشی سے مسلمان ہوگئے، کوفے کے آس پاس جو آتش پرست آباد تھے، وہ سب اپنی خواہش سے حلقہ بگوش اسلام بن گئے، حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار ابن یاسرؓ کی عظیم شخصیت اس قدر بااثر تھی کہ بہت سے پیشوایان مذہب ان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے جو شخص ان سے جتنا قریب ہوتا تھا اسے خود بخود اسلام کی طرف رغبت ہوتی تھی وہ جن علاقوں میں گئے وہاں ہر جگہ اسلام پھیل گیا۔

حضرت عمارؓ نے جابجا مدارس قرآن جاری کئے تھے، وہ چاہتے تھے کہ ہزاروں آدمی حافظ قرآن بنادئے جائیں، انہوں نے کوفہ کے ہر گوشہ میں معلم وقاری مقرر کئے اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں یہ قاری صبح کی نماز پڑھ کر مختلف کھلے مقامات پر بیٹھ جاتے تھے اور دلکش انداز میں قرآن شریف پڑھتے تھے، سننے والوں کا ہجوم ہوجاتا تھا، اس تدبیر کی وجہ سے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ اسلام لائے۔

حضرت عمارؓ نے کوفہ کی جامع مسجد کو نہایت وسعت اور رونق دی، مساجد میں روشنی اور خوشبو کا انتظام کیا، فرش بچھائے گئے، حضرت عمارؓ ۱۱ جمادی الآخر ۳۶ھ ہجری کو شہید ہوئے، حضرت علی کرم اللہ وجہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور خود ہی ان کو قبر میں اُتارا، دفن کے بعد فرمایا، آج ایک آفتاب عدل غروب ہوگیا، یہ مجاہد حضور سرور عالمؐ کا مونس وجاں نثار تھا، میں نے ان کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا جب صرف چار یا پانچ صحابہ کو اعلان ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی کوفہ میں ان کا مزار اقدس ہے۔

محاسن اخلاق:

حضرت ہاشم بن عتبہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اعلیٰ

Marfat.com

درجے کا بہادر اور جری پیدا کیا تھا، اور فیاض دل بخشا تھا، وہ راہ حق میں جس طرح اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، اسی طرح اپنا مال بھی دریا دلی سے خرچ کرتے تھے، اگر کوئی مصیبت زدہ ان کے پاس آجاتا تو وہ دل کھول کر اس کی امداد کرتے تھے، امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے، دولتمند آدمیوں کو ان پر کامل اعتماد تھا، وہ اپنا مال ان کے پاس بطور امانت رکھتے، غریبوں کی خدمت کرنا ان کی زندگی کا عظیم مقصد تھا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا دامن اخلاقی زر و جواہر سے مالا مال تھا، تقویٰ پرہیز گاری پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار ان کا خاص شیوہ تھا رقت قلب، اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا، وہ خطرات کی مطلق پروانہ کرتے تھے، اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم میں حائل نہ ہوتا تھا، وہ جس زمانہ میں گورنر تھے بہت سے محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے، لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی اپنے مصارف سے کر دیتے، ایک دوست پر دو ہزار درہم کا قرض تھا، وہ سب انہوں نے اپنے پاس سے ادا کر دیا، مہماں نوازی ان کا خاص شیوہ تھا، ایک دفعہ بہت سے آدمی مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کے مصارف سفر حضرت عمارؓ نے پیش کئے۔

تبلیغ کا بے حد شوق تھا، شعبان ۶ھ ہجری میں ان کو دومۃ الجندل بھیجا گیا تھا، انہوں نے تبلیغ کا فرض بڑی خوبی سے انجام دیا، تمام بااثر قبیلے بطیب خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، نہایت صائب الرائے تھے، حضرت فاروق اعظمؓ اکثر امور میں ان سے مشورہ لیتے، خوف خدا، محبت رسولؐ، صدق و عفاف، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے، جب بھی اسلام کی حفاظت کے لئے کسی رزم گاہ میں گئے، جاں نثاری اور شجاعت کے بے مثل نمونے پیش کئے۔

....

Marfat.com

حضرت عبادہ بن صامتؓ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک سراپا ایثار مجاہد تھے وہ خطرات کی مطلق پروانہ کرتے تھے، اور انجام سے بے خبر ہوکر رزم گاہ میں کود پڑتے تھے، موت کا خوف کبھی ان کے عزم وارادہ میں حائل نہیں ہوتا تھا، دربار رسالت میں ان کا مرتبہ نہایت ارفع واعلیٰ تھا، محبت رسولؐ سے ان کا پیمانہ قلب لبریز تھا، ہر نازک موقع پر انہوں نے ایثار وخدا کاری کا ثبوت پیش کیا، وہ راہ حق میں جان ومال کی قربانی پیش کرنا، زندگی کا عظیم تر مقصد سمجھتے تھے۔

سرور عالمؐ سے محبت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک مقرب بارگاہ صحابی کی حیثیت سے حضرت عبادہ بن صامتؓ خدمت اسلام میں ہمیشہ پیش پیش رہے، ابتدائی زندگی میں جاں نثاری ومحبت کا نہایت سخت امتحان تھا، حضرت عبادہؓ اس آزمائش میں پورے اترے ہوش ربا تکلیفوں سے گزرنا پڑا، لیکن ان کے جذبۂ جاں نثاری نے میدان سے ہٹنا پسند نہیں کیا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر بے پناہ محبت تھی کہ اگر حضورؐ کبھی باہر تشریف لے جاتے تو وہ سائے کی طرح ساتھ رہے، اگر کبھی یہ بات مشہور ہوجاتی کہ حضورؐ کے لئے کوئی خطرہ ہے تو ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر کاشانۂ نبوت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوجاتے، رزم گاہوں کے انتظامات کے وہ ماہر تھے، اس خصوصیت نے ان کو بڑے بڑے ارباب انتظام کی صف میں ممتاز کردیا تھا۔

سفارت کے فرائض:

ایک مرتبہ ایک سفیر کی حیثیت سے ان کو شاہ ایران کے پاس مدائن بھیجا گیا وہاں انہوں نے نہایت صفائی اور بیباکی کے ساتھ ایک پرجوش تقریر کی، انہوں نے فرمایا: ”پہلی بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ ہم صرف حق کی حمایت کے لئے میدان میں آئے

Marfat.com

ہیں، حق کے لئے ہم نہ تو دوستوں کی محبت کی پروا کرتے ہیں، اور نہ کسی بادشاہ کے جبروت وجلال سے ڈرتے ہیں، اعلان حق، اور حمایت حق ہماری زندگی کا عظیم تر فرض ہے، ہم اس معاملے میں خطرات وشدائد سے بالکل پریشان نہیں ہوتے، اور ہر وقت اپنی جان دینے کے لئے تیار رہتے ہیں، ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ موت ضرور آئے گی، اور جب موت آتی ہے تو ہم نہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں پھر موت سے ڈرنے کی کیا وجہ ہے؟ اے باعظمت شہنشاہ آپ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ بڑے بڑے تاجدار، بڑے بڑے فاتح اور بڑے بڑے سپہ سالار بعض وقت طمع پرستی کا شکار ہوجاتے ہیں، لیکن ہماری تاریخ کا دامن اس الزام سے بالکل پاک ہے، ہمارا کوئی سپہ سالار آج تک طمع پرستی کا شکار نہیں ہوا، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا نصب العین مال وزر اور جبروت وجلال نہیں بلکہ حمایت حق ہے، لہٰذا صاف اور واضح بات یہ ہے کہ آپ اسلام قبول کیجئے یا ہمیں جزیہ دیجئے تاکہ ہم امن کی حفاظت کرسکیں، اگر آپ اسلام قبول نہیں کرتے تو ہم اپنے نبیؐ کی پیشن گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن آپ کا ملک پارہ پارہ ہوکر تصرف میں آئے گا۔"

ایک اہم موقع پر ایک سفیر کی حیثیت سے ان کو قیصر روم کے پاس انطاکیہ بھیجا گیا تھا، قیصر روم کے دربار کا قانون یہ تھا کہ سفیر ادب کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے تھے، اور سجدہ میں گر پڑتے تھے، حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اس رسم کو ناپسند کیا، وہ قیصر کے سامنے بیباکانہ پہنچ گئے، وہ نہ تو جھکے اور نہ سجدہ کیا، یہ نظارہ دیکھ کر رومی سرداروں کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہوگیا، وزیر اعظم نے آگے بڑھ کر کہا، ہمارے بادشاہ کو سجدہ نہ کرنا، ان کی سخت توہین ہے، ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سردار! ہم صرف اللہ کے دربار میں جھکتے ہیں، اس کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، ہماری یہ گردن کٹ سکتی ہے، لیکن اللہ کے سوا کسی انسان کے سامنے جھک نہیں سکتی، حتیٰ کہ ہم اپنے پیغمبر کے سامنے بھی گردن نہیں جھکاتے، سردار سن لو! سچا مسلمان وہی ہے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے، کسی حکومت کے جلال سے مرعوب نہ ہو، کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرے، موت اور زندگی صرف اللہ کے اختیار میں

Marfat.com

ہے، کوئی شاہانہ جبروت ہمارے عزائم کی استقامت کو چھین نہیں سکتا، یہ تمہاری غلطی ہے کہ تم نے مٹنے والی ہستیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے جلال کی عظمت کو چھوڑ دیا ہے، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔'' قیصر نے امرائے دربار سے کہا: کسی کے مذہبی عقیدے کو تم چھین نہیں سکتے، لہٰذا زیادہ طویل بحث فضول ہے۔

مجاہدانہ کارنامے:

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں، حضرت عبادہ بن صامتؓ فنون جنگ کے زبردست ماہر تھے، شمشیر زنی اور تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے، معرکہ بدر سے غزوۂ حنین تک جس قدر اہم وخونریز معرکے پیش آئے، سب میں جاں بازی کے ساتھ شریک ہوئے، مشہور معرکوں کے علاوہ اکثر چھوٹی مہمات خاص ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں، جس فوج کشی میں وہ شریک ہوتے تھے، اکثر امارت کا عہدہ اُن ہی کو عطا ہوتا تھا، میرے علم ویقین میں وہ نو یا دس مرتبہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ معرکہ بدر سے مستقل جنگوں کی ابتدا ہوئی، حضرت عبادہؓ نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت وجانبازی کے جوہر دکھائے ۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ میں بھی ان کے پائے استقلال کو آخر وقت تک لغزش نہ ہوئی، غزوۂ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے حضرت عبادہؓ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین میں جاں نثاری کا کارنامہ پیش کیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں جب شام وعراق پر پوری طاقت کے ساتھ فوج کشی ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کو ایک فوج گراں کے ساتھ عراق کی طرف بھیجا، حضرت عبادہ بن صامتؓ نے حضرت ابو عبیدؓ کے زیر ہدایت ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متصلہ علاقوں پر قبضہ کرلیا، اور مشرقی فرات کے کنارے تک اسلامی پرچم لہرا دیا، حضرت ابوعبیدہ کے وصال کے بعد سپہ سالاری کے فرائض انہوں نے انجام دئے اور دشمن کو پے در پے

Marfat.com

شکستیں دیں۔

بعد ازاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ مشراف کے محاذ پر پہنچے، مشراف سے قادسیہ گئے، وہاں جنگ کا نقشہ مرتب کیا، رسد کا انتظام کیا، ایرانی فوجیں قادسیہ پہنچ گئیں، حضرت عبادہؓ نے ہوشیار جاسوس مقرر کئے، تاکہ وہ دشمن کی نقل وحرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہیں، جنگ کا باقاعدہ اعلان ہوگیا، حضرت عبادہ نے اپنی سحر آفریں تقریروں سے غازیان اسلام کے شجاعانہ ولولے بھڑکا دئے، جنگ شروع ہوگئی، حضرت عبادہؓ جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے اور لوگوں کو اپنے بے نظیر کارناموں سے سراپا حیرت بنادیا، اس موقع پر حضرت عبادہؓ نے شجاعت وجاں بازی کا قابل قدر نمونہ پیش کیا، بالآخر مسلمانوں کے ثبات واستقلال نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دئے۔

عراق کی مہمات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عبادہؓ کو دربار خلافت سے حکم موصول ہوا کہ یرموک کے محاذ پر پہنچ جائیں، ہرقل شہنشاہ روم کی جدوجہد سے یرموک کے محاذ پر بے اندازہ رومی فوج جمع تھی، مسلمان صرف تیس بتیس ہزار تھے، لیکن جوش جہاد سے بے قرار تھے، لڑائی شروع ہوگئی، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، حضرت عبادہ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے دشمن کو کچل کر رکھ دیا، حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ عبادہؓ بجلی بن کر دشمنوں پر گرے، جس طرف رخ کیا، ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، رومی کم وبیش ستر ہزار قتل ہوئے مسلمان بھی کم وبیش تین ہزار شہید ہوئے، اس معرکہ میں غازیان اسلام کو عظیم فتح حاصل ہوئی، یرموک کی فتح کے بعد حمص قنسرین، اور حلب جیسے اہم مقامات آسانی سے فتح ہوگئے۔

شام جیسے سرسبزوشاداب ملک کے ہاتھ سے نکل جانے پر رومیوں کو بے حد صدمہ ہوا، قیصر روم نے آرمینیہ کی امداد لے کر ایک عظیم لشکر جمع کیا اور رقہ کے وسیع میدان میں صف آرائی ہوئی، عیسائی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی، بڑے بڑے بشپ ہاتھوں میں صلیب لئے پر جوش تقریریں کر رہے تھے۔

۵ شعبان ۱۵ھ ہجری کو شدید ہولناک خونریز جنگ شروع ہوئی رومی آگے بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے، لیکن مسلمان بڑے عزم واستقلال سے ثابت قدم رہے، خون

Marfat.com

آشام تلواریں چمک رہی تھیں، حضرت عبادہؓ کا تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، لیکن ان کے پائے ثبات کو زرہ برابر بھی لغزش نہ ہوئی، جب لڑائی کا زور کسی حد تک کم ہوا تو حضرت عبادہؓ صف چیر کر نکلے، اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر کر دیں۔

لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے، بلکہ غلبہ کا پلہ اب تک رومیوں کی طرف تھا، حضرت عبادہؓ نے درد واثر میں ڈوب کر یہ آیت پڑھی: ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و امھوالھم بان لھم الجنة. اس کے بعد اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے بہت سنبھالا، مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہو گئیں، رومی سپاہی گھبرا کر پیچھے ہٹے، اور دور تک ہٹتے چلے گئے، چند لمحوں کے بعد تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً ستر پچھتر ہزار رومی قتل ہوئے، مسلمانوں کی طرف تین ہزار کا نقصان ہوا، اس عظیم فتح کے بعد حضرت عبادہؓ سجدے میں گرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت عبادہؓ نے اس رزم گاہ میں جاں نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل جوہر دکھائے یقیناً تمام اقوام عالم کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، ان کے دوستوں نے ان کے جسم پر اسی سے زیادہ زخم شمار کئے تھے، یہ لڑائی شام کے بری محاذ پر ایک فیصلہ کن لڑائی تھی، اس کے بعد رومیوں کو کسی بڑے حملے کا حوصلہ نہ ہوا، قیصر روم کو اس شکست سے بے حد صدمہ ہوا، اس نے بے قرار دل، اور اشکبار آنکھوں سے کہا: الوداع اے شام۔

۱۱ شوال ۱۹ھ ہجری کو دربار خلافت سے حضرت عبادہؓ کو حکم ملا کہ آپ قیساریہ کے محاذ پر جائیے وہاں آپ کی اشد ضرورت ہے، قیساریہ بحر شام کے ساحل پر واقع ہے، حضرت عبادہؓ وہاں پہنچ گئے، اٹھارہ ہزار فوج ان کے حوالے کی گئی، انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا، شہر والے کئی دفعہ قلعہ سے نکل کر لڑے، لیکن ہر دفعہ شکست کھائی، آخر اس مرد مجاہد نے قلعہ پر قبضہ جما لیا، ایک مورخ کا بیان ہے کہ اس محاذ پر اسی ہزار رومی قتل کئے گئے، اس محاذ سے فارغ ہو کر حضرت عبادہؓ دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق،

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس مصر پہنچ گئے۔

۲۳ ہجری تک تو حضرت عبادہؓ صرف بڑی لڑائیوں میں شریک رہے، ۲۴ ہجری میں جب حضرت فاروق اعظمؓ کا وصال ہوگیا، اور حضرت عثمانؓ نے مسند حکومت پر قدم رکھا تو حضرت عثمانؓ نے حضرت عبادہؓ کو حکم دیا کہ آپ شامی محاذ پر جایئے اور امیر معاویہؓ کے تعاون کے ساتھ بحری حملوں کا انتظام کیجئے، وہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق شامی محاذ پر پہنچ گئے اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔

سب سے پہلے طرابلس الشام کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا گیا، حضرت عبادہؓ نے ایک بحری بیڑے کی رہ نمائی کی، انہوں نے رومیوں کے تمام بحری اور بری نا کے بند کر کے طرابلس الشام پر حملہ کیا، قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

۲۸ ہجری میں حضرت عبادہؓ نے حضرت معاویہؓ کے تعاون سے ایک شاندار بحری بیڑا تیار کیا، اور قبرس کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا قبرس بحرابیض میں ساحل شام سے قریب ایک سرسبز وشاداب جزیرہ ہے، اس کا رقبہ ۳۰۲۶ مربع میل ہے، ۱۱ ربیع الاول ۱۸ ہجری کو نہایت اہتمام کے ساتھ پہلی مرتبہ اسلامی بیڑا بحر روم میں اترا اور قبرس پہنچا، شدید خونریز جنگ کے بعد بزور شمشیر قبرس کو فتح کرلیا گیا۔

اس عظیم فتح کے بعد تونس، الجزائر، اور مراکش کی طرف توجہ کی گئی یہ سب مقامات قیصر روم کے زیر حکومت تھے، قیصر نے چھ سو جہازوں کا بیڑا مسلمانوں کو کچلنے کے لئے بھیجا، اس بیڑے کے پہنچتے ہی رومیوں نے فوراً مسلمانوں پر حملہ کردیا، مسلمانوں نے بھی سخت جواب دیا، سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں، اور اس قدر گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، رزم گاہ سے لے کر ساحل تک خون کی موجیں اچھل رہی تھیں، اور سمندر کو رنگین بنا رہی تھیں، یہ ہولناک منظر بڑی دیر تک قائم رہا، طرفین شجاعت کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے، آخر کار فتح عظیم مسلمانوں کے حصے میں آئی۔

بعض ساحلوں پر رومیوں نے شدید مزاحمت کی، اور مسلمانوں کو سخت پریشان کیا،

Marfat.com

لیکن حضرت عبادہؓ نے پوری قوت اور پورے جوش سے حملہ کیا، اور ایسا طوفانی حملہ کیا کہ رومی امیر البحر برداشت نہ کرسکا، غرض کہ ٹیونس، الجزائر اور مراکش پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

ان شاندار کامیابیوں کا حال پڑھ کر حضرت عثمانؓ نے حضرت عبادہؓ کو مآل اندیش امیر البحر کا خطاب عطا کیا، ٹیونس، الجزائر، قبرس اور مراکش کے فتح ہوجانے کے بعد رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے، انہوں نے اسلامی بحری بیڑے کی بے پناہ طاقت کو تسلیم کرلیا، حضرت عبادہؓ نے آس پاس کے ساحلی مقامات کا گشت کیا، ہر جگہ کے لوگوں نے خوشی سے جزیہ دینا قبول کیا، بہت سے نامور عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

شعبان ۳۳ھ ہجری میں حضرت عبادہ علیل ہوگئے، ۱۴ شعبان ۳۳ھ ہجری کو ان کا وصال ہوا، نماز جنازہ حضرت حبیبؓ نے پڑھائی، اور دعائے مغفرت کی۔

اوصاف حمیدہ:

حضرت عمار ابن یاسرؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ حفاظت دین متین اور خدمت سید المرسلینؐ کے لئے ہمیشہ مستعد رہے، خطرناک مواقع پر جاں نثاری ان کا اہم فرض تھا، جب کسی لشکر کے امیر بنائے جاتے تو سپاہیوں سے کہتے، اگر میں اخلاص کے ساتھ دین حق کی خدمت کروں تو میری مدد کرو، اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوتو فوراً مجھے آگاہ کرو، اور میری اصلاح کرو، عادات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے، نہایت فیاض اور سخی تھے، مال وزر کی بالکل پروانہ کرتے تھے، رزم وبرم میں سادہ زندگی بسر کرتے تھے، غریبوں کے ساتھ سلوک کرنے میں شہرۂ آفاق تھے، جب قرآن شریف پڑھتے رقت طاری ہوجاتی۔

ایام جاہلیت میں بھی کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا، کبھی شراب نہیں پی بدکاری سے الگ رہے، بتوں پر چڑھا ہوا کھانا کبھی نہیں کھایا، دربار خلافت کو مشورہ دینے کے لئے جو مجلس شوریٰ قائم تھی، اس کے ممتاز رکن تھے، ان کے مشورہ سے محکمۂ فوج قائم کیا گیا، تمام سپاہیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں اور سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ سوائے فوجی

Marfat.com

کام کے کوئی کام نہ کریں۔

دیگر کارنامے:

حضرت عبادہؓ کی نگرانی میں بڑے بڑے مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں، فوجی افسروں کے لئے ایک دستور العمل بنایا گیا، فوجی چھاؤنیوں کے قریب تالاب تیار کرائے گئے پانی کی تقسیم کے لئے مناسب انتظام کیا گیا، آپ کے مشورے کے مطابق غیر مسلموں کو نجات کی آزادی دی گئی، اور غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے قانون جاری کیا گیا، اس تدبیر سے تجارت میں کافی ترقی ہوئی، حضرت عبادہؓ نے دربار خلافت سے منظوری حاصل کر کے عراق اور شام کی طرف نئی سڑکیں تعمیر کرائیں، سڑکوں پر سایہ دار درختوں کا انتظام کیا، راستوں میں جا بجا کنوئیں کھدوائے۔

جب مدینہ میں قیام رہتا خدمت خلق میں مشغول رہتے، جن عورتوں کے خاوند رزم گاہوں میں ہوتے تھے، ان کے مکانوں پر جاتے اور دریافت کرتے اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں، جب رزم گاہوں سے خطوط آتے تو وہ ان کے مکانوں پر پہنچاتے اور ان کے جوابات بھی لکھ دیتے اگر رزم گاہ میں کسی سپاہی کا ہاتھ کٹ جاتا تو اسے وضو کراتے، اسے کھانا کھلاتے اور اس کے واسطے ضروری سامان مہیا کر دیتے۔

مزاج میں کسی قدر غصہ تھا، لیکن اس کے فرد کرنے کی تدبیر یہ تھی کہ ان کے سامنے قرآن شریف پڑھ دیا جاتا تو غصہ فوراً دور ہو جاتا، تہجد کی نماز کو محبوب رکھتے تھے، جب رات آخر ہوتی اپنے دوستوں کو بھی نماز کے لئے جگاتے، ان کے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ اول شب میں کس قدر سو رہتے، باقی تمام شب عبادت الٰہی میں بسر کرتے، جمعہ کی شب کو بالکل نہ سوتے، اگر کسی سے غلطی ہو جاتی اسے فوراً معاف کر دیتے، کسی شخص کی طرف سے اپنے دل میں کدورت نہیں رکھتے تھے۔

عزم راسخ اور محاسن:

ہمت عالی، اور عزم راسخ کے مالک تھے، کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوتا تھا، مالی نقصان کا خطرہ، اور قتل کا ڈر ان کے نزدیک بھی

Marfat.com

نہیں آتا تھا، جب رزم گاہ میں جاتے بہ آواز بلند کہتے، اللہ کے فضل وکرم سے کامیابی ہمارے لئے ہے، اور نصرو تمکین کا نشان ضرور بلند ہوگا۔

حضرت عیاض بن غنمؓ فرماتے ہیں، حضرت عبادہؓ بذات خود نہایت ہی سادہ مزاج اور انکسار پسند تھے، لیکن ان کی فوجیں بہترین ساز و سامان سے آراستہ رہتی تھیں، ہر سپاہی سے مظلوموں کی حمایت اور دست گیری کا عہد لیا کرتے تھے۔

حضرت عبادہؓ کی طبیعت میں ملاطفت، تواضع، ہمدردی، ایثار پسندی، بدرجہ اتم موجود تھی، خدا ترسی اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کسی کی مصیبت آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی، ہر شخص کے ساتھ نیکی کرنا، آپ کا خصوصی شعار تھا، اکثر غریبوں کی دست گیری فرماتے، محتاجوں کو کھانا کھلاتے، پرہیز گاری کا یہ حال تھا کہ آپ نے عہد جاہلیت میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی شراب نہیں پی، کبھی عصمت کو خطرے میں نہیں ڈالا۔

تاریخ انساب عرب کے زبردست ماہر تھے، معاملات کا فیصلہ کرنے میں غیر معمولی عقل وبصیرت کے مالک تھے، انتظامی امور میں ان کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا، فیاضی کا یہ حال تھا کہ اپنے کئے مکان غریبوں کے لئے وقف کردئے تھے، غزوۂ تبوک کے لئے جب سرمایہ فراہم کیا گیا تو حضرت عبادہؓ نے حضور کی ذرا سی جنبش لب پر اپنے مال کا بڑا حصہ پیش کردیا۔

فسطاط میں انہوں نے ایک تبلیغی درس گاہ قائم کی تھی، جہاں محاسن اخلاق، محائد اعمال، تدبیر منزل، اور دل اور دماغ کو روشن کرنیوالے اسباق پڑھائے جاتے تھے، اس درس گاہ کے دروازے ہر قوم کے لئے کھلے رہتے تھے، وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں تھی، وہاں پر امیر اور غریب سب پہلو بہ پہلو بیٹھتے تھے، اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق فضل وکمال حاصل کرتے تھے اس درس گاہ کے تمام مصارف حضرت عبادہؓ خود برداشت کرتے تھے۔

اس درسگاہ سے جو طلبا فارغ ہوکر نکلے وہ فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ کے مالک ہوتے، ان سے دادخواہی مظلومان حفاظت مسافران، اور اعانت بیچارگان کا عہد لیا جاتا

Marfat.com

تھا، اس درس گاہ میں اسلامی مساوات کی پوری شان موجود تھی، وہاں رومی، مصری، سوڈانی، سب مساوی تھے، نیز اس درسگاہ میں زنا، سرقہ، قمار بازی، کی شدید مذمت کی جاتی تھی، اور طالبان ہدایت کو خشیت من اللہ، ایثار واحسان روح اخلاص، صداقت پسندی کی تعلیم دی جاتی تھی، اس کے علاوہ اس مبارک درس گاہ میں خدمت خلق کی بھی ہدایت کی جاتی تھی۔

حضرت عبادہؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ خود مسافر خانوں میں پہنچ کر غریب مسافروں کی خدمت کرتے، غریبوں کی مالی امداد کرتے جو اپاہج اور معذور تھے ان کے لئے کھانا تیار کر کے لے جاتے، حق تعالیٰ نے ان کو آسودہ حالی عطا کی تھی، اور ایک فیاض دل بھی بخشا تھا، وہ راہ حق میں جان دینے کے لئے بھی تیار رہتے تھے، اور مال خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہا کرتے تھے حق پسندی ان کی ممتاز خصوصیت تھی، جو بات دلائل سے ثابت ہو جاتی اسے فوراً تسلیم کر لیتے، اگر کوئی شخص ان کی غلطی سے آگاہ کرتا تو اس کا شکریہ ادا کرتے۔

....

Marfat.com

حضرت عمرو بن عاصؓ

حضرت عمرو بن عاصؓ ایک جاں باز اور سرفروش سپہ سالار تھے، مصر کی فتح ان کی زندگی کا عظیم تر اور درخشاں کارنامہ ہے، جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند، اور خوش تدبیر سپہ سالاروں کی، صف میں ان کو ممتاز کر دیا ہے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عمرو کے والد خاص عرب کے ممتاز آدمیوں میں سے تھے، عاص نے سب سے پہلے جو خدمت عمرو کے سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا، یہ کام عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ قومی شعار تھا۔

شباب کا آغاز ہوا تو عمرو بن عاصؓ ان شریفانہ مشاغل میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے، مثلاً سپہ گری، پہلوانی، خطابت، فن سپہ گری اور پہلوانی میں عمرو بن عاص کو کمال حاصل تھا، کشتی کے فن میں وہ اس قدر نامور تھے کہ عکاظ کے دنگل میں معرکے کی کشتیاں لڑتے تھے، عکاظ جبل عرفات کے پاس ایک مقام تھا، جہاں سال کے سال اس غرض سے میلا لگتا تھا کہ عرب کے تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے کمالات کے جوہر دکھاتیں چنانچہ عکاظ کے دنگل میں بارہا ان کو گرانقدر انعامات حاصل ہوئے۔

اسلام کی آغوش میں داخل ہونے کے بعد وہ تمام لڑائیوں میں ممتاز حیثیت سے شریک ہوئے، اور ان میں جانبازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، وہ فن جنگ کے اس قدر ماہر تھے کہ رزم گاہ میں جس طرف نکل جاتے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے۔

یرموک کا معرکہ:

حضرت عمرو بن عاصؓ کی جاں بازی اور سرفروشی کے اصلی جوہر جنگ یرموک میں نمایاں ہوئے یرموک کے اس معرکہ کی تفصیل یہ ہے کہ رومی افسران فوج دمشق اور حمص میں عبرتناک شکست کھانے کے بعد انطاکیہ پہنچے، اور ہرقل سے درخواست کی کہ عربوں

Marfat.com

کے مقابلہ کے لئے عظیم الشان فوج جمع کی جائے، ہرقل نے اطمینان دلایا کہ شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کیا جائے گا، چنانچہ روم قسطنطنیہ، آرمینیہ، اور تمام اہم مقامات پر فوج کی بھرتی کا انتظام کیا گیا، تمام فوجی چھاؤنیوں میں احکام بھیجے گئے کہ جلد سے جلد بہترین فوجیں انطاکیہ میں حاضر ہوجائیں، ان احکام کے بعد فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا، انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی، فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔

۵ رجب ۱۵ ہجری کو حضرت عمرو بن عاصؓ بھی ایک جرار لشکر کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لئے یرموک کے میدان میں پہنچ گئے، یہ موقع اس لحاظ سے مناسب تھا کہ عرب کی سرحد بہ نسبت اور تمام مقامات کے یہاں سے قریب تھی، اور پشت پر عرب کی سرحد تک وسیع میدان تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے چند جاسوس انطاکیہ بھیجے تو انہوں نے اطلاع دی کہ رومی بحر و بر سے ابل پڑے ہیں، بڑے بڑے شپ، فوج کی رہ نمائی کر رہے ہیں، شہنشاہ ہرقل نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ شہنشاہی کی پوری طاقت اسلام کے خلاف استعمال کی جائے گی، اس اطلاع کے پاتے ہی حضرت عمرو بن عاصؓ حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے دیر تک امور جنگ پر مشورہ کیا، اور استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

جب جنگ چھڑی تو رومی بڑے جاہ وجلال کے ساتھ رزم گاہ میں داخل ہوئے، دولاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی، اور چوبیس صفیں تھیں، جن کے آگے بڑے بڑے بشپ پر جوش تقریریں کر رہے تھے، اور عیسائیوں کو جنت کی بشارت دے رہے تھے، ان کے مقابلہ پر مجاہدین اسلام ۳۰۔ ۳۵ ہزار سے زیادہ نہ تھے لیکن سب کے سب جاں باز تھے۔

علی الصباح رومیوں نے شدید طوفانی حملہ کیا، حملہ اس قدر سخت تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا، حضرت عمرو بن عاصؓ اس اہم موقع پر رومی فوج کے قلب میں گھس گئے اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے، عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈال دیا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح

Marfat.com

جمے رہے، ہر طرف سے ان پر حملے ہو رہے تھے، لیکن ان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوتی تھی، کچھ دیر کے بعد مجاہدین نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر کر دیں، انہوں نے اس حملے میں رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیئے اور مرکزی طاقت توڑ دی ان کے ہاتھوں سے تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں لیکن وہ پھر بھی شیر کی طرح حملے کر رہے تھے، اس لڑائی میں جوزف بن داؤد جو انطاکیہ کا بہترین پہلوان تھا، اور جا پانسو سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، اور چھ ہزار رومی گرفتار ہوئے جن کو ذیر الحارث کے شمالی حصے میں نظر بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد بھی تمام دن گھسان کی لڑائی جاری رہی، حضرت عمرو بن عاصؓ بڑی جاں بازی سے لڑتے رہے، رومیوں کا قلب خوب جم کر لڑا، مگر کل برباد ہو گیا، چند گھنٹوں کے بعد شدید خونریز جنگ شروع ہوئی، حضرت عمرو بن عاصؓ نے نہایت خوش الحانی اور جوش سے جہاد کی آیتیں تلاوت کیں، جن کی تاثیر سے دل دہل گئے پھر حضرت عمروؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، اس معرکہ میں مسلمان دو ہزار، اور رومی دس ہزار مقتول و مجروح ہوئے، تاہم فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، عمرو بن عاص کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا، بدن پر جا بجا برچھیوں کے زخم تھے، تاہم تلوار قبضے میں تھی، اور ہاتھ برابر کام کر رہا تھا، عارضی وقفے کے بعد پھر زور کا رن پڑا، عمرو بن عاص بجلی کی طرح گرے، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا، رومیوں کے بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے۔

لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے، بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا رزم گاہ کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے شدید طوفانی حملہ کیا اور اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہو گئیں، اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں رومی افسر دور تک ہٹتے چلے گئے، آخر تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، مورخ طبری کے بیان کے مطابق اس معرکہ میں تقریباً

Marfat.com

ایک لاکھ رومی جان سے مارے گئے اور تین کرور غنیمت ہاتھ آئی، مسلمانوں کی طرف تین ہزار کا نقصان ہوا اس زمانہ میں قیصر انطاکیہ میں تھا جب شکست کی خبر پہنچی تو اسی وقت قسطنطنیہ کی اور بصد حسرت ویاس کہا، الوداع شام، الوداع۔

مصر کی فتح:

مصر کی فتح بھی حضرت عمرو بن عاصؓ کی زندگی کا عظیم الشان کارنامہ ہے، وہ مصر کے حالات سے بدرجۂ اتم واقف تھے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے وہ تجارت کا پیشہ کرتے تھے مصر ان کی تجارت کا جولانگاہ تھا، اس کی زرخیزی اور شادابی ہمیشہ ان کی نظر کے سامنے رہتی تھی۔

۱۱ ربیع الاول ۲۰ ہجری کو دربار خلافت سے ان کے نام ایک حکم نافذ ہوا کہ مصر کی فتح کے لئے آپ کو سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے، دربار خلافت سے حکم موصول ہونے پر ایک جرار لشکر کے ساتھ حضرت عمرو بن عاصؓ عریش پہنچے، یہ شہر بحر روم کے کنارے پر واقع تھا، یہاں رومیوں کی عظیم الشان فوج رہتی تھی، فوج نے شہر سے نکل کر شدید مقابلہ کیا، اور طویل عرصے تک معرکۂ کارزار گرم رہا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی اور دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے عیسائیوں کی صفیں درہم برہم کر دیتے تھے، چند گھنٹوں کے بعد وہ اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے آخری حد تک پہنچ گئے، عیسائیوں نے اس محاذ پر اپنی پوری طاقت جھونک دی، حضرت عمروؓ بھی اس اہم موقع پر جاں بازی وجاں نثاری کے حیرت انگیز مناظر پیش کر رہے تھے، تیروں کی شدید بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلواریں مسلسل چمک رہی تھیں لیکن وہ شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، اس عظیم معرکہ میں ان کا تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا پھر بھی وہ عزم واستقلال کا ایک پہاڑ ثابت ہو رہے تھے، انہوں نے اس رزم گاہ میں غیر معمولی شجاعت وجاں بازی کے جوہر دکھائے، مختصر یہ کہ شدید خونریز جنگ کے بعد بالآخر رومیوں نے شکست کھائی، اور اس عظیم فتح کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ فسطاط پہنچ گئے۔

Marfat.com

فسطاط ایک ساحلی مقام تھا، جو دریائے نیل اور جبل مقطم کے بیچ میں واقع تھا، یہاں ایک عظیم الشان قلعہ تھا، جس میں رومیوں کی محفوظ فوج رہتی تھی، فوج نے قلعہ سے نکل کر پر زور مقابلہ کیا، بیان کیا جاتا ہے کہ قلعہ کی محفوظ فوج کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی، اس وقت شدید سردی کا موسم تھا، فوجی افسروں کا یہ خیال تھا کہ اہل عرب یہاں کی شدید سردی برداشت نہیں کر سکیں گے اور یہ طوفان جلد ختم ہو جائے گا، لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

۷ ربیع الثانی ۲۰ھ ہجری (مطابق ۶۴۱ عیسوی) کو رومی فوج نے مسلمانوں پر شدید طوفانی حملہ کیا، دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی، ایک رومی افسر بجلی کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ کر گرا، وہ بڑی بہادری سے تیغ بکف جاں بازی کا ثبوت پیش کر رہا تھا، حضرت عمرو بن عاص نے آگے بڑھ کر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، افسر کے قتل ہوتے ہی، رومی نہایت ابتری سے قلعہ کی طرف بھاگے، اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، دوسرے دن پھر جنگ ہوئی، حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، اس موقع پر رومیوں کا ایک شاندار رسالہ میدان میں آیا، جو سر تا پا لوہے میں غرق تھا، حضرت عمرو نے اس پر شدید حملہ کیا، یہاں تک کہ رسالہ کا رسالہ برباد ہو گیا۔

تیسرے دن پھر خونریز جنگ ہوئی، اس موقع پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے ایک پر جوش تقریر کی، جس سے تمام لشکر میں اک آگ سی لگ گئی، سوار گھوڑوں سے کود پڑے، تیر و کمان پھینک کر تلواریں گھسیٹ لیں اور اس جوش کے ساتھ حملہ کیا کہ ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں رومی بھاگ کر قلعہ میں محفوظ ہو گئے۔

عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ یہ قلعہ ناقابل تسخیر ہے، حضرت عمروؓ نے طے کیا کہ میں اس قلعہ کو ضرور فتح کروں گا، ایک تاریخ رات میں حضرت عمرو بن عاصؓ چند جاں باز افسروں کے ساتھ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے، شہر پناہ کے نیچے خندق پانی سے لبریز تھی، مشک کے سہارے اسے عبور کیا، اور کمند کے ذریعے سے دیوار پر چڑھ گئے، اوپر جا کر رسی کی سیڑھیں کمند سے اٹکا کر نیچے لٹکا دی، اس ترکیب سے دوسرے جاں باز افسر

Marfat.com

بھی اوپر پہنچ گئے، قلعہ کے محافظ شراب کے نشے میں مست تھے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے سب سے پہلے دربانوں کو تہہ تیغ کیا، پھر قفل توڑ کر دروازے کھول دئے، ادھر فوج پہلے سے تیار کھڑی تھی، دروازے کھلنے کے ساتھ سیلاب کی طرح فوج لقعہ میں داخل ہوگئی، اور پہرہ کی فوج کو تہہ تیغ کردیا، عیسائیوں نے یہ رنگ دیکھ کر شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دئے، اور حضرت عمرو بن عاصؓ سے امن اور صلح کی درخواست کی، یہ درخواست منظور کرلی گئی، فوج کو نہ تو مال غنیمت کی اجازت دی گئی، اور نہ کوئی شخص لونڈی غلام ہی حاصل کرسکا۔

ایک مورخ کا بیان ہے کہ اس قلعہ کو فتح کرنے کے سلسلے میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے چار سو رومیوں کو قتل کیا، اور دو افسران کے ہاتھ سے مارے گئے۔

اسکندریہ کی فتح:

فسطاط کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے ۲۳ جمادی الاول ۲۱ ہجری کو اسکندریہ کا رخ کیا، اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان میں رومیوں کی جو آبادیاں تھیں انہوں نے شدید مزاحمت کی، حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان پر طوفانی حملہ کیا، بے شمار عیسائی مارے گئے پھر کسی نے مزاحمت کی جرأت نہ کی اور حضرت عمرو بن عاص نے اسکندریہ پہنچ کر ہی دم لیا۔

اسکندریہ کا گورنر اور سپہ سالار اعظم مقوقس تھا، اس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے شہر پناہ کی فصیل پر فوج کو کھڑا کردیا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے اب تک جو ملک فتح کئے ہیں، وہ کثرت فوج کے بل بوتے پر نہیں کئے، بلکہ اللہ کے بھروسہ پر کئے ہیں، حضرت عمرو بن عاصؓ نے بعض مقامات پر پل تعمیر کرائے اور رسد وغیرہ کا مناسب انتظام کیا۔

رومیوں کا یہ طریقہ کار تھا کہ جب بھی ان کو موقع ملتا تھا وہ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے، ایک دن نہایت سخت معرکہ ہوا، سب سے پہلے ایک رومی افسر نے صف سے نکل کر کہا کہ جسے جرأت وشجاعت کا دعویٰ ہو، تنہا میرے

Marfat.com

مقابلے کو آئے، وہ افسر اس قدر تنومند، اور قوی ہیکل تھا کہ ایک پہاڑ معلوم ہوتا تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ واصل جہنم ہوا، اس واقعہ کے بعد شدید خونریز جنگ شروع ہوگئی، دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی، حضرت عمرو بن عاصؓ بجلی کی طرح ٹوٹ کر گرے، اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

دوسرے روز پھر خونریز جنگ شروع ہوئی، دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، تمام دن، اور تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، لوگ لڑتے لڑتے تھک کر چور ہوگئے، پھر بھی فتح کا فیصلہ نہ ہوسکا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس اہم موقع پر حسب معمول نہایت خوش الحانی اور جوش سے سورۂ جہاد کی آیات پڑھیں، جن کی تاثیر سے دل ہل گئے، اور مجاہدین میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا، اس کے بعد حضرت عمرو نے پورے زور شور سے حملہ کیا، سوار گھوڑوں سے کود پڑے، اور تیرو کمان پھینک کر تلواریں گھسیٹ لیں، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، جنگ کا نقشہ یہ تھا کہ اول تیروں کا مینہ برسا، ترکش خالی ہوگئے تو بہادروں نے نیزے سنبھالے، یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ کر ڈھیر ہوگئے، اس کے بعد تیغ وخنجر کا معرکہ شروع ہوا۔

اس معرکہ میں حضرت عمرو بن عاصؓ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے، اور برابر آگے بڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے، رومی گھبرا کر بھاگے، مسلمانوں نے بے دریغ قتل کرنا شروع کیا، چند مجاہدین قلعہ کے اندر داخل ہوگئے، دربانوں کو تہ تیغ کیا، پھر شہر پناہ کے تمام دروازے کھول دئے، اسلامی فوج سیلاب کی طرح قلعہ میں داخل ہوگئی، امن پسند لوگوں نے امن کی درخواست کی تو صلح کی شرطیں تسلیم کرلی گئیں، نہ غنیمت کی اجازت دی گئی نہ کسی کو غلام بنایا گیا، اور اس طرح پورا مصر فتح ہوگیا۔

اصلاحات کا نفاذ:

مصر میں امن وسکون قائم ہونے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے دربار خلافت

Marfat.com

سے مشورہ حاصل کیا، اور اصلاحات نافذ کیں، ایک مجلس شوریٰ قائم کی گئی، انتظامی امور میں اس مجلس کے فیصلے اہم سمجھے جاتے تھے، مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ با اثر رعایا کی مرضی سے مقرر کئے جاتے تھے، اسلامی مساوات کا ہر وقت خیال رکھا جاتا تھا، عام معاشرت میں افسروں کی حاکمانہ حیثیت کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا، حضرت عمرو بن عاص ؓ نے مصر کو از سر نو چند صوبوں پر تقسیم کیا، صوبوں میں مندرجۂ ذیل افسران مقرر کئے، حاکم صوبہ، میر منشی، دفتر فوج کا افسر، صاحب الخراج، افسر پولیس، افسر خزانہ، منصف، حضرت عمرو بن العاص کی حیثیت گورنر جنرل کی تھی، جس وقت کسی شخص کو افسر تقرر کیا جاتا، اس کے پاس جس قدر مال اور اسباب ہوتا، اس کی مفصل فہرست تیار کرا کر محفوظ رکھی جاتی تھی، اگر افسر کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے سخت باز پرس کی جاتی تھی، زمانۂ جنگ میں جو زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی تھیں وہ باشندگان ملک کے حوالے کر دی گئیں۔

حضرت عمرو بن عاص ؓ نے دربار خلافت سے منظوری حاصل کرنے کے بعد قصر الشمع کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا، اعلیٰ درجہ کی شاندار مساجد، بہترین سڑکیں، بہترین حمام، مسافر خانے، بازار، اور صنعت و حرفت کے مراکز تعمیر کرائے، فوجوں کے رہنے کے لئے عظیم الشان بارکیں بنائیں گئیں گھوڑوں کے لئے اصطبل تعمیر کے گئے، جن میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تھے۔

بیروت کے محاذ پر:

فسطاط اور اسکندریہ سے محروم ہو جانے کے بعد قیصر روم جوش غضب اور جوش انتقام سے دیوانہ ہو گیا، اس نے مسلمانوں سے شدید تر انتقام لینے کے لئے عظیم الشان تیاریاں کیں، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں، قیصر نے اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کے مقابلے کے لئے اتنا اہتمام نہیں کیا تھا، چنانچہ صرف جنگی جہازوں کی تعداد چھ سو سے زائد تھی۔

سنہ ۲۳ ہجری میں دربار خلافت سے ایک حکم حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس آیا،

Marfat.com

جس میں تحریر تھا، اطلاع ملی ہے کہ قیصر روم پوری طاقت کے ساتھ شرارت پر آمادہ ہے، انتقام کی آگ اس کے دل میں بھڑک رہی ہے، اس نے طرابلس الشام، عموریہ، ملطیہ، قبرص، تونس، الجزائر اور مراکش میں بے اندازہ فوجیں جمع کی ہیں، نیز معلوم ہوا ہے کہ، چھ سو جنگی جہاز بھی تیار کیے ہیں، لہٰذا آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ معاویہ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ تعاون کر کے اس شدید طوفان کا مقابلہ کیجئے۔

دربار خلافت سے حکم موصول ہونے پر حضرت عمرو بن عاصؓ فوراً دمشق پہنچ گئے، جنگ کا نقشہ مرتب کیا، اور رومیوں کو زیروزبر کرنے کے لئے تیاریاں کیں، پھر اس کے بعد ایک لشکر جرار کے ساتھ بیروت کے ساحلی مقامات کو فتح کیا۔ ۲۳ھ ہجری کے آخر میں حضرت عمرؓ کا وصال ہو گیا، اور حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت ہوئے حضرت عثمانؓ کو بھی چونکہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی تجربہ کاری اور جنگی قابلیت پر کامل اعتماد تھا، اس لئے وہ بدستور اپنے عہدہ پر برقرار رہے۔

بحری کارنامے:

حضرت عمرو بن عاصؓ نے بحری جنگ کا بھی نہایت اچھا انتظام کیا، آپ نے بحری قوتوں میں شاندار اضافہ کیا، چنانچہ اسلامی بحری بیڑا اس عہد کے بہترین بیڑوں میں شمار ہونے لگا، حضرت عثمانؓ نے بڑی فیاضی کے ساتھ حضرت عمرو بن عاصؓ کو پورے جنگی اختیارات دیدئے۔

سب سے پہلے طرابلس الشام پر شدید حملہ کیا گیا، رومیوں کے تمام بحری اور بری ناکے بند کر دئے گئے معمولی سی جدوجہد کے بعد طرابلس الشام پر قبضہ کرلیا گیا، ۲۵ھ ہجری کے آغاز میں عموریہ کو فتح کیا گیا، یہ شام کی سرحد پر ایک عظیم فوجی مرکز تھا، اس کے بعد قبرص کو فتح کرنے کی تیاری کی گئی، بحرابیض ساحل شام سے تھوڑی مسافت پر یہ نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے، اس کا رقبہ ۳۰۲۶ مربع میل ہے۔

۲۸ھ ہجری میں نہایت اہتمام کے ساتھ پہلی مرتبہ اسلامی بڑا بحر روم میں اترا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے پوری طاقت سے قبرص کو فتح کیا، ان علاقوں کے رومی اپنا

Marfat.com

اعتماد کھو چکے تھے اس لئے ارجلان جبل رزعہ، مفارس، زالہ، اشموس، قونیہ، جابیہ، حلب، اصفہان اور بسطام سے مسلمانوں کو بلایا گیا، اور ان کی نو آبادیاں قائم کی گئیں۔

قبرس کا مناسب انتظام کرنے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے تونس، الجزائر، اور مراکش پر فوج کشی کی، اور طوفانی حملے کئے جن کی رومیوں نے پرجوش مدافعت کی، مسلمانوں نے بھی بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا، سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں، اور اس قدر گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہو گیا، رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کی موجیں اچھلتی تھیں، آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گرتے تھے، اور پانی انہیں اچھال اچھال کر اوپر پھینک دیتا، یہ ہولناک منظر بڑی دیر تک قائم رہا، آخر مسلمانوں کے عزم واستقلال نے رومیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، تونس، الجزائر اور مراکش پر بھی مسلمانوں کا کامل قبضہ ہو گیا۔

محاسن اخلاق:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاصؓ بڑے جاں باز مجاہد تھے، حق تعالیٰ نے ان کو ہمت عالی، عزم راسخ اور استقامت محکم کی نعمت فیاضی سے عطا فرمائی تھی، ان کو جب بھی کسی نازک سے نازک اور خطرناک سے خطرناک محاذ پر جانے کا حکم دیا جاتا وہ کبھی کوئی عذر پیش نہیں کرتے تھے، عظیم تر خطرات کے وقت بھی انہوں نے کسی خوف وہراس کا اظہار نہیں کیا، قتل کا ڈر ان کے دل کے قریب بھی نہیں آتا تھا، وہ بظاہر ایک سخت مزاج افسر تھے، لیکن درحقیقت نہایت رحمدل، غریب پرور اور غم زدہ لوگوں کے غمگسار تھے، اپنے ساتھیوں کے دکھ درد کا ہر وقت خیال رکھتے تھے، جن مقامات کو فتح کرتے وہاں دل آویز طریقہ پر اسلام کی تبلیغ کرتے، بعض اوقات انہوں نے خطرناک ریگستانوں اور کوہستانوں کی چوٹیوں پر جا کر اسلام کی تبلیغ کی ہے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کے دل کی تسکین کا باعث تھا، تلاوت قرآن کا بے حد شوق تھا، فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی تلاوت سے مجھے بازو کی قوت،

Marfat.com

دل کی تسکین اور حیرت انگیز استقامت حاصل ہوتی ہے، دن کو رزم گاہ میں اور رات کو عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

آواز میں غضب کی دلکشی تھی، جب دریائے نیل کے کنارے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان دیتے سننے والوں کے دل بے قرار ہو جاتے، رزم گاہ میں جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے مجاہدین پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا، انہوں نے رومی آبادیوں میں اسلام کی زبردست اشاعت کی ہے، مصر کے گوشے گوشے کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیا، شراب پینے والوں اور زنا کرنے والوں کو پاکیزہ اعمال کی دعوت دی اور ان کو خاک وحشت سے اٹھا کر انسانیت کے تخت پر بٹھا دیا۔

حق تعالیٰ نے ان کو انکسار پسندی کی دولت عطا کی تھی، وہ ایک باعظمت اور نامور سپہ سالار تھے، لیکن فرش خاک پر بیٹھ کر خوش ہوتے تھے، وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، لیکن ملک داری اور جہاں بانی کی ان کے اندر بے مثل قابلیت تھی، وہ ہنگامہ آرائی اور جہاں کشائی کی محفل میں خاص امتیاز کے مالک تھے، دین ودانش، دور اندیشی، اور تدبر کا سرمایہ بھی ان کے پاس کافی تھا، زہد وقناعت سے بھی نا آشنا نہ تھے، پرورش یتامیٰ اور اعانت بے چارگاں کا بھی خیال رکھتے تھے، اشاعت علم کا خاص شوق تھا، فسطاط اور اسکندریہ میں بہت سے مدارس اپنے ذاتی سرمائے سے قائم کئے تھے جن میں جملہ اقوام کو بلا تفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔

....

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ صرف سولہ برس کے تھے کہ نور ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کیا، وہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت وجاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، عام بلاکشان اسلام کی طرح وہ بھی کفار مکہ کے وحشیانہ مظالم سے محفوظ نہ تھے، ان کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا، دہکتے ہوئے انگاروں اور گرم لوہے سے داغ دئے جاتے، اہل کفر نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا، جب ظلم وستم آخری حد پر پہنچ گیا تو انہوں نے وطن چھوڑ کر حبش کی راہ لی، پھر مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔

جنگی خدمات:

حضرت عبداللہؓ بڑے جان باز مجاہد تھے، ہمیشہ غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، غزوۂ بدر میں نمایاں حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفیں تہ وبالا کردیتے تھے، ۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا تو اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی، اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے لیکن تیراندازوں کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، کافروں نے پھر پلٹ کر حملہ کردیا، اس ناگہانی حملے نے مسلمانوں کو سخت پریشان کیا، اس اہم اور نازک موقع پر حضرت عبداللہؓ نے انتہائی جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا۔

کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلواریں چمک رہی تھیں، صدہا بت پرست حضور رحمت عالمؐ کی ذات گرامی کو فنا کردینے کے لئے ہر طرف سے یورش کر رہے تھے، اس نازک وقت میں حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن سہیلؓ فدویت وجاں نثاری کے حیرت انگیز مناظر دکھا رہے تھے،

Marfat.com

جب کافروں کا زیادہ ہجوم ہو جاتا تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتے اور دشمنوں کو پیچھے ہٹا دیتے یہ مدافعت اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ دوسرے صحابہ بھی مدد کے لئے آپہنچے، غزوۂ احد کے بعد فتح مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے حضرت عبداللہؓ سب میں نمایاں طور پر شریک ہوئے بیعت رضوان کے وقت بھی موجود تھے، اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

غزوۂ حنین میں:

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، اس معرکہ میں بھی حضرت عبداللہؓ نے جاں بازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفیں تہ وبالا کر دیتے تھے، جب یہ جنگ پورے شباب پر تھی تو حضرت عبداللہؓ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، بت پرستوں کے گیارہ سرداران کے ہاتھ سے مارے گئے، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے، وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے، حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے کافروں کے ہزاروں آدمی برباد کر دئے، اور ان کی قبائلی طاقت توڑ دی۔

یرموک کے محاذ پر:

حضرت فاروق اعظمؓ کو حضرت عبداللہ بن سہیل کی جنگی قابلیت پر پورا بھروسہ تھا، اس لئے ان کو خاص ہدایات کے ساتھ یرموک کے محاذ پر بھیجا، ۵ رجب ۱۵ھ ہجری کو جب ہولناک جنگ ہو رہی تھی تو حضرت عبداللہؓ ایک جرار فوج کے ساتھ یرموک کے میدان میں پہنچ گئے، ان کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی، ان کو پیدل فوج کی افسری دی گئی، عیسائیوں نے طوفانی حملہ کیا، اس اہم موقع پر حضرت عبداللہ بن سہیلؓ بجلی کی طرح ٹوٹ کر رومیوں پر گرے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ شامی رزم گاہ یرموک میں جبکہ ملک شام کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا، جبکہ رومی بحر و بر سے ابل کر آگئے تھے جبکہ قیصر روم نے اپنی

Marfat.com

آخری طاقت اس محاذ پر جھونک دی تھی، حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے فدویت، جاں نثاری اور شجاعت کے بیمثل نمونے پیش کیے، رومیوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، تلواریں چمک رہی تھیں، لیکن یہ مجاہد حق پہاڑ کی طرح قائم تھا۔

عصر کی نماز کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ ان کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا، بدن پر جا بجا برچھیوں کے زخم تھے، لیکن پھر بھی عزم کامل کے ساتھ جنگ کر رہے تھے، اس موقع پر حضرت عبداللہؓ نے جہاد کی چند آیتیں پڑھیں، تمام لشکر میں آگ لگ گئی، مجاہدین اسلام بجلی کی طرح ٹوٹ کر گرے، تمام صفیں ابتر ہو گئیں، کچھ دیر کے بعد تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں اور حضرت عبداللہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی بدولت مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

رومی محاذ پر:

قردشہ کے محاذ پر حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت پیش کیا، اس محاذ پر رومی فوج کی تعداد کثیر تھی، جس کے پاس بے اندازہ اسلحہ اور افسر تھے، سامان حرب کی کمی نہ تھی، اکثر سپاہیوں کے سروں پر خود تھے اور جسم پر زرہ بکتر تھی، بہت سے بشپ صلیبیں ہاتھ میں لئے پر جوش تقریریں کر رہے تھے، کچھ دیر کے بعد رومیوں کا ٹڈی دل آگے بڑھا، اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا مسلمان دیر تک مقابلہ کرتے رہے، اور نہایت بہادری سے لڑے، لیکن فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، اس موقع پر حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے سنبھل کر رومیوں پر شدید حملہ کیا، وہ قلب لشکر میں گھس گئے، اور بہت سے دشمنوں کو خاک وخون میں تڑپایا۔

حضرت عبداللہؓ نے یہ محسوس کیا کہ اسلامی فوج رومیوں کی کثرت سے کسی حد تک مرعوب ہے، اس اہم موقع پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوج کے سامنے آئے، اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم عرب ہو، اور شجاعت تمہارا خمیر ہے، اسلام نے اس شجاعت میں نئی روح پھونک دی ہے، ہماری جانیں اور ہمارے مال اللہ کے لئے ہیں،

Marfat.com

جن دشمنوں سے مقابلہ ہے، وہ اسلام کے دشمن ہیں امن کے دشمن ہیں، انسانیت کے دشمن ہیں، وہ کلیساؤں میں بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں، انہوں نے ہمارے امن وسکون کو تباہ کرنا چاہا ہے، لہٰذا ہم عظمت اسلام کی حفاظت کے لئے اس رزم گاہ میں آئے ہیں، ہمارے گھر دور ہیں لیکن حق تعالیٰ کی رحمت قریب ہے تم جانتے ہو جنت تلواروں کے سائے میں ہے، اُٹھو اور اسلام کی لاج رکھ لو۔" یہ تقریر سن کر ہر سپاہی جوش سے بے قرار ہوگیا، رومیوں پر طوفانی حملہ کیا گیا، رومی دیر تک مقابلہ کرتے رہے، لیکن آخر میں پاؤں اکھڑ گئے اور صفیں بے ترتیب ہوگئیں۔

ساحلی علاقوں کی فتح:

حضرت ہاشم بن عتبہؓ بیان کرتے ہیں کہ ۱۴ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن سہیلؓ کو جبل زرعہ، زالہ، جابیہ، اور زوبیہ کی معرکہ آرائیوں کے لئے منتخب کیا گیا، شام کے اضلاع میں ان مقامات کو خاص اہمیت حاصل تھی، اور یہ رومی فوج کے مراکز تھے، حضرت عبداللہؓ نے سب سے پہلے جابیہ پر فوج کشی کی، یہ شہر بحر شام کے ساحل پر واقع ہے، یہاں ایک نہایت مظبوط قلعہ تھا، قلعہ کے محافظ صف اول کے شرابی اور عیاش تھے، ایک جاسوس کی امداد سے حضرت عبداللہؓ قلعہ کی فصیل پر پہنچ گئے، انہوں نے سب سے پہلے دربانوں کو تہہ تیغ کیا، پھر قفل توڑ کر دروازے کھول دیے، اسلامی فوج پہلے سے تیار کھڑی تھی، مجاہدین سیلاب کی طرح آگے بڑھے، اور اس مضبوط قلعہ پر آسانی سے قبضہ کرلیا۔

اس قلعہ کو فتح کرنے کے بعد حضرت عبداللہ جبل زرعہ کی طرف بڑھے یہاں رومیوں کی بہترین فوجیں موجود تھیں مسلمانوں نے شمالی حصے میں پڑاؤ ڈالا، رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان دفعتۃً طوفانی حملہ نہ کردیں، آس پاس جس قدر نہریں تھیں سب کے بند توڑ دیے، راستہ نہایت خطرناک ہوگیا لیکن اسلام کا سیلاب رک نہیں سکتا تھا، ۷ ربیع الاول ۱۴ھ ہجری کو مجاہدین نے سخت حملہ کیا، حضرت عبداللہؓ بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے، اور رومیوں کو برابر دباتے چلے گئے، کچھ دیر کے بعد رومی قدر اندازوں نے تیروں کا اس قدر مینہ برسایا کہ مسلمانوں کو کسی قدر پیچھے ہٹنا پڑا، موقعہ حاصل ہونے

Marfat.com

پر حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، شدید خوں ریز جنگ ہوئی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور نہایت بدحواسی سے بھاگے اس عظیم معرکہ کے بعد زالہ اور زوبیہ نہایت آسانی سے فتح ہوگئے، ہر جگہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ مفتوحین کی جان و مال کے لئے کوئی خطرہ نہیں، عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی۔

عظیم قربانی:

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے ہر نازک موقعہ پر جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا، وہ خدمت دین متین کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے، یہ ان مجاہدین میں تھے جنہوں نے ہر خوف سے بے نیاز ہوکر حق کا اعلان کیا، کفار قریش نہایت سختی سے پیش آئے اور سخت اندا دی، لیکن ان کے استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا، ان کے بعض رشتہ داروں نے ان پر سخت وحشیانہ مظالم کیے جن کے تصور سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے لیکن انہوں نے اسلام کے لئے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر فرق واقع نہیں ہوا، ایک روز انہوں نے خانہ کعبہ میں بلند آواز سے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں، کفار نے ان پر شدید حملہ کیا، ان کو زخمی کر دیا، لیکن ان کا جذبۂ شوق پہاڑ کی طرح قائم رہا، ایک دفعہ انہوں نے کعبہ کے صحن میں اسلام کی حمایت میں پر جوش تقریر کی، اہل کفران پر ٹوٹ پڑے، اس قدر وحشیانہ حملہ کیا کہ ان کے بعض دوستوں کو ان کی موت کا یقین ہوگیا، اور وہ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے، شام کے وقت ان کو ہوش آیا اور زبان کھلی تو فرمایا، میں ان تکلیفوں سے پریشان نہیں ہوسکتا، میں بے شک حق کا اعلان کروں گا، خواہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے، اور اس کے بعد بھی انہوں نے کئی دفعہ خانہ کعبہ میں قرآن کی آیتیں پڑھیں۔

تعمیری کارنامے:

۱۹ ھ ہجری میں حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن سہیل کو مدینہ منورہ

Marfat.com

میں طلب کیا، اور نظارت نافعہ کا محکمہ ان کے سپرد کر دیا، حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے سب سے پہلے اہم مقامات فوجوں کے رہنے کے لئے بارکیں بنوائیں، اصطبل تعمیر کرائے، جن میں اعلیٰ درجے کے گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تھے، ساحلی مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں جہاں اعلیٰ درجے کی فوجیں ہر وقت تیار رہتی تھیں، فوج کی تنخواہ میں اضافہ کیا گیا، فوج کے لئے جو بارکیں تعمیر کرائی گئیں ان میں آب وہوا کا لحاظ رکھا گیا، مکانات کے آگے کھلے ہوئے صحن چھوڑے گئے، ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے ایک قانون نافذ کیا گیا، رخصت کے لئے بھی ایک ضابطہ بنایا گیا، فوجی افسروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ عجمی لباس نہ پہنیں، فوج کے لئے ایک محکمہ تعمیرات الگ قائم کیا گیا، اس کے ارکان کا یہ فرض تھا کہ راستے صاف کریں سڑکیں تعمیر کریں، حسب ضرورت پل بنائیں، قلعوں کی حفاظت کریں۔

ذمی رعایا کے لئے ایک قانون نافذ کیا گیا، جس کی بعض اہم دفعات یہ تھیں، ذمی لوگوں کو امان دی جاتی ہے، ان کی جان، مال، عبادت گاہیں بالکل محفوظ ہیں، مسیحی لوگوں کے گرجا اور آتش پرستوں کے آتش کدوں پر قبضہ نہیں کیا جائے گا، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، اس قانون کے نفاذ کے بعد امن وسکون کی ایک حیرت انگیز فضا قائم ہوگئی غیر مسلموں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر سمجھا گیا، اگر کوئی مسلمان کسی ذمی پر حملہ کرتا تو اسے عبرتناک سزا دی جاتی جو زمینیں غیر مسلموں کے پاس تھیں وہ بحال رکھی گئیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا، ۲۷ ذوالحجہ ۱۹ ہجری کو حضرت عبداللہ بن سہیلؓ سخت علیل ہوگئے، تین دن کے بعد انتقال کیا، اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے، نماز جنازہ حضرت فاروق اعظمؓ نے پڑھائی، حضرت طلحہؓ نے قبر میں آتارا۔

مفاد عامہ کے کام:

فاروق اعظمؓ نے ان کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا تھا، مرکزی بیت المال کا حساب کتاب وہ لکھتے تھے، ان کی رائے سے ایک تربیت گاہ قائم کی گئی تھی، جس میں نوجوانوں کو فن جنگ کی تعلیم دی جاتی تھی، محکمۂ فوج کی نگرانی بھی ان کے ذمہ تھی،

Marfat.com

فوجی تربیت گاہ میں حاضر ہونے والوں کو زراعت وتجارت کی بالکل ممانعت تھی، ان کا فرض یہ تھا کہ میدان کارزار میں پہنچ کر دین کی حفاظت کریں، ان کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر تھیں۔

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ نے دربار خلافت کے زیر ہدایت فوجوں کے لئے مکانات تعمیر کرائے، چھاؤنیاں قائم کیں، نئی سڑکیں تعمیر کرائیں، نئے راستے نکالے، سڑکوں پر سایہ دار درختوں کا انتظام کیا، مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنوائے، جہاں کنوئیں موجود تھے، لیکن بند ہو گئے تھے، ان کو صاف کرایا، کئی مسجدیں تعمیر کرائیں اوران میں فرش کا انتظام کیا۔

فوجی افسروں کے لئے ایک ہدایت نامہ جاری کیا کہ وہ عیش وآرام کی زندگی اختیار نہ کریں، دروازے پر دربان نہ رکھیں، اہل حاجت کے لئے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہنا چاہیئے، حضرت عبداللہؓ کی ان اصلاحات کو بے حد پسند کیا گیا۔

سادگی اور انکساری:

حضرت عمرو بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہیلؓ کی پوری زندگی حیات نبوی کا آئینہ تھی، وہ کوشش کرتے تھے کہ ان کی نقل وحرکت، قول وفعل، بلکہ ہر ہر ادا ذات نبویؐ کا نمونہ بن جائے، ان کا دامن عفات کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہ ہوا، وہ کہتے تھے کہ غیر عورتوں کی جھلک سے مجھے آگ کی جھلک زیادہ خوش آیند ہے۔

سادگی، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ فرش خاک ان کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش ستر تھا، اکثر خود بازار جاکر سودا سلف خریدتے اور اپنی پیٹھ پر لاد کر لے آتے تھے، اسی طرح اپنا تمام کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔

قروسہ، ارجلان اور جابیہ کے معرکوں میں ان کو سپہ سالار بنایا گیا، ان مواقع پر بھی انہوں نے باوجود سپہ سالار ہونے کے جاہ وحشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، ایران اور عراق کے نمائندے جب ان کے پاس آتے تو ان کی سادگی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے،

Marfat.com

وہ یہ دیکھتے کہ ایک نہایت معمولی وضع قطب کا عرب فرش خاک پر بیٹھا ہے، ان کو مساوات اسلامی کا حد درجہ خیال تھا، ان کے حلقۂ اثر میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہوسکتی ہے۔

کمال خطاب:

حضرت عمرو بن عاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سہیلؓ ایثار وقربانی کا پیکر اعظم تھے، ان میں روشن خیال کے ساتھ روشن ضمیری اور فوجی قابلیت کے ساتھ روحانی قابلیت بھی تھی، خدمت دین کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے، ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، آغوش کفر سے نکلنے کے بعد عبودیت کا سر آستانہ توحید پر اس طرح جھکایا کہ پھر نہ اٹھایا، فن تقریر کے زبردست ماہر تھے، رزم گاہ میں جب تقریر کرتے تو آگ لگادیتے دلائل دل نشین ہوتے تھے، طرز ادا میں متانت تھی، ان کی ہر تقریر سامعین کے لئے باعث تسکین ہوتی تھی۔

اہل کفر کے اجتماعات میں جہاں اشتعال انگیز تقریریں ہوتی تھیں وہاں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل تھا، لیکن عبداللہ بن سہیلؓ اس وصف میں ممتاز تھے، جب اشتعال انگیز تقریریں ختم ہوجاتیں تو وہ نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اہل کفر کے اعتراضات کا جواب دیتے ان کے دلائل اور قدر دل نشین ہوتے کہ اعتراض کرنیوالے خاموش ہوجاتے تھے، اہل کفر کے عظیم اجتماعات میں ان کی ہمت عالی اور ان کی استقامت محکم میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، ان کی تقریروں سے بہت سے دل نور معرفت کا گنجینہ بن گئے۔

جوش تبلیغ:

ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت رحمدل اور مسکین پرور تھے، درد مندوں کے غمگسار اور غم زدہ لوگوں کے چارہ ساز تھے، ان کو جب رزم گاہ کے کاموں سے فرصت حاصل ہوتی تو قبائل میں پہنچ کر اسلام کی تبلیغ کرتے، انہوں نے فہری، اسدی

Marfat.com

اور عدوی قبیلوں میں نور اسلام پہنچایا، بہت سے بدوی سرداروں کو اسلام میں داخل کیا، دور دراز کے ریگستانوں میں جا کر اسلام کی دعوت پیش کی خطرناک کوہستانوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر حق کا پیغام دیا، اس خدمت سے وہ تھکتے نہیں تھے، وہ کہتے تھے کہ اس کام میں میرے لئے دل کی ٹھنڈک، دماغ کا سکون، روح کی لذت اور دل کی استقامت ہے، نہایت خوش الحان تھے، دشت وجبل میں جب صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ ان کی صدائے اذان گونجتی، تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم نے ان پر باب علوم ومعارف کھول دیا تھا، جو کچھ کہتے تھے، درد واثر میں ڈوب کر کہتے تھے، جو کوئی ان کی تقریر سنتا اس کے اندر طلب صادق پیدا ہو جاتی، اور شوق کامل کا دریا موج زن ہو جاتا، طلب واشتیاق کے ساتھ وہ اسلام کی طرف بڑھتا اور اسلام میں داخل ہو جاتا۔

خدمت خلق:

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ جن قبائل کے پاس گئے، انہوں نے بدکاری اور زناکاری سے توبہ کی، وہ اپنے افعال قبیحہ پر نادم ہوئے، انہوں نے شراب کو ٹھکرادیا، عورتوں نے بے حجاب ہو کر نکلنے سے توبہ کی، قمار خانے بند کردئے گئے، بتوں کی پرستش سے توبہ کی، انجام کار سب کے سب مسلمان ہو گئے، وہ جن علاقوں میں پہنچتے وہاں سے فواحش اور قبائح کا خاتمہ ہو جاتا، اور پرہیز گاری کی شان پیدا ہو جاتی، بہت سے قبیلے سود خوار تھے، انہوں نے سود سے توبہ کی، حضرت عبداللہؓ نے اپنی پر جوش اور اثر آفریں تقریروں سے فسق وفجور اور فواحش کا خاتمہ کیا، اور اپنی تلوار سے کفر کا زور گھٹایا۔

قبائلی علاقے میں شراب، قمار بازی، اور بدکاری کا شدید طوفان برپا تھا، حضرت عبداللہ نے کئی سال تک ان علاقوں میں زندگی بسر کی، اور ان کے اندر پرہیز گاری پیدا کی، بت پرستی نے لوگوں کے اندر بے پناہ شوریدگی اور آوارگی پیدا کردی تھی، اس داعیٔ حق نے اس شوریدگی کا پر زور مقابلہ کیا، فحش اور ظلم کے طوفان کو دانشمندی کے ساتھ مٹایا، ان کی رحمدلی اور طبعی شفقت ورافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے ساتھیوں میں اگر کوئی

Marfat.com

بیمار ہو جاتا تو وہ اس کی شب و روز خدمت کرتے، اس وقت تک ان کو نیند نہیں آتی تھی، جب تک کہ ان کی پڑوسی آرام سے نہ سو جائے، حضرت عبداللہؓ رزم گاہ میں بہترین جاں باز مجاہد اور حلقہ تبلیغ میں سچے خادم اسلام تھے۔

عزم راسخ:

خطرناک سے خطرناک حالات میں بھی وہ پر امید رہتے تھے، اکثر یہ فرماتے جب اسلام ترقی حاصل کرے گا، تو دنیا کے لئے معارف وحقائق کے دروازے کھل جائیں گے، کبھی یہ فرماتے کیا نہیں دیکھتے کفر کی طاقت گھٹ رہی ہے، اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہے، اسلام کا درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھیلا رہا ہے، اس کی شاخیں فضائے عالم پر چھا رہی ہیں۔

اس یقین اور اعتقاد کے ساتھ جب عبداللہ بن سہیلؓ رزم گاہ میں جاتے تو شیر کی طرح اہل کفر پر حملہ کرتے، ان کے پاس استقامت محکم کا گراں قدر سرمایہ ہوتا، کسی بڑی سے بڑی فوج کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہ ہوتا، بے سروسامانی ان کے ارادوں میں حائل نہ ہوتی، وہ عزم کامل کے ساتھ آگے بڑھتے اور شاندار حیثیت میں کامیاب ہوتے۔

فضائل اخلاق:

حضرت زبیر بن العوامؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہیلؓ کا دامن اخلاقی زر و جواہر سے مالا مال تھا، پرہیزگاری، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار، ان کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور اثر پذیری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے دکھ درد کو دیکھ کر لرز جاتے تھے، مساوات اسلامی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے، سپاہیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتے، امانت، دیانت، اور انتظامی قابلیت میں مشہور تھے، اہل دولت اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے مال وزر، اور اپنے بچوں کا محافظ بناتے، حضور رحمت عالمؐ کی صحبت نے ان کے کیسۂ فضل وکمال کو علمی زور و جواہر سے پر کر دیا تھا نہایت روشن دماغ اور صائب الرائے تھے۔

Marfat.com

حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا، اور انہیں فکر دامن گیر ہوئی کہ آتش پرستوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے؟ تو اس وقت حضرت عبداللہ بن سہیلؓ ہی نے اس مسئلہ کو سلجھایا، انہوں نے فرمایا کہ: حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار کی تھی، اور انہیں ذمی قرار دیا تھا۔

حق تعالیٰ نے ان کو اصابت رائے اور دور اندیشی کا وافر حصہ دیا تھا، جنگی مسائل میں ان کی رائے معتبر تسلیم کی جاتی تھی، خوف خدا حب رسول، صدق وعفات، ترحم، فیاضی، ان کے درخشاں اوراوصاف تھے۔

رزم گاہوں میں شریک ہونے سے پہلے وہ تجارت کرتے تھے ان کے کاروبار میں حق تعالیٰ نے غیر معمولی برکت دی تھی، یہی وجہ ہے کہ بے انتہا فیاضی کے باوجود وہ اپنے وارثوں کے لئے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے، غریبوں کے لئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا، اور کوئی سائل محروم نہیں جاتا تھا۔

اخلاق نبویؐ کی جھلک:

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ کو جرأت وشجاعت اور علم وفضل کے لحاظ سے ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، آغوش اسلام میں داخل ہونے کے بعد وہ شب وروز معارف دین کے حاصل کرنے میں مشغول رہتے تھے، وہ اکثر دربار رسالت میں حاضر رہتے، خدام خاص میں شامل تھے، مسواک اٹھا کر رکھنا، جوتہ پہنانا، سفر میں ساتھ رہنا، ان کی مخصوص خدمت تھی، قرآن کریم جو اصل اصول اسلام ہے، اس کے لئے ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کی نسبت میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کب، کہاں اور کس بارے میں اتری ہے؟۔

دربار رسولؐ میں حاضر رہنے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن سہیلؓ میں پرہیزگاری اور خلق عظیم کی عجیب شان پیدا ہوگئی تھی، ان کے اخلاق وطرز معاشرت میں ایک گونہ حضور رحمت عالمؐ کے مکارم ومحامد کی جھلک پیدا کردی تھی، قرآن مجید سے ان کو بے پناہ عشق تھا، رات کے وقت جبکہ تمام دنیا محوراحت ہوتی تھی، وہ ذوق وشوق کے ساتھ

Marfat.com

قرآن مجید پڑھتے تھے اور ان کا سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا، وہ خود صبح صادق سے طلوع آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، نمازیں نہایت کثرت سے پڑھتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل خیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز کا اپنے صحیح وقت پر ادا کرنا، میں نے کہا: پھر کیا ہے؟ حکم ہوا، راہ خدا میں جہاد کرنا، اس ارشاد کے بعد مجھے نماز، خدمت والدین اور جہاد سے عشق ہو گیا، حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہیلؓ ان مخصوص صحابہ میں تھے جن کو بارگاہ رسالت میں خاص تقرب اور شرف پذیرائی حاصل تھا۔

....

Marfat.com

حضرت سہیل بن عدیؓ

اسم گرامی سہیل، والد کا نام عدی، والدہ کا نام شفاء تھا، اکیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اگر چہ کمسن تھے لیکن استقامت وجاں نثاری میں کسے سے پیچھے نہ تھے، فطری محاسن اور سلامت روی کے باعث شراب سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے، صدیق اکبرؓ کی رہنمائی سے صراط مستقیم کی شاہراہ بھی نظر آ گئی تھی، اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر رہروان حق کے قافلے میں شامل ہو گئے تھے خلعت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد حضرت سہیل بن عدیؓ کو بھی عام بلاکشان اسلام کی طرح جلا وطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبش تشریف لے گئے، پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

میدان جنگ میں:

۲ھ ہجری سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت سہیلؓ اکثر معرکوں میں پامردی وشجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں جاں بازی وشجاعت سے لڑے، شعبان ۶ھ ہجری میں دومۃ الجندل کی مہم پر مامور ہوئے اور عظیم کامیابی حاصل کی، مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات پیش آئیں سب میں شریک ہوئے۔

یرموک کے محاذ پر:

یکم رجب ۱۵ھ ہجری کو حضرت فاروق اعظمؓ نے مناسب ہدایات کے ساتھ حضرت سہیل بن عدیؓ کو یرموک کی طرف روانہ کیا، جس وقت کہ جنگ شروع ہونے والی تھی، حضرت سہیل بن عدیؓ ایک لشکر جرار کے ساتھ رزم گاہ میں پہنچ گئے، مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی، اور انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں، حضرت سہیل کو پیدل فوج کی افسری دی گئی، رومی لشکر کثیر تھا، دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی، رومیوں نے شدید حملہ کیا، حضرت سہیل بن عدیؓ بجلی کی طرح

Marfat.com

رومیوں پر گرے اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے، جنگ کی یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ بازو کٹ کٹ کر گر رہے تھے، لیکن حضرت سہیلؓ کے پائے ثابت کو لغزش نہیں ہوتی تھی، کچھ دیر کے بعد حضرت سہیلؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر کردیں، بعض وقائع نگاروں کا بیان ہے کہ اس شدید حملے میں حضرت سہیلؓ نے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کردیئے، ان کے میمنہ اور میسرہ کی طاقت بڑی جاں بازی سے توڑ دی پھر بھی لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے، بلکہ رومیوں کو کسی حد تک غلبہ حاصل تھا، ان حالات میں حضرت سہیلؓ نے پھر طوفانی حملہ کیا، وہ اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی افسروں نے بے پناہ کوشش کی لیکن فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہوگئیں، رومی افسر دور تک ہٹتے چلے گئے، پھر گھمسان کی لڑائی ہوئی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بدحواسی سے بھاگے۔

حلب کا محاصرہ:

یرموک کو فتح کرنے کے بعد حضرت سہیل بن عدی حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ حلب چلے گئے حلب والوں نے قلعہ میں پناہ لی، حضرت سہیلؓ مقدمۃ الجیش کے افسر تھے، انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا، عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کیا، اور ان کی جان و مال، شہر پناہ، مکانات، قلعے اور گرجوں کی حفاظت کا معاہدہ لکھ دیا گیا، حلب کے بعد انطاکیہ گئے، یہ قیصر کا خاص دارالسلطنت تھا، شہر کا سختی سے محاصرہ کیا گیا، یہاں کے باشندوں نے بھی جزیہ دینا قبول اور ان کی حفاظت کا بھی معاہدہ لکھ دیا گیا ان اہم مقامات کی تسخیر کے بعد تمام آس پاس کے علاقے اس آسانی سے فتح ہوگئے کہ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔

راس العریس پر فوج کشی:

۱۹ھ ہجری (مطابق ۶۴۰ء عیسوی) میں حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سہیل بن عدیؓ کو حکم دیا کہ راس العریس پر فوج کشی کی جائے، یہ شہر بحر شام کے ساحل پر واقع

Marfat.com

ہے، وہاں رومیوں کی مضبوط فوج موجود تھی دوسرے دن لڑائی شروع ہوگئی، حضرت سہیلؓ نے اس شدت سے طوفانی حملہ کیا کہ دشمن کی فوج میں ابتری پھیل گئی حضرت عبید بن حارث کا بیان ہے کہ اس معرکہ میں حضرت سہیلؓ بجلی بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے، اور ان کے ہزاروں آدمی برباد کردئے، شدید خونریز جنگ کے بعد رومیوں نے بھاگنا شروع کیا، تمام صفیں ابتر ہوگئیں سپاہی بدحواسی ہوکر بھاگے، مجاہدین نے لاشیں میدان میں بچھادیں، راس العریس کے جنوبی حصے میں ایک نالہ تھا، وہ نالہ لاشوں سے بھر گیا، حضرت سہیلؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں نامۂ فتح ارسال کیا امیر المومنین کو نتیجۂ جنگ کا انتظار تھا، فتح کی خبر پہنچی تو دفعتہً سجدہ میں گرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

آذر بائیجان پر حملہ:

۲۱ھ ہجری (مطابق ۶۴۲ء) میں حضرت فاروق اعظمؓ نے ایران پر عام لشکرکشی کا ارادہ کیا، آپ نے حضرت سہیل بن عدیؓ کو ایک مضبوط فوج کا سپہ سالار مقرر کیا، حضرت سہیلؓ نے سب سے پہلے آذر بائیجان پر حملہ کیا، یہاں ایرانیوں کی ایک زبردست فوج موجود تھی، اسفندریار سپہ سالار اعظم تھا۔

حضرسہیلؓ نے صفوں کو آراستہ کیا، پھر نہایت خوش الحانی سے سورۂ جہاد کی آیتیں پڑھیں، جن کی تاثیر سے دل ہل گئے، پھر اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، گھمسان کا رن پڑا، اسلامی رسالہ نے شدید حملہ کیا، لیکن ایرانی فوجیں دیوار کی طرح جمی کھڑی تھیں وہ اس ثابت قدمی سے لڑیں کہ گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے، یہ حال دیکھ کر سب گھوڑوں سے کود پڑے اور پیادہ حملہ آور ہوئے، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے لیکن فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا، آخر حضرت سہیلؓ نے شدید طوفانی حملہ کیا، غروب آفتاب کے وقت فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

Marfat.com

کرمان کی فتح:

آذر بائیجان کو فتح کرنے کے بعد حضرت سہیل بن عدیؓ کرمان کی طرف روانہ ہوئے، یہاں بھی ایرانیوں کی ایک مضبوط فوج موجود تھی، جس کا سپہ سالار ایک نامور سردار مرزبان تھا، دوسرے دن علی الصباح جنگ شروع ہوگئی، حضرت سہیلؓ بجلی کی طرح آتش پرستوں پر ٹوٹ پڑے جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، کئی گھنٹے تک خونریز جنگ ہوئی، حارث بن اسید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سہیلؓ کو دیکھا بدن پر جا بجا زخم تھے، لیکن شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، شام تک اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل پڑتی تھی، اس رزم گاہ میں ایرانیوں کا ایک بہترین رسالہ داد شجاعت دے رہا تھا، یہ رسالہ سر تا پا لوہے میں غرق تھا، حضرت سہیلؓ معہ چند ساتھیوں کے اس پر ٹوٹ پڑے اور بہادری سے لڑے کہ رسالہ کا رسالہ برباد ہوگیا، اس کے بعد حضرت سہیل سپہ سالار مرزبان کی جانب متوجہ ہوئے، مرزبان بہت دیر تک جاں بازی کے ساتھ لڑتا رہا، لیکن زخموں سے بالکل چور ہوگیا تو بے قرار ہو کر بھاگا، حضرت سہیلؓ نے اس کا تعاقب کیا، اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، اسی وقت لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔

بحری جنگ:

۲۳ ہجری میں حضرت فاروق اعظمؓ کا وصال ہوگیا، اور حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، انہوں نے حضرت سہیل بن عدیؓ کو حکم دیا کہ آپ امیر معاویہؓ کے ساتھ اشتراک وتعاون کیجئے، اور طرابلس الشام، عموریہ اور قبرص کو فتح کیجئے، اس حکم کے موصول ہونے پر حضرت سہیلؓ امیر معاویہ کے پاس پہنچ گئے، اور امیر معاویہ سے مشورہ حاصل کرنے کے بعد ایک شاندار بحری بیڑا تیار کیا۔

سب سے پہلے طرابلس الشام پر حملہ کیا گیا وہ آسانی سے فتح ہوگیا، اس کے بعد شام کے سرحدی مقام عموریہ پر فوج کشی کی گئی، یہاں رومیوں کی زبردست فوج موجود تھی، ایک عظیم الشان قلعہ تھا جو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا، ایک شب کو حضرت سہیلؓ ننگی

Marfat.com

تلوار ہاتھ میں لیکر اور سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، چند جاں باز افسروں نے ان کا ساتھ دیا، حضرت سہیلؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، قلعہ کے محافظ شراب کے نشے میں مست تھے، اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی، رومی سپہ سالار نے صلح کی درخواست کی تو اسی وقت سب کو امان دیدی گئی۔

۳۳ھ ہجری میں حضرت سہیلؓ نے قبرس پر حملہ کیا، بحرابیض متوسط میں ساحل شام سے تھوڑی مسافت پر قبرس نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے، اس کا رقبہ تیس ہزار چھبیس میل ہے، ۱۱ رجب ۳۳ھ ہجری کو حضرت سہیلؓ پانسو جہازوں کا عظیم الشان بیڑا لیکر بحر روم میں اترے قیصر روم نے اس محاذ پر شدید مقابلہ کیا، رومیوں کے سات سو جنگی جہاز حرکت میں آگئے، سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں، اور سخت خونریز جنگ ہوئی، یہاں تک کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کی لہریں نظر آتی تھیں آخر مسلمانوں کے عزم واستقلال نے رومیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا، رومی امیرالبحر بدحواسی کے ساتھ فرار ہوا، حضرت سہیلؓ نے ارجلان فیسطاط اور طرابلس سے بہت سے مسلمانوں کو لاکر یہاں آباد کیا۔

الجزائر پر فوج کشی:

قبرس کے انتظام سے مطمئن ہوکر حضرت سہیلؓ نے تونس، الجزائر اور مراکش پر فوج کشی کی، یہ سارا علاقہ قیصر کے زیر حکومت تھا، یہاں بھی رومیوں نے زبردست مقابلہ کیا، سطح سمندر پر شدید خونریز جنگ ہوئی، آخر یہاں بھی رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اس کامیابی کے بعد حضرت سہیلؓ نے جزیرۂ روڈس پر حملہ کیا، روڈس بحر روم میں اناطولیہ کے قریب نہایت سرسبز وشاداب جزیرہ ہے، سطح سمندر پر خونریز جنگ ہوئی، یہاں تک کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، انجام کار فرزندان توحید شاندار حیثیت میں کامیاب ہوئے۔

حضرت حارث بن اسید کا بیان ہے کہ حضرت سہیل بن عدیؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ بھی کئی اہم معرکوں میں شریک ہوئے تھے، قادسیہ کی رزم گاہ میں جب

Marfat.com

جنگ شروع ہوئی، زور شور سے تیغ وسنان و تیر و تفنگ کا بازار گرم ہوا تو حضرت سہیلؓ نے اس موقع پر غیر معمولی شجاعت و جانبازی کے جوہر دکھائے، وہ بے قرار ہو کر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے، اور لوگوں کو اپنی شجاعت و جانبازی سے متحیر کر دیا۔

جنگ لاذقیہ میں بھی انہوں نے نمایاں حصہ لیا، ان کی بے نظیر شجاعت نے غنیم کے پاؤں اکھاڑ دیے، مرج الدیباج میں بھی ایک مرتبہ رومیوں سے ان کا شدید تصادم ہوا، انہوں نے ایسا طوفانی حملہ کیا کہ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور اپنی سرحد تک بھاگتے چلے گئے۔

حضرت سہیلؓ میں سادگی بدرجۂ کمال موجود تھی، ان کی خاکساری کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے باوجود سپہ سالار ہونے کے جاہ و حشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی قاصد جب ان کے پاس آتے تو ان کی سادگی دیکھ کر حیران رہ جاتے، مساوات اسلامی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔

تعمیری کارنامے:

حضرت سہیلؓ کی جاں بازی، سرفروشی، دیانتداری اور تجربہ کاری کی بنا پر دربار خلافت سے ان کو انتظامی اور جنگی اختیارات حاصل ہوگئے تھے، جن مقامات کو انہوں نے فتح کیا، وہاں اعلیٰ درجے کا انتظام کیا، انتظام کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ حکام اور افسران کا انتخاب ہے، حضرت سہیل رضی اللہ عنہ ایسے شخص کا انتخاب کرتے تھے جن کی دیانتداری اور عدل پروری ہر شبہ سے بالاتر ہوتی تھی، محافظ سرحد، افسر پولیس اور قاضی کے عہدوں پر پرہیزگار اصحاب کا تقرر عمل میں آتا تھا۔

حفاظت ملک کے لئے حضرت سہیلؓ نے مضبوط قلعے تعمیر کرائے بعض ویران قلعے آباد کیے، بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، ایک شاندار بحری محکمہ قائم کیا، بحری طاقت کو ترقی دی، جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے، پولیس کے محکمے کو ترقی دی، خبر رسانی اور ڈاک کا انتظام اچھے انداز میں کیا، حضرت سہیلؓ نے جن علاقوں کو فتح کیا تھا، وہاں زیادہ تر یہودی اور عیسائی آباد تھے، ان کو خاص رعایتیں دی گئیں، سرکاری

Marfat.com

ضرورتوں کے لئے بھی ان کے حقوق میں دست اندازی نہیں کی جاتی تھی۔

اسلام کی اشاعت وہ اپنی زندگی کا اہم فرض سمجھتے تھے، اشاعت کا انداز نہایت دل آویز تھا، ان کی جدوجہد سے بے شمار غیر مسلم اسلام کی آغوش میں آ گئے، حضرت عامر بن سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت سہیلؓ رزم گاہ میں خطرات کی مطلق پروانہ کرتے تھے اور انتظام میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت عیاض بن غنمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت سہیل بن عدیؓ کو ان کی بے نظیر قابلیت اور ان کے ایثار واخلاص کی بنا پر مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا تھا، ان کے مشورہ سے صیغہ عدالت کو انتظامی صیغے سے علیحدہ کیا گیا، تمام اضلاع میں عدالتیں قائم کی گئیں، ان ہی کے مشورہ سے نظارت نافعہ کا محکمہ قائم کیا گیا، اس صیغہ میں سرکاری عمارتیں، نہریں، سڑکیں، شفا خانے اور پل وغیرہ تھے، ایک محکمہ امداد باہمی قائم کیا گیا، اس محکمہ نے ان تمام مجاہدین کے نام درج کئے جنہوں نے رزم گاہوں میں جام شہادت نوش کیا تھا اور ان کے بیوی بچوں کے لئے تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

حضرت سہیل بن عدیؓ نے دربار خلافت کے حکم سے فوجوں کے رہنے کے لئے شاندار بارکیں تعمیر کرائیں، گھوڑوں کے لئے بڑے بڑے اصطبل بنوائے، عمدہ نسل کے گھوڑوں کی ترقی کے لئے انتظام کیا، جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، صحت اور تندرستی قائم رکھنے کے لئے صحت گاہوں کا انتظام کیا، نئے شہروں کی تعمیر میں عمدہ آب وہوا کا لحاظ رکھا گیا، فوجوں کے لئے رخصت کا قانون نافذ کیا گیا، جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تھیں، ان کو سال بھر میں ایک دفعہ رخصت ملتی تھی، ہر فوج کے ساتھ ایک افسر خزانہ، ایک محاسب اور متعدد طبیب اور جراح مقرر کئے گئے۔

فوج کے ساتھ ایک دفتر صفائی رہتا تھا، اس کے ارکان کا یہ فرض تھا کہ راستے صاف کریں، فوجی بارکوں میں صفائی کا انتظام کریں، فوجوں کے ساتھ خبر رساں بھی رہتے تھے، ان کا یہ فرض تھا کہ دشمن کی نقل وحرکت اور فوجی تیاری کا حال معلوم کریں۔

Marfat.com

فضل وکمال:

حضرت سہیل بن عدیؓ ان صحابہ کرامؓ میں ہیں جو فن جنگ کے ساتھ علم وفضل کے بھی سرمایہ دار تھے، وہ عہد رسالت میں شب وروز سرچشمہ علم سے مستفیض ہوتے تھے، وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص میں شامل تھے، قرآن مجید سے ان کو بے پناہ عشق تھا، اس قدر درد واثر میں ڈوب کر پڑھتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا۔

حضرت عیاض بن غنمؓ بیان کرتے ہیں کہ فضل وکمال کے لحاظ سے سہیل بن عدی کو خاص اہمیت حاصل تھی، ایک اعلیٰ درجہ کا فوجی افسر ہونے کے ساتھ ہی وہ اچھے خطیب اور ادیب بھی تھے، قرآن، حدیث ادیب اور شاعری میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

حضرت سہیلؓ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی اور محبت تھی، حضورؐ کے وصال کے بعد جب حضور کا ذکر کسی محفل میں ہوتا، بے اختیار رو پڑتے، اور روتے روتے بے قرار ہوجاتے۔

اخلاق کریمانہ:

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت نے حضرت سہیل بن عدیؓ کو اخلاق کریمانہ سے آراستہ کردیا تھا، ان کی جفاکشی، دیانت داری، اولوالعزمی، جاں بازی اور پرہیزگاری کا ہر شخص کو اعتراف تھا۔

حضرت عتبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہیلؓ کا چمن اخلاق گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا، تقویٰ، زہد، جفاکشی اور خاکسازی اس باغ کے دلکش پھول تھے، منصب سپہ سالاری پر فائز ہونے کے باوجود انکسار پسند رہے، کسی جاہ وجلال کو قریب آنے کا موقع نہیں دیا، فنون جنگ کی مہارت کے لحاظ سے ان کا شمار کاملین فن میں تھا۔

عبادت اور شب بیداری ان کا نہایت ہی پرلطف مشغلہ تھا زندگی کے آخری حصے میں رات رات بھر نمازیں پڑھتے، اور دن کو عموماً روزہ رکھتے، انہوں نے اپنے گھر میں

Marfat.com

عبادت کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا تھا، جس میں اکثر معتکف رہتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں، حضرت سہیل بن عدیؓ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا، رات رات بھر نماز میں مشغول رہتے تھے، سادگی، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ فرش خاک ان کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا، اکثر معمولی سا کپڑا اچھا کر زمین پر بیٹھ جاتے، اور اسی انداز میں قیصر و کسریٰ کے نمائندوں سے گفتگو کرتے، کسی خادم کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتے تھے، اکثر خود بازار جا کر سودا سلف خرید تے، شروع سے بے حد پرہیز گار تھے، ان کا دامن عفاف کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا۔

خشیت الٰہی اور رقت قلب یہ دونوں وصف ان کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھے، حضور رحمت عالمؐ کے اخلاق عظیمہ کا ذکر والہانہ انداز میں کرتے، خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے، ان کی پوری زندگی حیات نبویؐ کا آئینہ تھی، وہ کوشش کرتے تھے کہ ان کی نقل و حرکت، قول و فعل بلکہ ہر ہر ادا ذات نبوی کا نمونہ بن جائے، فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، وہ اس قدر خوش الحان تھے کہ سننے والوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا، ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود رحمدلی، نرمی اور عفو درگزر کے اوصاف ان میں بدرجۂ کمال موجود تھے لیکن مجرم کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتے تھے۔

....

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

اسم گرامی عبداللہؓ والد کا نام عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ اپنے والد سے بھی پہلے مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے، یہ دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگوں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت غیظ وانبساط میں خدا جانے کیا کچھ فرماتے ہیں، آپ سب کو قلمبند نہ کیا کیجئے، حضرت عبداللہ نے حضور رحمت عالمؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا کہ تم لکھا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری زبان سے صرف کلمۂ حق نکل سکتا ہے۔ (مسند امام احمد)

راہبانہ زندگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے جو وقت بچتا تھا، وہ تمام تریاد حق میں صرف ہوتا تھا، دن عموماً روزوں میں بسر ہوتا، اور رات عبادت میں گزر جاتی تھی، رفتہ رفتہ یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ اہل وعیال اور تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہوگئے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے دربار نبوت میں ان کی اس راہبانہ زندگی کی شکایت کی تو حضورؐ نے ان کو بلا کر اپنے والد کی اطاعت کی تاکید کی، اور فرمایا: عبداللہ! روزے رکھو، اور افطار کرو، نمازیں پڑھو اور آرام کرو، نیز بیوی بچوں کا حق ادا کرو، یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میری امت سے نہیں ہے۔ (مسند امام احمد)

کم عمری ہی کے زمانہ عہد نبوت کے بعض غزوات میں شریک ہوئے، وہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت وجاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، جن غزوات میں شریک ہوئے، نہایت جاں بازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے غنیم کی صفیں تہہ وبالا کر دیتے تھے۔ (اسد الغابہ)

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ میں اہتمام وانتظام کی بے نظیر قابلیت تھی، فوج کشی کے موقع پر عموماً سواری اور باربرداری کا اہتمام ان کے سپرد ہوتا تھا۔

جنگی کارنامے:

۱۴ھ ہجری میں حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک جرار فوج کیساتھ ان کو مقام بویب میں بھیجا، یہاں ایرانیوں کا ایک لشکر عرب پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا، قبل اس کے کہ ایرانی حملہ کریں حضرت عبداللہؓ نے شدید طوفانی حملہ کردیا، ایرانیوں نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے پرجوش نعرے بلند کرنے شروع کیے، جس سے تمام میدان گونج اٹھا، حضرت عبداللہ نے فرمایا: گھبرانا نہیں یہ احمقانہ شوروغل ہے، پھر جنگ چھڑ گئی، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانیوں کا قلب خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہوگیا، اس معرکہ میں مسلمان دو ہزار اور ایرانی چھ ہزار، مقتول ومجروح ہوئے، تاہم فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوسکا، غروب آفتاب کے بعد جنگ ملتوی ہوگئی۔

دوسرے دن پھر خونریز جنگ شروع ہوئی، اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل پڑتی تھی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، سہ پہر کے وقت حضرت عبداللہ نے ایک پرجوش تقریر کی، جس سے تمام لشکر میں آگ سی لگ گئی، اس کے بعد سخت خونریز جنگ شروع ہوگئی حضرت عبداللہؓ نے ایرانی سپہ سالار پر حملہ کیا، اور اس کا تلوار سے کام تمام کردیا، اس کے بعد دشمن کی فوج میں بھاگڑ مچ گئی، اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہوگیا۔

۷ محرم ۱۴ھ ہجری کو دربار خلافت میں اطلاع موصول ہوئی کہ القطان میں ایرانی فوجیں جمع ہورہی ہیں، اور وہ مسلمانوں پر شدید حملہ کرنا چاہتی ہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو کو حکم دیا کہ وہ القطان کی جانب متوجہ ہوں، حضرت عبداللہ ایک جرار لشکر کے ساتھ القطان کی طرف روانہ ہوئے، اسلامی فوجوں نے القطان کے شمالی حصے میں ڈیرے ڈالے، ادھر ایرانی سپہ سالار فیروز نے پرجوش مقابلے کا اعلان کیا، یہ سپہ سالار عرب ممالک میں رہ چکا تھا، اور اس نے عرب ہی میں

Marfat.com

تربیت پائی تھی، اس لئے وہ عربوں کے طرز جنگ سے خوب واقف تھا۔

۷ امحرم کو فیروز نے بڑے سروسامان سے لشکر آرائی شروع کی حضرت عبداللہ نے بھی اسلامی فوجوں کو آراستہ کیا، ایرانیوں نے شدید طوفانی حملہ کیا، حضرت عبداللہؓ پہلے ہی حملے میں فیروز کا میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے، میدان میں لاشیں بچھادیں، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، آفتاب غروب ہونے پر جنگ ملتوی ہوگئی۔

دوسرے دن فیروز نے ایک پیغام بھیجا کہ کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم اور آپ کا فیصلہ کن بات چیت کر کے جنگ کی تباہی سے عوام کو بچالیں، حضرت عبداللہ نے اس درخواست کو منظور کرلیا، اور صلح کی بات چیت کے لئے وقت اور مقام کا تعین ہوگیا۔

دوسرے دن حضرت عبداللہؓ اور ان کے رفقائے محترم گھوڑے اُڑاتے ہوئے فیروز کے قصر میں داخل ہوگئے، بیبا کی اور دلیری ان کے چہروں سے عیاں تھی، فیروز نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا، شہنشاہ یزدجرد کا ایک نمائندہ وہاں موجود تھا، اس نے کہا: ابھی چند روز کی بات ہے کہ تم حقیر نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، اگر کوئی سرکشی ہوتی تھی تو ہم اپنے جاگیرداروں کو حکم دیتے تھے، اور وہ تمہارا سارا بل نکال دیتے تھے، اب یہ کیا ہے کہ تم ہم پر فوج کشی کرتے ہو، کیا تم ہمارے شہنشاہ کی طاقت سے واقف نہیں؟۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا: ''یہ سچ ہے ہم ذلیل وخوار تھے، بے دین اور گمراہ تھے، آپس میں لڑتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا، ایک مقدس پیغمبر بھیجا، جو حسب ونسب میں ہم سے ممتاز تھا، اس نے ہم کو اچھے کاموں کی دعوت دی، اول اول ہم نے اس کی سخت مخالفت کی، وہ سچ کہتا تھا، ہم اسے جھٹلاتے تھے، وہ آگے بڑھتا تھا ہم اسے پیچھے ہٹاتے تھے، رفتہ رفتہ اس کی بات نے ہمارے دلوں پر اثر کیا، ہم اس کی صداقت کے قائل ہوگئے، ہم نے اسلام قبول کرلیا، یہی اسلام ہم تمہارے لئے پیش کرتے ہیں، ہمارا یہ فرض ہے کہ اس دین حق کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں جو لوگ اسلام لے آئیں، وہ تمام حقوق میں ہماری برابر ہوں گے جن کو اسلام سے انکار ہو وہ جزیہ پر راضی ہوجائیں، ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے اور جن کو دونوں باتوں سے انکار ہو

Marfat.com

اور جو فتنہ وفساد پر آمادہ ہوں ان کے لئے تلوار ہے فیروز غصے سے بیتاب ہوگیا، اس نے کہا: تم ہماری طاقت سے واقف نہیں، ہم اپنی شہنشاہی کا سارا زور عرب کے خلاف استعمال کریں گے حضرت عبداللہ اٹھ کر چلے آئے اور صلح کی تحریک ختم ہوگئی۔

دوسرے دن خونریز جنگ شروع ہوگئی، حضرت عبداللہؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، تمام دن ہنگمۂ کارزار گرم رہا، اس زور کا رن پڑا کہ تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، شام کو جنگ ملتوی ہوگئی، نصف شب کو حضرت عبداللہ نے ایک فوجی افسر کو حکم دیا کہ آپ چند رسالوں اور پیدل فوجوں کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے جایئے، اور علی الصباح سو سو سوار میدان جنگ کی طرف گھوڑے اڑاتے ہوئے آئیں، اور اسی طرح برابر آتے رہیں فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی، صبح ہوتے ہی پہلا رسالہ پہنچا، تمام فوج نے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ بلند کیا، دشمن کے کیمپ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ نئی امدادی فوجیں آگئیں، اس خبر سے ایرانیوں کے حوصلے پست ہوگئے، اور جذبۂ غرور کم ہوگیا۔

آفتاب طلوع ہونے کے بعد جنگ شروع ہوگئی، ایرانیوں کا ایک رسالہ جو سر تا پا لوہے میں غرق تھا، میدان میں آیا، حضرت عبداللہ نے معہ اپنے ساتھیوں کے اس پر شدید حملہ کیا، یہ مجاہدین حق اس شان سے لڑے کہ رسالہ کا رسالہ برباد ہوگیا، تمام دن شدید جنگ ہوئی، لوگ لڑتے لڑتے تھک کر چور ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو دیکھا کہ خاک میں اٹے ہوئے تھے، لیکن شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، انہوں نے مجاہدین کے سامنے پر جوش تقریر کر کے ان میں نئی روح اور زندگی پیدا کر دی تھی، پھر کیا تھا اسلامی فوج اس جوش کے ساتھ سیلاب کی طرح آگے بڑھی کہ ایرانیوں کو پسپا ہونا پڑا، اسی دوران میں حضرت عبداللہؓ نے فیروز پر شدید حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا، اس حادثہ کے بعد دشمن کی فوج میں بھاگڑ مچ گئی اور مسلمانوں کو خدا نے فتح مند کیا۔

القطان کو فتح کرنے کے بعد حضرت عبداللہؓ دربار خلافت کے حکم کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس بہرہ شیر چلے گئے، کیونکہ وہاں اسلامی فوجیں جمع

Marfat.com

ہو رہی تھیں، اور مدائن پر حملے کی تیاری کیجا رہی تھی، بہرۂ شیر اور مدائن میں صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے تمام پل توڑ دئے تھے، مجاہدین دجلہ کے کنارے پہنچے تو نہ پل تھا نہ کشتیاں تھیں، حضرت سعدؓ اور حضرت عبداللہ نے پر جوش تقریریں کیں، اسلامی فوج میں بے پناہ جوش پیدا ہوگیا، مجاہدین کے جوش کا اندازہ کرکے حضرت سعدؓ اور حضرت عبداللہ نے پایاب مقام تلاش کرکے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دئے، یہ نظارہ دیکھ کر مجاہدین نے بھی ان کی تقلید کی، ادہر دوسرے کنارے پر ایرانی افسر یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، انہوں نے کنارے پر شدید مزاحمت کی، لیکن مسلمان سیلاب کی طرح بڑھتے چلے گئے، ساحل پر سخت خونریز جنگ ہوئی اور رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کا دریا بہہ گیا، آخر ایرانی فرار ہوگئے اور مجاہدین حق اطمینان سے مدائن میں داخل ہوئے، یہ جمعہ کا دن تھا جبکہ ایوان کسریٰ میں تخت شاہی کے بجائے ممبر نصب کیا گیا، اور جمعہ کی نماز ادا کی گئی، یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق کے شاہی محل میں ادا کیا گیا۔

دوسرے دن ایوانات شاہی کا خزانہ اور نادرات جمع کئے گئے، اعلیٰ درجے کی زرہیں بہترین تلواریں، شاندار خنجر، قیمتی تاج، شاہی لباس، سونے چاندی کے برتن، یاقوت اور زمرد، بیش قیمت پردے بیش قیمت جواہرات، یہ سب سامان ایک میدان میں جمع کیا گیا، دور تک میدان جگمگا اٹھا، مال غنیمت حسب قاعدہ تقسیم کیا گیا، اور پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا۔

القطیف پر حملہ:

مدائن سے بھاگ کر ایرانی فوجوں نے القطیف میں پناہ لی تھی، حضرت سعدؓ نے حضرت عبداللہؓ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، حضرت عبداللہؓ مدائن سے روانہ ہوکر القطیف پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کرلیا، ایرانی بڑے زور شور سے مقابلہ کے لئے نکلے، مسلمانوں نے پر جوش مقابلہ کیا، اتفاق یہ کہ اس روز زور شور کی آندھی چلی، جس سے زمین و آسمان میں اندھیرا ہوگیا، ایرانی مجبور ہوکر پیچھے ہٹے، لیکن گرد و غبار کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آتا تھا، ہزاروں آدمی خندق میں گر کر مر گئے، ایرانیوں نے خندق کو پاٹ کر ایک راستہ بنایا، مسلمانوں نے اس راستہ پر قبضہ کرلیا، سخت خونریز جنگ ہوئی، آخر

Marfat.com

مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کرلیا، اور دشمنوں کو بے دریغ قتل کیا۔

۲ رجب ۱۵ھ ہجری کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے نام دربار خلافت سے ایک حکم موصول ہوا کہ آپ فوراً یرموک کی طرف روانہ ہو جائے، وہاں بے اندازہ رومی فوجیں جمع ہوگئی ہیں، اور قیصر روم اپنی شہنشاہی کا پورا زور اس محاذ پر صرف کرنا چاہتا ہے۔

یرموک کے محاذ پر:

۵ رجب کو حضرت عبداللہؓ یرموک کے محاذ پر پہنچ گئے روم قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ سے مسلسل رومی فوجیں، آرہی تھیں، یرموک کے وسیع میدان میں مسیحی فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا تھا، جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا، بڑے بڑے بشپ اور راہب حسب دستور شعلہ بار تقریریں کر رہے تھے، دو لاکھ سے زیادہ فوجیں جمع ہوگئی تھیں، ۵ رجب کو رومیوں نے شدید حملہ کیا، مسلمانوں نے پر جوش مقابلہ کیا، اس اہم موقع پر حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ہاشم عتبہؓ حضرت عبداللہ ن عمرو بن العاصؓ بجلی بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے، اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفوں میں ہلچل برپا ہوگئی، حضرت امیر معاویہ کی ماں ہند اور ان کی محترم بہن جویریہ نے بھی اس جنگ میں بڑی دلیری سے حصہ لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اگر چہ نوجوان تھے، لیکن استقامت وجاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، انہوں نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی و دلیری سے حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے ایک مرتبہ اس جوش سے حملہ کیا کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے اس پار سے اس پار نکل گئے، واپس لوٹے تو چند رومی افسروں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی حضرت عبداللہؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور ایسی شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ دشمن کے فوجی افسر حیران رہ گئے عیسائیوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون

Marfat.com

آشام تلواریں مسلسل چمک رہی تھیں، پھر بھی حضرت عبداللہؓ شیر کی طرح مقابلہ کر رہے تھے۔

اس رزم گاہ میں حضرت عبداللہؓ نے جاں نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل نمونے پیش کیے تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، تمام بدن زخموں سے چور تھا، لیکن اسلامی جوش بدستور موجود تھا، حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ اس معرکہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سخت زخمی ہو گئے تھے، لیکن داد شجاعت برابر دے رہے تھے، بلاشبہ ان کے شدید طوفانی حملوں نے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دئے، اور ان کے قلب کی طاقت توڑ دی، ان کی سرفروشی اور جاں بازی کو دیکھ کر ان کے والد حضرت عمرو بن العاصؓ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا: جان پدر! اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے، تم نوجوان ہو، جاں باز ہو، اگر ایک سپاہی بھی تم سے بازی لے گیا تو یہ میرے لئے باعث فخر نہ ہوگا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی:۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة.

حضرت عبداللہؓ نے کہا: محترم باپ! آپ کے خادم نے اپنے رب سے یہ اقرار کیا ہے کہ اگر وہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو صرف مر کر ہٹے گا۔ (تذکرۃ الکرام)

حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے بھی اس رزم گاہ میں شجاعت کے بے مثل نمونے پیش کیے، صبح سے شام تک اور پھر تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، لوگ لڑلڑ تے تھک کر چور ہو گئے، نیند کے خمار سے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے جاتے تھے، اس پر بھی فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، اس اہم موقع پر حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عبداللہؓ نے پر جوش تقریریں کیں، ان تقریروں سے تمام لشکر میں آگ سی لگ گئی، اور مجاہدین حق رومیوں پر اس طرح گرے کہ رومی سردار مقابلہ کی تاب نہ لا سکے، تمام صفیں ابتر ہو گئیں، اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں، افسران فوج بھی دور تک ہٹتے چلے گئے، کچھ دیر کے بعد تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے پر جوش تعاقب کیا، مورخ طبری کا بیان ہے کہ اس جنگ

Marfat.com

میں ایک لاکھ سے زیادہ رومی قتل ہوئے، مسلمان شہیدوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی، قیصر روم کو اس شکست سے بے حد صدمہ ہوا، اور وہ انطا کیہ کو خالی کر کے قسطنطنیہ چلا گیا۔ (فتوح البلدان)

عرش کی رزم گاہ میں:

۱۱ ربیع الاول ۲۰ ہجری (مطابق ۲ مارچ ۶۴۱ عیسوی) کو دربار خلافت سے ایک حکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچا کہ آپ بمقام عریش اپنے والد کے پاس پہنچ جائے، عریش ایک بڑا شہر تھا، یہ شہر بحر روم کے کنارے پر واقع تھا، وہاں رومیوں کی زبردست فوج موجود تھی۔

پہلی ربیع الاول ۲۰ھ کو حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا، یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا، شہر والے کئی دفعہ قلعہ سے نکل نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کھائی، تاہم شہر پر قبضہ نہ ہوسکا، ۱۷ ربیع الاول کی ایک مبارک رات کو ایک قبطی نے جس کا نام یوسف تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آکر ایک سرنگ کا نشان دیا، جو شہر کے اندر اندر قلعہ کے دروازے تک گئی تھی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اس سرنگ کی راہ قلعہ کے اندر پہنچ کر دروازہ کھول دیا، اور زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، اسلامی فوج ٹوٹ پڑی اور کشتوں کے پشتے لگادئے، مورخ حارث کا بیان ہے کہ اس قلعہ میں عیسائیوں کی کم از کم ساٹھ ہزار فوج موجود تھی، جس میں بہت کم زندہ بچے، عریش ایک اہم مقام تھا، اس کی فتح سے گویا مصر کا مطلع صاف ہوگیا، عریش سے روانہ ہوکر حضرت عمرو بن العاصؓ قسطاط پہنچے، یہ مقام دریائے نیل اور جبل مقطم کے بیچ میں ہے، فسطاط میں مقوقس موجود تھا، جو مصر کا فرمانروا اور قیصر کا باج گزار تھا، اس نے زبردست مقابلے کی تیاری کی تھی، لیکن حضرت زبیر بن العوامؓ کی جانبازی اور سرفروشی کی وجہ سے قلعہ بہ آسانی فتح ہوگیا، مقوقس نے صلح کی درخواست کی، ان شرائط پر صلح ہوگئی کہ جزیہ دیا جائے گا، عیسائیوں کی جان ومال، شہر پناہ، مکانات اور گرجوں کی حفاظت کی جائے گی۔

Marfat.com

اسکندریہ پر حملہ:

فسطاط کے نکل جانے کے بعد قیصر نے اسکندریہ میں عظیم الشان فوج جمع کی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے ۷ رجب ۲۱ھ ہجری کو اسکندریہ پر حملہ کیا، خونریز جنگ ہوئی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کے ہوش جاتے رہے اور انہوں نے رومیوں کے ہزاروں آدمی تہہ تیغ کر دئے، غروب آفتاب سے پہلے حضرت زبیر بن العوامؓ عبادہ بن صامتؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ایسا شدید حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے، مجاہدین حق نے میدان میں لاشیں بچھادیں، اس رزم گاہ میں رومیوں کے بے شمار آدمی مارے گئے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو نامۂ فتح لکھا، جب فتح کی اطلاع موصول ہوئی تو امیر المومنین سجدے میں گرے، اللہ کا شکر ادا کیا، اسکندریہ کی فتح کے بعد بہت سے مقامات اس آسانی سے فتح ہو گئے کہ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ۷ ربیع الاول ۶۵ھ ہجری کو بمقام فسطاط وفات پائی، گویا آپ نے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔

فضائل اور اصطلاحات:

حضرت عبداللہؓ ایک کامیاب خطیب تھے، ان کے دلائل اس قدر دل نشین ہوتے تھے کہ سننے والے بے حد متاثر ہوتے تھے، طرز ادا میں متانت تھی استقامت محکم کا سرمایہ ان کے پاس کافی موجود تھا، کسی بڑی سے بڑی حکومت کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہیں ہوتا تھا، اور سرمائے کی قلت یا بے سروسامانی کا خیال کبھی ان کے دل میں نہیں آتا تھا وہ اگرچہ ایک کامیاب فوجی افسر تھے لیکن غرور سے پاک تھے، دردمندوں کے غمگسار اور غریبوں کے چارہ ساز تھے، طبیعت ناساز ہونے کے باوجود، ریگستانوں اور کوہستانوں میں بے تکان سفر کرتے تھے، تلاوت قرآن کا بے حد شوق تھا، فرماتے تھے، اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک، بازو کی قوت اور دل کی استقامت ہے۔

جب رزم گاہ سے فرصت حاصل ہوتی تو قبائلی علاقوں میں چلے جاتے اور وہاں

Marfat.com

اسلام کی تبلیغ کرتے، ثواب ابدی، عذاب اخروی نعمائے الٰہی اور رضوان ربانی کے مسال بڑے دلکش انداز میں بیان کرتے، بدکاری اور بے حجابی سے لوگوں کو روکتے، قمار بازی کے نقصانات بیان کرتے، فواحش اور قبائح کی اصلاح کرتے، جبر واستبداد اور فحش وظلم کو مٹا دیتے، ان لوگوں کی رہنمائی کرتے جن کی زندگی جور وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی، اگر کسی کو مظلوم پائے تو اس کی امداد کرتے، اپنے ساتھیوں کے بے حد ہمدرد تھے، ان کی تکلیف سے خود تکلیف محسوس کرتے تھے، اگر کوئی ساتھی مقروض ہو جاتا تو اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دیتے، چھوٹے بچوں سے انہیں بے حد لگاؤ تھا، غریب بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ان کی مالی امداد کرتے، غریب سپاہیوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھالیتے، مفتوح علاقوں کے باشندوں کو رحم وکرم اور حق پسندی کی تعلیم دیتے، عہد و پیمان کی اہمیت ظاہر کرتے، دادخواہی، مظلومان، دست گیری بیچارگان کا عہد لیتے، اکثر فرمایا کرتے تھے، حماقت کرنے والے دشمنوں کو بھی جائز حقوق سے محروم نہ کرو، یہی اسلام کی شان ہے، مظلوم عورتوں کی پر جوش حمایت کرتے، اپنے ساتھیوں سے کہتے جملہ اقسام پرہیز گاری میں اور جملہ انواع خدا ترسی میں سب کے ساتھ تعاون کرو، اور جملہ اصناف گناہ اور بدکاری سے اپنا دامن بچاؤ، اگر دوستوں کے گھروں میں اختلاف ہو جاتا تو صلح کی کوشش کرتے، غیر مسلموں کے حقوق ملی وشہری کی حفاظت کرتے، غیر مسلموں پر اگر کوئی ظلم کرتا تو اسے عبرتناک سزا دیتے۔

....

Marfat.com

حضرت عیاض بن غنمؓ

اسم گرامی عیاض، والد کا نام غنم، یمن کے رہنے والے تھے، تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیاض فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، ۱۷ ربیع الثانی ۱۴ھ ہجری کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ حمیص میں ایرانیوں کی ایک زبردست فوج جمع ہو رہی ہے جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے، امیر المومنین نے حضرت عیاض بن غنمؓ کو اس مہم کے لئے مقرر کیا، حضرت عیاضؓ نے فوراً جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنی پر جوش تقریروں سے مجاہدین کے دلوں میں شہادت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

حمیص پر حملہ:

مجاہدین بڑے جاہ وجلال سے روانہ ہوئے، اور حمیص کے جنوبی حصے میں ڈیرے ڈال دیئے، ایرانی سپہ سالار مہران ہمدانی عروؓ کا سخت دشمن تھا، وہ دریائے فرات کو بیچ میں ڈال کر خیمہ زن ہوا، ۲۳ ربیع الثانی کو اس نے بڑے سروسامان سے لشکر آرائی شروع کی، حضرت عیاضؓ نے بھی نہایت ترتیب سے صفیں آراستہ کیں، تھوڑی دیر کے بعد ہی جنگ شروع ہوگئی، حضرت عیاضؓ ایرانیوں کے طرز جنگ سے خوب واقف تھے، وہ ان کی جنگی چالوں کو شکست دیکر جس طرف بھی نکل جاتے تھے ان کی صفیں تہ وبالا کر دیتے تھے، غروب آفتاب سے پہلے جنگ ملتوی ہوگئی، اور دوسرے دن پھر خونریز جنگ شروع ہوئی، آج ایرانیوں کا سارا لشکر رزم گاہ میں تھا، جہاں تک نگاہ جاتی تھی، انسانوں کا ایک جنگل نظر آتا تھا، مہران نے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا، مجاہدین نے اس قدر تیر برسائے کہ فیل نشینوں کو گرا دیا، شام تک یہ ہنگامہ برپا رہا، جب بالکل تاریکی چھا گئی، دونوں فریق میدان سے ہٹ گئے۔

تیسرے دن پھر جنگ شروع ہوئی تو ایران کے بہترین رسالے میدان میں

Marfat.com

آ گئے، اسپ سوار سرتا پالو ہے میں لپٹے ہوئے تھے، مجاہدین نے ان پر حملہ کیا، لیکن تلواریں زرہوں پر کام نہیں دیتیں، حکم ہوا برچھوں سے حملہ کرو، چنانچہ سب سے پہلے حضرت عیاضؓ نے خود ایک ایرانی افسر پر برچھے کا وار کیا، اور اس زور سے وار کیا کہ کمر کو توڑ کر نکل گیا، یہ دیکھ کر مجاہدین نے بھی برچھے سنبھالے اور اس بہادری سے لڑے کہ جو لوگ سرتا پالو ہے میں غرق تھے، ان کو خاک وخون میں تڑپا دیا، تمام دن اور تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، نیند کے خمار سے لڑنے والوں کے ہاتھ پاؤں بیکار ہوئے جاتے تھے، پھر بھی فتح اور شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا، یہ حال دیکھ کر مجاہدین گھوڑوں سے کود پڑے، تیر وکمان پھینک کر تیغ آزمائی شروع کی، اور مہران کے خیمے کے قریب پہنچ گئے، حضرت عیاض کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا، بدن پر جابجا زخم تھے، لیکن شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، نیند کی وجہ سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں تاہم تلوار قبضے میں تھی، اور ہاتھ چل رہا تھا، شام کے وقت حضرت عیاضؓ نے مہران ہمدانی پر شدید حملہ کیا اور آگے بڑھ کر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، اس حادثہ کے بعد تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، بمقدار کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، حسب قاعدہ تقسیم ہوئی، پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجدیا گیا۔

طبریہ کی رزمگاہ میں:

۲۷ ذوالقعدہ ۱۴ھ ہجری کو دربار خلافت سے حضرت عیاضؓ کے نام حکم موصول ہوا کہ آپ مقام طبریہ پہنچ جایئے، وہاں رومیوں نے بے اندازہ فوجیں جمع کی ہیں، اور وہ ہر طرف سے جمع ہو کر فرزندان اسلام کے مقابلے کے لئے تیار ہو رہے ہیں، حضرت عیاضؓ حکم کا احترام کرتے ہوئے طبریہ پہنچ گئے، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ نے ان کا خیر مقدم کیا۔

رومی سپہ سالار نے اس خوف سے کہ مسلمان ایک دم حملہ نہ کردیں، طبریہ کے آس پاس کے تمام راستے خراب کر دئے، آس پاس جس قدر نہریں تھیں، سب کے بند توڑ دئے، لیکن اسلام کا سیلاب کب رک سکتا تھا، وہ خود طوفان کی طرح آگے بڑھے، رومی سپہ سالار نے ایک پیغام بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صلح ومفاہمت سے معاملات طے

Marfat.com

کر لئے جائیں، کوئی معقول آدمی بات چیت کے لئے بھیجئے، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ نے حضرت عیاضؓ کو سفیر بنا کر بھیجا، رومی سپہ سالار کے خیمے کے اندر دیبائے زریں کا فرش تھا، خیمے کے قریب ایک رسالہ متعین تھا، حضرت عیاضؓ بیباکانہ خیمے میں داخل ہو گئے، سپہ سالار نے خیر مقدم کیا، کچھ دیر کے بعد سپہ سالار نے کہا: آپ نے کیوں جنگ کا ارادہ کیا ہے؟ کیا نہیں جانتے ہماری طاقت صف اول کی طاقت ہے، ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، ہمارے پاس جنگ کے ذرائع بے شمار ہیں؟

حضرت عیاض بن غنمؓ نے کہا: آپ مجھے اپنے جاہ وجلال اور اپنی طاقت سے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کیجئے، ہم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، آپ کی شان وشوکت کا رعب ہمارے دلوں پر سایہ فگن نہیں ہو سکتا، ہم اللہ کی وفاداری کا پیغام لے کر آئے ہیں، عدل وانصاف اور مساوات کو پسند کرتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ مخلوق کی بجائے خالق کی عبادت کی جائے، آپ اس پیغام کو قبول کیجئے، عدل وانصاف کا اقرار کیجئے، اگر آپ نے ایسا کیا ہم آپ کے بھائی ہیں، اگر اسلام قبول کرنا منظور نہیں، جزیہ دیجئے، اس سے بھی انکار ہے تو آگے تلوار ہے، ہم نے سنا ہے کہ آپ اپنے شہنشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، ازراہ ادب اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، ہم اس انسان پرستی کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں، ہم نے جسے خلیفہ بنایا ہے، وہ کسی بات میں اپنے آپ کو عوام پر ترجیح نہیں دے سکتا، اگر وہ زنا کرے تو اس کے درے لگائے جائیں، اگر وہ چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں، اگر وہ خیانت کرے تو اسے الگ کر دیا جائے۔

رومی سپہ سالار نے کہا: ہم ان باتوں کو سننا نہیں چاہتے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو ہم تم کو بغیر کسی جنگ کے بلقا کا علاقہ دے سکتے ہیں، جو تمہارے ملک سے قریب ہے، ورنہ تلوار ہمارے اور تمہارے مابین فیصلہ کرے گی، حضرت عیاضؓ اُٹھ کر چلے آئے، سفیر کے واپس آجانے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی دن کمر بندی کا حکم دیدیا اور لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

Marfat.com

دوسرے دن دشمن نے شدید حملہ کیا، سخت کشت وخون ہوا، حضرت عیاض بن غنمؓ میمنہ کے افسر تھے، انہوں نے اعلان کیا، فرزندان توحید! اگر اللہ سے مدد چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو، دشمن کی فوج اس رزم گاہ میں پچاس ہزار سے زیادہ تھی، ان کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ میمنہ کا رسالہ فوج سے الگ ہو کر حضرت عیاضؓ پر حملہ آور ہوا، عیاضؓ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے، یہاں تک کہ رسالہ فوج سے دور نکل آیا، اس اہم موقع پر حضرت عیاضؓ نے اس زور سے حملہ کیا کہ سات افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، اور تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا، غروب آفتاب کے بعد دونوں فریق میدان سے ہٹ گئے۔

دوسرے دن پھر خونریز جنگ ہوئی، رات کو مزید رومی فوج آ چکی تھی، چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا، رومی سپہ سالار اس رزم گاہ میں بڑی جاں بازی سے لڑ رہا تھا، یکایک حضرت عیاضؓ نے آگے بڑھ کر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، سپہ سالار کے قتل پر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا، رومی نہایت ابتری سے بھاگے مجاہدین نے انہیں بے دریغ قتل کیا، اور اس طرح طبریہ کی فتح پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

جزیرہ پر فوج کشی:

۱۶ ھ ہجری میں حضرت عیاضؓ کو جزیرہ کی فتح کے لئے مامور کیا گیا، جزیرہ اس حصہ آبادی کا نام ہے، جو دجلہ اور فرات کے بیچ میں ہے، حضرت عیاضؓ ایک جرار لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، رومی فوج کثیر تعداد میں موجود تھی، رومی سپہ سالار نے حضرت عیاضؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح کے لئے بات چیت کرنا چاہتے ہیں، دوسرے دن حضرت عیاضؓ رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے، رومیوں نے حسب عادت اپنا جاہ وجلال، اور اپنی شان وشوکت دکھانے کے لئے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم کی تھیں، جو سر سے پاؤں تک آلات حرب سے آراستہ تھیں، لیکن حضرت عیاضؓ نہایت بے پروائی کے ساتھ ان پر نظر ڈالتے ہوئے رومی سپہ سالار کے خیمے میں داخل ہو گئے، سپہ سالار نے نہایت احترام کے ساتھ

Marfat.com

استقبال کیا، اور اپنے برابر بٹھایا، مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی، رومی سپہ سالار نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے، اس کے پاس بے پناہ طاقت ہے، جو اس سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائے گا، بہت سی قوموں نے اس سے ٹکرانے کی کوشش کی لیکن وہ نیست و نابود ہو گئیں، آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ آپ واپس چلے جائیں، اگر یہ بات منظور ہے تو آپ کو دس ہزار دوسرے افسروں کو ایک ایک ہزار اور سپاہیوں کو سو سو دینار بطور انعام دئے جائیں گے۔

رومی سپہ سالار اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت عیاضؓ نے کہا: یہ سچ ہے کہ آپ کا بادشاہ ایک بڑا بادشاہ ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ اس کے پاس جاہ و جلال اور مال و زر ہے، لیکن ہم پر اس جاہ و جلال کا کیا اثر ہو سکتا ہے، ہم خدائے واحد کے سوا کسی انسان سے نہیں ڈرتے، ہم انسانوں کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں، ہم عدل و انصاف، اور امن و سکون چاہتے ہیں، جو اس راستے میں مزاحمت کرے گا، ہم اس سے جنگ کریں گے، ہم تمہارے پاس حق کی دعوت دینے آتے ہیں، ہمارا یہ فرض ہے کہ اللہ کی وفاداری کی دعوت دیں، جس نے یہ دعوت قبول کی، وہ ہمارا بھائی ہے، جو شخص اس دعوت کو قبول نہیں کرتا، لیکن جزیہ دینا قبول کرتا ہے، وہ بھی ہماری حفاظت میں ہے، اور جس کو دونوں سے انکار ہو، اس کے لئے تلوار ہے، رومی سپہ سالار کے چہرے سے غصے کے آثار ظاہر ہوئے، اس نے کہا: یاد رکھو! ہم مر کر بھی جزیہ نہیں دیں گے، اس کے بعد حضرت عیاض واپس آ گئے۔

حضرت عیاض بن غنمؓ کے چلے آنے کے بعد رومی سپہ سالار نے اپنے سرداروں سے کہا: تم نے سنا، اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ جب تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ گے ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے، کیا تمہیں ان کی غلامی منظور ہے؟ سب نے کہا: ہم مر جائیں گے، مگر یہ ذلت گوارا نہیں کریں گے، چنانچہ دوسرے دن جنگ کا اعلان ہو گیا، رومی اس جوش سے رزم گاہ میں آئے گویا، آج مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے لیکن مسلمان بھی نہایت استقلال سے ثابت قدم رہے جب حملے کا زور کم ہوا تو حضرت عیاضؓ صف چیر کر نکلے، اور اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن پر خوف و ہراس

Marfat.com

کے بادل چھا گئے، اسلامی فوج بجلی بن کر ان پر ٹوٹ پڑی، کشتوں کے پشتے لگا دئے۔

اس عظیم فتح کے بعد حضرت عیاضؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کو نامۂ فتح لکھا، حضرت فاروق اعظم اس رزم گاہ کا حال معلوم کرنے کے لئے سخت بے چین اور بے قرار تھے، فتح کی خبر پہنچی تو دفعتہً سجدے میں گرے، اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اس رزم گاہ میں کتنے رومی مارے گئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے، ابن سعد نے تیس ہزار سے زیادہ تعداد بیان کی ہے۔

اہواز پر حملہ:

۲۱ شوال ۱۶ھ ہجری کو دربار خلافت سے ایک حکم حضرت عیاضؓ کے پاس پہنچا کہ بصرہ جائیے، اور اہواز پر فوج کشی کیجئے، حضرت عیاضؓ ایک جرار لشکر کے ساتھ بصرہ پہنچ گئے اور حضرت ابو موسیٰؓ کے مشورہ کے بعد اہواز کو جا گھیرا، وہاں ایرانیوں کی زبردست فوج موجود تھی، شدید جنگ ہوئی، حضرت عیاضؓ نے بے پناہ حملہ کیا، جس طرف رخ کرتے، دل کا دل پھٹ جاتا، ایرانی سپہ سالار نے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا، مجاہدین نے برچھے سنبھالے، اور اس قدر برچھے مارے کہ ہاتھیوں کی آنکھوں میں پیوست ہو گئے، ہاتھی گھبرا کر بھاگے، مجاہدین نے تلواروں سے حملہ کر کے ان کی سونڈیں الگ کر دیں، اور فیل نشینوں کو نیچے گرا دیا، دم کے دم میں سیاہ بادل دور ہو گئے، اب مجاہدین کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا، اس زور کا رن پڑا کہ میدان خون سے رنگین ہو گیا۔

دوسرے دن پھر خونریز جنگ شروع ہوئی، مجاہدین نے شدید طوفانی حملہ کیا، اور سیلاب کی طرح آگے بڑھے، حضرت عیاضؓ ایرانی سپہ سالار کے قریب پہنچ گئے، اس نے شدید مقابلہ کیا، لیکن جب زخموں سے بالکل چور ہو گیا تو بدحواس ہو کر بھاگا، حضرت عیاضؓ نے اس کا تعاقب کیا اتفاق سے ایک نہر سامنے آگئی، اس میں کود پڑا، حضرت عیاضؓ بھی کود پڑے اور اسے گھسیٹ کر باہر لائے، پھر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا اس واقعہ کے بعد فوج میں بھاگڑ مچ گئی، اس جنگ میں مال غنیمت کے ساتھ ہزاروں مرد اور عورتیں لونڈی غلام بنا کر فوج میں تقسیم کئے گئے، لیکن جب حضرت فاروق اعظمؓ

Marfat.com

کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ سب رہا کر دئے جائیں، چنانچہ وہ سب چھوڑ دئے گئے۔

اہواز کے بعد شوستر پر حملہ کیا گیا، یہ ایک اہم مقام تھا، یہاں کئی تاریخی عمارتیں اور فوجی چھاؤنی تھی، ایرانی سپہ سالار ہرمز شہر یار کثرت سے فوج کے غرور میں خود شہر سے نکل کر حملہ آور ہوا، حضرت عیاضؓ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر بجلی بن کر ٹوٹ پڑا، شام تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا، آخر آفتاب غروب ہونے سے پہلے شہر فتح ہو گیا، مختصر یہ کہ حضرت عیاض جس معرکہ میں بھی شریک ہوئے اللہ نے انہیں فتح مند کیا۔

محاسن اخلاق:

حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت عیاضؓ کو غیر معمولی دل و دماغ اور غیر معمولی تدبر عطا فرمایا تھا، وہ نہایت روشن خیال، روشن ضمیر، اور صائب الرائے تھے، خطرے کے وقت بھی ان کی سنجیدگی اور متانت قائم رہتی تھی، اور اس معاملے میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا، ہمت عالی کے مالک تھے، کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا رعب ان کے سینے پر کبھی سایہ فگن نہیں ہوتا تھا، ایک کامیاب سپہ سالار ہونے کے ساتھ ہی وہ اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے، جب تقریر کرتے تو محاسن اخلاق، مجاہد اعمال، تدبیر منزل اور معرفت حق کے درس سے دماغوں کو روشن اور روح کو منور کر دیتے، انداز بیان سلجھا ہوا تھا، ایک صحرانشین، اور ایک شہری یکساں طور پر ان کی تقریر سے کیف اندوز ہوتا تھا، وہ ایک سراپا عمل، اور سراپا ایثار مجاہد تھا، اگر رزم گاہ میں وہ شمشیر زنی سے نہیں تھکتے تھے تو تبلیغ کے میدان میں ان کی زبان بیاں توحید سے بھی نہیں تھکتی تھی، ان کی سرگرمیاں لوگوں کی سرد مہری سے ٹھنڈی نہیں پڑتی تھیں، اگر کسی مقام پر اشاعت حق کے سلسلے میں تکلیف پہنچی تو اس سے ان کے ذوق تبلیغ میں اضافہ ہو جاتا تھا، انہوں نے اپنے ہر فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔

انتظامی قابلیت:

بعض صوبوں کا انتظام جب ان کے سپرد کیا گیا تو اس میں وہ نہایت کامیاب

Marfat.com

ثابت ہوئے، ان کے اندر ملک داری اور جہاں بانی کی بے نظیر قابلیت تھی دین ودانش اور بصیرت کے مالک تھے، زہد وقناعت کی صفت ان میں بدرجۂ کمال موجود تھی، جن علاقوں کو انہوں نے فتح کیا تھا، وہاں سینکڑوں مدارس کھول دئے تھے، جن میں سب کو بلاتفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی، اگر کسی مقام کا محاصرہ کرتے اور وہاں کے باشندوں کو بھوک اور پیاس کی تکلیف محسوس ہوتی تو محاصرہ اٹھالیتے، اس رحم وکرم کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بہت سے آدمی اسلام میں داخل ہوجاتے، اگر کسی سرحد پر خطرہ محسوس ہوتا تو خود آگے بڑھ کر فوج کشی کرتے، اس سے مجاہدین کے حوصلے بڑھ جاتے، کسی علاقہ میں تبلیغ کے لئے جاتے تو وہاں بدکاری کا خاتمہ کردیتے جو عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلتیں، ان کو شرمندہ کرتے، قمار خانوں کو بند کرا دیتے، اسلامی مساوات کی تعلیم دیتے، امیر وغریب کا فرق مٹا دیتے جو لوگ مخالف حکومتوں سے ساز باز کرتے ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتے۔

لباس نہایت سادہ پہنتے تھے، رہنے کا مکان بھی سادہ تھا، ایک دوست نے کہا: آپ ایک افسر ہیں، لوگ آپ سے ملاقات کے لئے آتے ہیں، آپ ایک شاندار مکان بنوالیجئے، جواب میں کہا: ایک مسافر کے لئے شاندار مکان کی کیا ضرورت ہے، میں ایسے گھر سے انس نہیں رکھتا جس سے منتقل ہونا ضروری ہو، ہم تو اس گھر کو شاندار بنانا چاہتے ہیں جس کی طرف جانے والے ہیں، اکثر اپنے لباس میں پیوند لگا لیتے، اور اپنی جوتیاں تک خود سی لیتے اور اپنے ساتھیوں سے کہتے، سادگی سنت رسول اللہ ہے، حضور سرور عالمؐ بھی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے، اور اپنی جوتیاں خود سی لیتے تھے، رزم گاہ میں تکلفات سے پرہیز کرتے، صبح یا شام کے وقت صرف جو کی روٹی دودھ سے کھاتے، دوسروں کو بھی سادگی کی نصیحت کرتے، کبھی کبھی صرف ستو پی کر رزم گاہ میں چلے جاتے۔

اگر امرا کے پاس سے لذیذ کھانے آتے تو آپ نہیں کھاتے تھے، زیادہ تر ترکاریاں استعمال کرتے تھے، گوشت کم کھاتے تھے، اکثر اپنے دوستوں سے کہتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ نہ بناؤ، جب رزم گاہ سے فارغ ہوکر آتے تو عبادت

Marfat.com

وریاضت میں مشغول ہوجاتے، اکثر تمام شب بیدار رہتے۔

خلق عظیم:

سراپا خلق، اور سراپا انکسار تھے، ہر اک خندہ پیشانی سے ملتے، ہر اک کے دکھ درد میں شریک ہوتے، ہر وقت اس بات کا خیال رکھتے کہ مجھ سے کوئی کام، خلاف سنت سرزد نہ ہوجائے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں، میں نے اپنے دوستوں میں حضرت عیاض سے زیادہ محنتی، جفاکش، اور پرہیز گار نہیں دیکھا، اگر کسی بات پر غصہ آجاتا تو تحمل سے کام لیتے، جب کسی سے وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے، جب کسی معاملے میں فیصلہ کرتے تو عدل سے کام لیتے، ان کے پاس شجاعت تھی، زہد تھا، وہ درحقیقت عارف باللہ تھے، دین کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، ظاہری جاہ وجلال کو ناپسند کرتے تھے، اکثر خوف خدا سے اشکبار رہتے۔

مہماں نوازی میں شہرۂ آفاق تھے، غریب سپاہیوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اپنا اہم فرض سمجھتے تھے، اپنے ذاتی کاموں کے سلسلے میں کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے، حتی کہ اگر سواری کی حالت میں اونٹ کی مہار ہاتھ سے گرجاتی تھی تو خود سواری سے اتر کر مہار اٹھاتے تھے، اگر کوئی شخص آپ کی جرأت وشجاعت اور جاں بازی کی تعریف کرتا تو فرماتے، میں اپنے حالات سے خود زیادہ واقف ہوں، رقت قلب کا یہ حال تھا کہ تلاوت قرآن مجید کے وقت آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے، بار بار سربسجدہ ہوکر یہ دعا مانگتے، اے معبود! میرا انجام بخیر کر، اور اچھے عمل پر خاتمہ کر، ان کے ایک عزیز دوست کا بیان ہے، عیاضؓ نے عہد جہالت میں بھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا، کبھی شراب نہیں پی، کبھی اپنے دامن عصمت کو داغدار نہیں کیا، کبھی مشتبہ کھانا نہیں کھایا۔

رفاہ عام کے کاموں سے ان کو بے حد دلچسپی تھی، دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق انہوں نے سڑکیں تعمیر کرائیں، نئے راستے نکالے فوجیوں کے لئے مکانات تعمیر کرائیں، مسافروں کے لئے مکانات بنوائے، مجاہدین کے بچوں کی پرورش اور تعلیم کے لئے انتظامات کئے، اکثر شہر سے باہر چلے جاتے، مسافروں کا سامان اپنی پشت پر لاد

Marfat.com

کر لے آتے، مسافر خانوں میں جا کر مسافروں کے لئے کھانا تیار کرتے جو مجاہدین رزم گاہوں میں زخمی ہو گئے تھے یا جن کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے تھے، ان کے مکانوں پر جا کر انکی دلداری کرتے اور انکی امداد کیلئے آدمی مقرر کر دیتے تا کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

....

Marfat.com

حضرت سلمان بن ربیعہؓ

اسم گرامی سلمان، والد کا نام ربیعہ، نہایت حسین اور خوش رو نوجوان تھے حق تعالیٰ نے حسن ظاہری کے ساتھ ہی آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک سے آستانہ نبوت پر حاضر ہوکر اسلام کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے، تقریباً تمام غزوات میں شریک ہوئے، اور نہایت جانبازی اور دلیری سے حصہ لیا، فن جنگ کے بہت بڑے ماہر تھے۔

فوجی زندگی کا آغاز:

۱۴ھ ہجری سے ان کی فوجی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا جبکہ حضرت فاروق اعظم نے ان کو اعصاریہ کی فتح کے لئے متعین کیا، حضرت سلمان نے پورے اہتمام کے ساتھ حملہ کی تیاریاں کیں اور اعصاریہ کے جنوبی حصے میں ڈیرے ڈالدئے ایرانی سپہ سالار نے بھی بڑے سرو سامان سے لشکر آرائی شروع کی، ۱۱ شوال ۱۴ھ ہجری کو جنگ شروع ہوگئی، گھمسان کی لڑائی ہوئی، حضرت سلمان نے بڑے زور سے حملہ کیا، جس طرف نکل گئے ہلچل برپا کردی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، شام کو جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے دن پھر خونریز جنگ شروع ہوگئی حضرت سلمان نے ایرانی سپہ سالار پر پوری شدت سے حملہ کیا، اور اس کا کام تمام کردیا، اور ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گی۔

رجب ۱۵ھ میں حضرت سلمان بن ربیعہ کو یرموک کے محاذ پر بھیجا گیا، وہ ایک جرار لشکر کے ساتھ رزم گاہ میں پہنچے، ان کے پہنچنے سے مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی، ان کو ایک خاص دستے کی افسری دی گئی، ۵ رجب کو رومیوں نے شدید طوفانی حملہ کیا، اس کے جواب میں حضرت سلمانؓ اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے رومی سپہ سالار کے قریب پہنچ گئے، چند رومی افسروں نے ان کو محاصرے

Marfat.com

میں لے لیا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح قائم رہے، ان پر شدید حملے کئے گئے، لیکن ان کے پائے ثبات کو ذرہ برابر لغزش نہ ہوئی، آخر صف چیر کر نکلے، اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر کر دی، انجام کار اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی اور رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

عریش کے محاذ پر:

۲۰ھ میں حضرت سلمان کو عریش کے محاذ پر بھیج دیا گیا، یہ عظیم الشان شہر بحر روم کے کنارے پر تھا، وہاں ایک مضبوط قلعہ تھا، جس میں رومیوں کی منتخب فوج موجود تھی، حضرت عمرو بن العاص کے مشورہ سے حضرت سلمان نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا، دو ہفتے تک محاصرہ جاری رہا، ایک روز حضرت سلمان کسی طرح فصیل پر چڑھ گئے، اور فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، قلعہ کے محافظ شراب کے خمار میں مست تھے، اسلامی فوج آسانی سے قلعہ میں داخل ہوگئی، مجاہدین نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ قلعہ کی زمین لرز اٹھی، قلعہ کے افسر نے امان طلب کی، اسے امان دیدی گئی۔

اسکندریہ کے معرکہ میں شرکت:

عریش کے معرکہ کے بعد حضرت سلمان بیمار ہو گئے اور کچھ عرصے تک خاموش رہے، پھر اسکندریہ کی لڑائی میں شریک ہوئے، جس روز فیصلہ کن جنگ ہو رہی تھی، حضرت سلمان نے اس طرح دل توڑ کر حملہ کیا کہ رومیوں کو دھکیلتے ہوئے قلعہ کے نزدیک پہنچ گئے، اس کے بعد اس زور کا دھاوا ہوا کہ شہر فتح ہو گیا، اسکندریہ کے بعد کوئی اہم شہر باقی نہیں تھا، تاہم مصر کے اضلاع میں رومی پھیلے ہوئے تھے، اور مسلمانوں کے خلاف سازش کر رہے تھے، اس لئے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت سلمان کو مقرر کیا گیا۔

حضرت سلمان نے ایک مضبوط فوج کے ساتھ سارے علاقے کا گشت کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مقامات کے لوگوں نے خوشی سے جزیہ دینا قبول کر لیا، بعض مقامات پر رومیوں نے شدید مزاحمت کی، اور سدراہ ہونا چاہا تو حضرت سلمان نے ان پر سخت

Marfat.com

حملہ کیا، بے شمار رومی مارے گئے، بہت سے عیسائی جو مسلمانوں سے قریب رہ کر اسلام کے ذوق سے آشنا ہو گئے تھے، انہوں نے حضرت سلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا لیکن اس عبرتناک شکست کے بعد بھی رومیوں کا زور کم نہ ہوا، وہ سرحدی علاقوں کے قریب نئی نئی فوجیں تیار کر کے حملے کرتے رہے، حضرت سلمان نے یہ حالت دیکھی تو خطرے کے علاقوں میں فوج مقرر کر دی، اس سے رومیوں کے دلوں پر دھاک بیٹھ گئی، اس کے بعد حضرت سلمان نے جس طرف بھی رخ کیا، علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔

ان لڑائیوں میں کثرت سے قبطی گرفتار ہوئے تھے، دربار خلافت میں اطلاع بھیجی گئی، حکم موصول ہوا کہ ان کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں، اگر اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، ورنہ جزیہ دینا ہوگا، ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا، اور ان کو عزت کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔

بحری جنگ میں حصہ:

۲۳ھ ہجری میں دربار خلافت سے سلمان بن ربیعہ کے نام حکم موصول ہوا کہ تم امیر معاویہ بن ابوسفیان کے پاس دمشق پہنچ گئے، اور امیر معاویہ کے زیر ہدایت بحری قوتوں کو ترقی دی، سب سے پہلے طرابلس الشام کو فتح کیا۔

۲۵ھ ہجری میں ساحل عموریہ پر حملہ کیا اور یہ شہر بھی فتح ہو گیا، بعد ازاں ملیطہ پر حملہ ہوا، یہ بحر روم میں رومیوں کا سب سے بڑا فوجی اڈا تھا، سلمان نے بڑی جاں بازی کے ساتھ اسے فتح کیا، اور مسلمانوں کو وہاں آباد کیا۔

۳۳ھ ہجری میں قبرص کو بزور شمشیر فتح کیا، اور بارہ ہزار مسلمان وہاں آباد کئے، تونس، الجزائر اور مراکش کے معرکوں میں بھی حضرت سلمان شریک ہوئے، اور جاں بازی کا ثبوت پیش کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس بحری جنگ میں مسلمانوں کے پاس چھ سو جنگی جہاز موجود تھے، اور حضرت سلمان ان کی رہنمائی کر رہے تھے، سطح سمندر پر بڑی خونریز جنگ ہوئی،

Marfat.com

اور ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، رزم گاہ سے لیکر ساحل تک ایک نیا خونی سمندر نظر آتا تھا، انجام کار مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی، اور رومی بدحواس ہوکر بھاگے۔

۴۴ھ ہجری میں حضرت سلمان نے رومیوں سے متعدد معرکہ آرائیاں کیں اور بحر روم میں اسلامی بیڑے کی دھاک بٹھادی، ۵۳ھ ہجری میں انہوں نے دوبارہ جزیرۂ روڈس پر حملہ کیا، یہاں رومیوں کی ابھی تک ایک مضبوط فوج تھی، رومی امیر البحر نے باسفورس سے بحری امداد طلب کی، بحری افسروں کو قومی حمیت کا جوش دلاکر شدید انتقام کے لئے آمادہ کیا، کئی بحری جہاز مختلف راستوں سے سامان جنگ لے کر آئے، روڈس کے ساحل پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، حضرت سلمان بن ربیعہ نے آگے بڑھ کر جنگ شروع کردی، بہت بڑے خونریز معرکے کے بعد رومی امیر البحر کو شکست ہوگئی۔

سقاطری کے ساحل پر جنگ:

اس کے بعد رومیوں نے سقاطری میں مقابلے کا انتظام کیا، قیصر نے بحر روم کے ہر حصے میں مذہبی پیشوا بھیج دئے، جنہوں نے پر جوش تقریروں سے رومیوں کے دلوں میں آگ لگادی، ہر طرف سے جنگجو سمٹ کر آگئے، جو عربوں سے لڑنے کے لئے بے قرار تھے، سقاطری کے ساحل پر خونریز جنگ شروع ہوئی، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، شام سے پہلے رومی بڑی ابتری سے بھاگے، مسلمانوں نے تعاقب کیا، اور بے دریغ قتل کیا، سقاطری کے بعد اشاس میں جنگ ہوئی، اس محاذ پر روم کے مشہور خطیبوں نے اپنی آتش فشانی سے رومیوں کے جذبات میں آگ لگادی تھی، حضرت سلمان نے اس زور حملہ کیا کہ رومی پسپا ہوگئے، آزرنہ کے ساحل پر شدید جنگ ہوئی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، رات کو مجاہدین نے رومیوں کے بہت سے آدمی گرفتار کرلئے، رومیوں کے امیر البحر یوسف نے راہ فرار اختیار کی، یہ جمعہ کا دن تھا، ساحل پر نماز ادا کی گئی، ساحل پر رومیوں کی بہت سی تلواریں، خنجر اور آلات جنگ ملے۔

جزیرہ روڈس کو فتح کرنے کے بعد حضرت سلمان نے جزیرہ ارواڈ کی طرف توجہ

Marfat.com

کی، یہ بحر روم میں اناطولیہ کے قریب نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے، قیصر روم نے یہاں بہترین بحری فوج جمع کی تھی، اس ساحل پر چھ سو جنگی جہاز موجود تھے، رومیوں نے زبردست حملہ کیا، سطح سمندر پر خونریز جنگ ہوئی، سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہو گیا، دونوں طرف سے آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گر رہے تھے، آخر مسلمانوں کو عزم وثبات نے رومیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، حضرت سلمان نے یہاں بہت سے مسلمان آباد کئے۔

شہادت:

اس کے بعد اسلامی بیڑا بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا، جزیرہ شاس کی طرف روانہ ہوا، یہ بھی نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ تھا، یہ رومی فوج کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے فوج نے زبردست مدافعت کی، اور مسلمانوں سے شدید جنگ ہوئی، حضرت سلمان کا جوشہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ نتائج سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے، رومیوں نے پوری طاقت سے حملہ کیا، حضرت سلمانؓ اس حملہ میں شہید ہو گئے، جنازہ روڈس کی طرف بھیجا گیا، ایک مسلم آبادی میں لاش دفن کی گئی، یہ ایک کامیاب اور سرفروش امیر البحر تھے۔

حضرت سلمان ایک سحر طراز خطیب اور مقرر تھے، ان کی تقریر ہر صاحب ذوق کے لئے باعث تسکین ہوتی تھی، ایک امتیازی شان یہ تھی کہ غصے کی حالت میں بھی سنجیدگی اور متانت قائم رہتی تھی، بحری جنگ کے سلسلے میں سب سے پہلے ان کو امیر البحر بنایا گیا، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے ان کی شان کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

ہمت عالی اور عزم راسخ کے مالک تھے، بحری سفر میں بھی انہوں نے تبلیغ کا سلسلہ برابر جاری رکھا، ان کا دل نور ومعرفت کا خزینہ اور ہدایت وعرفان کا گنجینہ تھا، جب ساحلی مقامات پر تقریر کرتے تو ہزاراں در ہزار حقائق ومعارف بیان کرتے اور غلط راستہ پر چلنے والوں کو بحر ظلمات سے بحر نور میں لے آئے، غریبوں کے دوست، درد

Marfat.com

مندوں کے غمگسار، اور غم زدہ لوگوں کے چارہ ساز تھے۔

تبلیغ کے لئے بحر و بر میں سفر کیا، ریگستانوں اور کوہستانوں میں گئے اور حق کا پیغام پہنچایا، بحر روم کی لہروں میں فجر کے وقت صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ جب ان کی اذان گونجتی تو دلوں کی دنیا میں ایک طوفان اضطراب برپا ہو جاتا، آواز بے حد دلکش اور درد آفریں تھی، جب کیف و سرور میں ڈوب کر قرآن شریف پڑھتے، سننے والوں پر محویت طاری ہو جاتی، اشاعت علم کا بے حد شوق تھا، جن علاقوں کو فتح کیا، وہاں بہت سے مدارس کھول دیئے، جن میں بلا تفریق مراتب سب کو یکساں تعلیم دی جاتی ہیں۔

بحر روم کے ایک مقام کا محاصرہ کیا تو وہاں کے کچھ امن پسند لوگوں کو محاصرے کی سختی محسوس ہونے لگی، ان کے ایک نمائندے نے حاضر ہو کر کہا: ہم بے گناہ ہیں، ہم پر یہ سختی کیوں کی جا رہی ہے، حضرت سلمان نے فوراً محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیدیا، اس شریفانہ حکم کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سے عیسائی برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔

جن ساحلی مقامات کو انہوں نے فتح کیا تھا، وہاں بدکاری شراب نوشی اور قمار بازی کا زور تھا، حضرت سلمان کی عظیم جدو جہد سے یہ افعال قبیحہ دور ہو گئے، اور لوگوں کے طرز عمل میں پاکیزگی نظر آنے لگی بعض لوگ ارواح خبیثہ پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان کی پرستش کرتے تھے، وہ سب راہ راست پر آ گئے۔

یہ نہایت انکسار پسند تھے، سپاہیوں کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے، غیر مسلموں کے ساتھ شریفانہ سلوک کرتے تھے، ان کے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کرتے تھے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، وہ ایک جانباز سپاہی بھی تھے، اور بہت بڑے معلم اخلاق بھی۔

....

Marfat.com

حضرت حارث بن حسانؓ

اسم گرامی حارث، والد کا نام حسان، زہری خاندان سے تھے، شروع سے نیک طینت اور سلیم الطبع تھے، حضرت صدیق اکبرؓ کی رہنمائی سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور رہروان حق کے قافلے میں شامل ہو گئے، خلعت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد ہوش ربا تکالیف برداشت کیں، عام بلاکشان اسلام کی طرح ان کو بھی جلاوطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر مدینہ منورہ چلے گئے۔

جنگی خدمات:

۲ھ ہجری سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت حارثؓ اکثر معرکوں میں پامردی وشجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ احد میں بھی جاں بازی وشجاعت سے لڑے، مکہ کی فوج کشی میں بھی شریک تھے خلیفۂ اول کے عہد میں بعض رزم گاہوں میں نمایاں حصہ لیا، جب حضرت فاروق اعظمؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو ان کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا، وہ مجلس کے نہایت صائب الرائے رکن ثابت ہوئے۔

۱۴ھ ہجری میں ان کو وادی مہران کی فتح کے لئے مامور کیا گیا، ۲۱ ربیع الاول ۱۴ھ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوئے، اور وادئ مہران کے جنوبی حصے میں ڈیرے ڈال دئے، دو روز کے بعد ایرانیوں نے زبردست حملہ کیا، حضرت حارثؓ پہلے ہی حملہ میں ایرانی فوج کا میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے، دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی، ایرانیوں کا قلب خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہو گیا، ایرانی سپہ سالار اسفند یار بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا، لیکن جب حضرت حارثؓ نے اس پر حملہ کیا تو اس کا کام تمام کر دیا، سپہ سالار کے قتل پر اس لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

لازقہ کے مورچہ پر:

وادئ مہران میں شکست کھانے کے بعد ایرانیوں نے لاذقہ میں عظیم لشکر جمع کیا،

Marfat.com

حضرت حارث طوفان بن کر وہاں بھی پہنچ گئے، اس رزم گاہ میں فرخ زاد سپہ سالار تھا۔

حضرت حارثؓ نے برچھا ہاتھ میں لیا، اور اس قدر برچھے مارے کہ ہاتھیوں کی آنکھوں میں پیوست ہو گئے، ہاتھی گھبرا کر میدان سے بھاگے، اب بہادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا، اور اس زور کا رن پڑا کہ میدان خون سے رنگین ہو گیا، شام تک خونریز لڑائی ہوتی رہی، شام کے وقت حضرت حارثؓ نے ایرانی سپہ سالار کو قتل کر دیا، تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

ایرانیوں نے فرار ہو کر دجلہ کے دوسرے کنارے پر پناہ لی، تمام پل توڑ دیئے اور کشتیوں کو نذر آتش کر دیا، حضرت حارثؓ دجلہ کے کنارے پر پہنچے تو پل شکستہ تھے، اور ایک بھی کشتی نہ تھی، انہوں نے اللہ کا نام لے کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا، دوسرے ساتھیوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر مفسدین کا خاتمہ کر دیا۔

بحری جنگ کا آغاز:

۳۳ھ ہجری میں حضرت حارث بن حسان کو ساحلی مقامات کی فتح کے لئے مامور کیا گیا، ۱۲ ربیع الاول ۳۳ھ ہجری کو پانچ سو بحری جہازوں کا ایک شاندار بیڑا بحر روم میں اترا، حضرت حارث کو جنگی اختیارات دیئے گئے، ساحل امیس کے قریب رومی افسر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے، ان کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لئے سب سے پہلے ساحل امیس پر حملہ کیا گیا، سطح سمندر پر خونریز جنگ ہوئی، رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کا دریا نظر آنے لگا، طرفین نہایت پامردی کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے، آدمی کٹ کٹ کر سمندر میں گر رہے تھے، آخر مسلمانوں کے عظیم الشان عزم وثبات نے رومیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا، اس ساحل کے قبضہ میں آجانے سے آئے دن کی بغاوتوں کا خطرہ جاتا رہا۔

حضرت حارثؓ نے اس ساحل پر مسلمانوں کو لاکر آباد کیا، ایک مورخ کا بیان ہے کہ کئی ہزار مسلمانوں کی ایک نو آبادی قائم کی گئی اور شاندار مسجدیں تعمیر کی گئیں،

Marfat.com

۳۴ھ سے ۵۳ھ تک حضرت حارثؓ نے رومیوں سے متعدد کامیاب معرکہ آرائیاں کیں، اور بحر روم میں اسلامی بیڑے کو دوڑاتے رہے، انہوں نے بحر روم کے اکثر جزائر پر قبضہ کر کے بحر روم کے اس حصے کو جو اناطولیہ، شام اور مصر کے قریب ہے، رومیوں کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔

حضرت حارثؓ کئی مرتبہ بحر روم کی موجوں سے کھیلتے ہوئے باسفورس میں داخل ہو گئے اور رومیوں کی مرکزی طاقت کو درہم برہم کر دیا، اس حصے میں رومیوں نے پرزور مقابلہ کیا، پرجوش مدافعت کی، اور مسلمانوں سے زبردست جنگ ہوئی، لیکن مسلمانوں کی بے نظیر شجاعت جانبازی اور سرفروشی نے ان کے حوصلے پست کر دیئے، حضرت حارثؓ نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں بکثرت مسلمان آباد کئے، جگہ جگہ مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم کیں، بعض اسلامی شہروں کے باشندے خود اپنی مرضی سے نقل مکان کر کے ان جزائر میں آباد ہو گئے۔ حضرت اسید بن عاصم بیان کرتے ہیں، حضرت حارث بن حسانؓ ایثار واخلاص، جرأت وشجاعت اور زہد وتقوے میں یگانۂ روزگار تھے حق کی تائید وحمایت آپ کا دلچسپ مشغلہ تھا، مہماں نوازی ان کی ضرب المثل تھی، غریبوں کو دوست اور مہمان کو عزیز رکھتے تھے، جس شہر کو فتح کرتے وہاں عدل وانصاف قائم کرتے، صاف سودا بیچنے اور ترازو کو صحیح رکھنے کا حکم دیتے، غریبوں کا بوجھ اٹھا کر ان کے گھر تک پہنچا دیتے، اور اگر کوئی شخص اعتراض کرتا تو جواب میں فرماتے، حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے واسطے بنایا ہے، جو زمین میں غرور اور فساد نہیں کرتے، اور عاقبت ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

ایک روز ایک بازار میں آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک لونڈی رو رہی ہے آپ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا، اس نے عرض کیا: فلاں دکاندار نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دی تھیں، میرے آقا نے پھیر دی ہیں، وہ واپس نہیں لیتا، آپ نے اس دوکاندار سے کہا: بھائی یہ خدمت گار ہے، اس کا اپنا اختیار نہیں، بہتر ہے کہ اپنی کھجوریں لے کر درہم اسے واپس دیدو، اس نے صاف انکار کر دیا، ایک دوسرے دوکاندار نے جب اسے بتایا کہ سفارش کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ سپہ سالار ہے تو یہ سنتے

Marfat.com

ہی اس نے کھجوریں واپس لے لیں، اور درہم واپس دیدیا، اور آپ سے معافی طلب کی، آپ نے فرمایا: اصلی معافی یہ ہے کہ ایمان و مروت سے کام لو۔

ایثار و اخلاص:

ایک مسیحی افسر سے آپ کی بات چیت ہوئی، اس نے کہا: کیا سبب ہے کہ آپ ہر رزم گاہ میں کامیاب ہوتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، ہم اللہ کے رسول کے ساتھ ہو کر صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے اپنے بھائیوں، اپنے بیٹوں، اپنے چچاؤں اور اپنے دوستوں کو قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ وہ مفسد اور فتنہ انگیز تھے، ہم حق کی حمایت کرتے تھے، اور باطل کو کچل ڈالتے تھے، جب حق تعالیٰ نے ہمارا یہ اعتقاد اور عمل دیکھا تو ہمارے دشمنوں پر ہلاکت اور ہم پر رحمت نازل کی، یہاں تک کہ اسلام نے ترقی حاصل کی، اگر ہم بھی وہ کام کرتے جو آپ کرتے ہیں، (یعنی ظلم و ستم، حرام کاری، قمار بازی) تو دین کا ستون کبھی قائم نہ ہوتا، اور ایمان کی شاخ کبھی سرسبز و شاداب نہ ہوتی، اس تقریر کو سن کر وہ فوجی افسر مسلمان ہو گیا، اور اس نے اپنا سارا مال و زر مساکین کو دیدیا۔

تعمیری کارنامے:

دربار خلافت کے حکم سے آپ نے ایسے رضا کار بھرتی کئے، جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ بحری جنگ کی مشق کریں، ان کو زراعت اور تجارت کی سخت ممانعت تھی، ان کے لئے وظائف مقرر کئے گئے، بری فوج کے ساتھ بحری فوج کا بھی ایک محکمہ قائم کیا گیا، اس کے دفاتر آراستہ کئے گئے، رضا کاروں کے وظائف علیٰ قدر مراتب تجویز کئے گئے۔

اس تنظیم کا یہ اثر تھا کہ بحری فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا، بحری سپاہیوں کے لئے شاندار فوجی مراکز قائم کئے گئے، بحری سپاہیوں اور افسروں کے لئے ایک قانون اور دستور العمل بھی مرتب کیا گیا، ملکی اور فوجی انتظام کو الگ الگ کر دیا گیا، جو ساحلی مقامات فتح ہو گئے تھے وہاں چھاؤنیاں قائم کی گئیں، تحویل دار مقرر کئے گئے، جن کی

Marfat.com

سپردگی میں خزانہ رہتا تھا، ساحلی مقامات پر تبلیغ کے مراکز بھی قائم کئے گئے، جہاں اچھے مقررین بھیجے جاتے تھے۔

جن اصحاب کو اعلیٰ عہدے دئے جاتے ان کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی جاتی، ان سے اقرار لیا جاتا کہ وہ شاندار مکان تعمیر نہ کرائینگے قیمتی لباس نہ پہنیں گے، دروازے پر دربان مقرر نہ کریں گے، غریبوں کے لئے دروازہ کھلا رکھیں گے، اور ایسے ذرائع اختیار کئے گئے، جن کی وجہ سے مفتوحہ علاقے روز بروز سرسبز وشاداب اور زرخیز ہوتے چلے گئے۔

مفتوحہ مقامات پر غیر مسلم اصحاب کو بھی تجارت کیلئے رعایتیں دی گئیں اور ان کے جان ومال کی حفاظت کیلئے معاہدہ لکھا گیا، وسیع میدانوں میں نئے شہر آباد کئے نئے راستے نکالے، رعایا کے لئے اور فوج کیلئے آرام دہ مکانات تعمیر کرائے، مسافروں کیلئے مسافر خانہ بنوائے، مساجد تعمیر کرائیں۔

....

Marfat.com

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

اسم گرامی شرجیل، والد کا نام حسنہ حمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد قریش مکہ کے ظلم وستم سے پریشان ہوکر ہجرت کر کے پہلے حبشہ تشریف لے گئے، پھر مدینہ منورہ چلے گئے، اسلام کے تحفظ کے لئے جتنی لڑائیاں بھی ہوئیں، حضرت شرجیل بن حسنہ تقریباً ہر رزم گاہ میں شجاعت وجاں بازی کے ساتھ شریک ہوئے۔

عہد فاروقی میں ان کو رزم گاہ شام کی طرف بھیجا گیا، تو یرموک کی لڑائی میں شامل ہوگئے، ایسا سرفروشانہ حملہ کیا کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے آخری خیمے تک چلے گئے، انجام کار مسلمان کو فتح حاصل ہوئی۔

مصری محاذ پر:

فتح شام کے بعد مصر کی لڑائی میں شریک ہوئے، فسطاط کی رزم گاہ، بڑی ہوش ربا رزم گاہ تھی، ایک عظیم قلعہ ناقابل تسخیر تھا، حضرت شرجیل نے گھوڑے پر سوار ہوکر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا، ایک جگہ سے فصیل کا حصہ ذرا کم زور تھا، ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند دوسرے جاں باز بھی ان کے پاس پہنچ گئے، سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی فوج نے نعرہ مارا، عیسائی یہ سمجھے کہ مسلمان فوج قلعہ میں داخل ہوگئی، بدحواس ہوکر بھاگے، حضرت شرجیل نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اور تمام فوج اندر گھس آئی، رومیوں نے شدید مزاحمت کی مگر مسلمان غالب آگئے، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، اندازاً بیس ہزار عیسائی جان سے مارے گئے، کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔

مصر کی فتح کے بعد حضرت شرجیل بن حسنہ کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا، انہوں نے طرابلس الشام کی فتح پر مامور کیا، حضرت شرجیل نے چند قلعے تعمیر

Marfat.com

کرائے، اور رومیوں کے تمام بحری اور بری ناکے بند کر کے طرابلس الشام کا محاصرہ کرلیا، اور چند روز میں فتح کرلیا۔

بحری کارنامے:

طرابلس کی فتح کے بعد حضرت شرجیل تونس، الجزائر اور مراکش کی طرف چلے گئے، ان مقامات پر قیصر روم نے جرار لشکر جمع کر رکھا تھا، اس محاذ پر جنگی جہازوں کی تعداد چھ سوتھی، حضرت شرجیلؓ کے پاس بھی دوسو جنگی جہاز تھے، سطح سمندر پر شدید خونریز جنگ ہوئی، سمندر کا پانی خون سے رنگین ہوگیا، مجاہدین حق نے بے نظیر شجاعت کا نمونہ پیش کیا، آخر کار مسلمانوں کے عزم واستقلال اور ان کی سرفروشی نے رومیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے، رومی امیر البحر نے جہازوں کے لنگر اٹھادیئے۔

مورخ صالح جزائری کا بیان ہے، یہ جمعہ کا دن تھا، ساحل پر جمعہ کی نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد مال غنیمت جمع کیا گیا، اعلیٰ درجہ کی زرہیں، بیش قیمت تلواریں، بے نظیر خنجر، فوجی افسروں کے شاندار ملبوس یاقوت اور زمرد، سونے چاندی کے ذخیرے، یہ سامان سپاہیوں نے جمع کیا، مال غنیمت تقسیم ہوکر پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا، حضرت شرجیل کی اعلیٰ جنگی قابلیت کی بنا پر انہیں بحر روم کا امیر البحر بنادیا گیا۔

مورخ طبری کا بیان ہے کہ سنہ ۴۴ ہجری میں بحر روم اسلامی بیڑوں کا جولانگاہ بن گیا تھا، چنانچہ اگر اسلامی بیڑا حرکت میں آتا تھا، تو پورا مشرقی یورپ لرزہ براندام ہوجاتا تھا، حضرت شرجیل بن حسنہ یہ چاہتے تھے کہ بحر روم کے تمام جزائر پر قبضہ کر کے بحر روم کے اس حصے کو جو اناطولیہ کے اثرات سے گھرا ہوا ہے، بالکل محفوظ کر دیا جائے۔

باسفورس کی جنگ:

اس مقصد کے لئے ۴۹ ہجری میں شاندار فوجی تیاریاں کی گئیں جس کے بعد ایک مضبوط بحری بیڑا قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا، اس بیڑے میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے، یہ اسلامی بیڑا بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں

Marfat.com

داخل ہوگیا، بڑی زبردست جنگ ہوئی، حضرت ابو ایوب انصاریؓ بے دھڑک رومی صف میں گھستے چلے گئے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے، باسفورس کہ معرکہ آرائی کے بعد جزیرۂ روڈس پر حملہ کیا گیا، یہ ایک نہایت سرسبز وشاداب جزیرہ تھا، رومیوں نے شدید مزاحمت کی، آخر کار مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، ۵۴ ہجری میں یہاں پر حضرت شرجیل بن حسنہؓ نے مسلمانوں کی ایک نوآبادی قائم کی، ایک محکمہ فوج قائم کیا، رضا کار بھرتی کیے، جو ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے۔

فوجی انتظامات:

بحر روم میں حضرت شرجیلؓ نے کئی بڑے بڑے فوجی مرکز قائم کیے اور وہاں فوجوں کے رہنے کے لئے شاندار بارکیں تعمیر کرائیں، ساحلی منظر گاہوں پر فوجی دستے متعین کیے گئے، ہر فوجی مرکز میں ایک خازن رہتا تھا، جو صحیح وقت پر فوج کو تنخواہ تقسیم کرتا تھا۔

حضرت شرجیلؓ جانتے تھے کہ جن ساحلوں پر رومیوں کے بحری حملوں کا خطرہ ہے، ان بندرگاہوں کو ہر لحاظ سے نہایت مستحکم رکھا جائے، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے جس قدر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، وہ سب ساحلوں کے قریب تھیں، چنانچہ دس سال کے اندر انہوں نے تمام ساحلوں کو ترقی یافتہ بنادیا، یہ انتظام زمانہ قدیم کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ہوتا ہے۔

ایک مورخ کا بیان ہے کہ جن ساحلوں پر رومیوں کے بحری حملوں کا خطرہ تھا وہاں ایک لاکھ سے زائد مسلمان آباد کیے گئے، جن میں چالیس ہزار کے قریب فن جنگ کے ماہر تھے، یہ ایسا معقول انتظام تھا کہ تمام رومیوں پر عربوں کا خوف چھا گیا، اورفتوح کا سیلاب بڑھتا رہا، بعض رومی مسلمان ہوگئے تھے، ان کا نام بھی دفتر فوج میں لکھا گیا، فوجی بارکوں اور چھاؤنیوں کے بنانے میں عمدہ آب وہوا اور فوجی مصلحتوں کا لحاظ رکھا جاتا تھا، فوجوں کے لئے جو بستیاں قائم کی گئیں، ان میں اصول صحت کے لحاظ سے مکانات بنائے گئے تھے، فوج کے لئے رخصت کا بھی ایک ضابطہ مقرر کردیا گیا

Marfat.com

تھا، ہر فوجی کو سال بھر میں دوبار رخصت ملتی تھی اصلاح صحت کے لئے مناسب انتظام تھا، لیکن آرام طلبی، کاہلی اور عیش پرستی سے بچنے کے لئے شدید پابندیاں تھیں۔

عزم واستقلال:

حارث بن نعمان کہتے ہیں، کسی فوجی افسر کو اپنے حلقۂ اثر میں وہ قبولیت حاصل نہ تھی، جو ان کو حاصل تھی، اس فضیلت میں کوئی افسران کا شریک وسہیم نہیں تھا، وہ اس عقیدے کے ساتھ رزم گاہ میں جاتے تھے کہ "کامیابی صرف ہمارے لئے ہے۔" وہ اس حقیقت پر اعتقاد رکھتے تھے کہ کامیابی کے دروازے مومنین کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اہل ایمان کے لئے انوار وبرکات کا ظہور لازمی ہے، اسلام کے محاسن چمن آرائے عالم ضرور ہوں گے، اور غلامان رسولؐ کیلئے نصرو تمکین کا نشان ضرور بلند ہوگا۔

ان کی پرہیز گاری میں حیرت انگیز اثر تھا، وہ اپنے ہم جلیسوں کو آسانی سے اپنے رنگ خاص سے رنگین بنا دیا کرتے تھے، وہ خطرناک سے خطرناک راستوں سے گزرتے لیکن ہر خطرہ سے محفوظ رہتے، مخدوش راستے بھی ان کے لئے محفوظ ہوجاتے، نصرت سبحانی ان کا ساتھ دیتی وہ ہر سفر خوش اسلوبی سے طے کرلیتے، اگر کوئی دشمن حملہ کرتا تو وہ ناکام رہتا یا سلسلۂ اسلام میں منسلک ہوجاتا، وہ کبھی مشکلات اور موانعات کی اہمیت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت رحمدل تھے، میدان جنگ میں ایک مرتبہ ایک مسیحی قلعے کا محاصرہ کیا، محاصرہ سخت تھا، جب محصورین کو محاصرے کی سختی محسوس ہونے لگی، اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی تو انہوں نے محاصرہ اٹھا دیا، اس حکم سراپا رحم کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قلعہ کے تمام محاصرین برضا ورغبت مسلمان ہوگئے۔

عزم واستقلال اور دوراندیشی کا یہ عالم تھا کہ اگر یہ اطلاع موصول ہوتی کہ فلاں مقام پر رومی حملے کا ارادہ کر رہے ہیں تو وہ اس موقع پر خود آگے بڑھ کر اور طوفانی حملہ کرکے ان کے ارادوں کو پامال کردیتے تھے، جن مقامات پر جاتے، وہاں سے بدکاری، حرام کاری اور افعال قبیحہ کا خاتمہ کردیتے تھے۔

Marfat.com

فضائل اخلاق:

حضرت عامر بن سہیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت شرجیل سراپا ایثار تھے، جرأت وشجاعت کے ساتھ روشن ضمیری، اور روحانی کیفیت بھی حاصل تھی، ان سب سے بالاتر جو وصف تھا، وہ ذات گرامی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ شیفتگی اور عقیدت تھی، اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، دلائل نہایت دل نشین ہوتے تھے، طرز ادا میں دلکشی تھی، عالم شباب سے لیکر عالم ضعیفی تک دشت وجبل میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، اد یہ ان کی ایسی خصوصی ہے جس نے ان کی شان کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کردیا ہے، ہر رزم گاہ میں ہمت عالی، عزم راسخ، اور ایثار کامل کا ثبوت پیش کیا، کبھی کسی بڑے سے بڑے لشکر کا رعب ان کے دل پر سایہ فگن نہ ہوسکا تکلیفوں کا خوف اور قتل کا ڈر کبھی ان کے قریب نہیں آیا، ان کی زندگی اسلام اور صرف اسلام کے لئے وقف تھی۔

....

Marfat.com

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ

اسم گرامی مغیرہ، والد کا نام شعبہ، کنیت ابو اسحاق، حضرت مغیرہ کی عمر بیس سال کی تھی کہ دعوت اسلام کی صدائے سامعہ نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر خلعت ایمان سے مشرف ہوئے، اسلام کی آغوش میں آنے کے بعد اہل کفر نے ان پر وحشیانہ مظالم کئے، یہاں تک کہ جب پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہو گیا تو حبش چلے گئے، پھر کچھ عرصے کے بعد مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔

جنگی کارنامے:

۲ھ ہجری سے شرک وتوحید میں باقاعدہ معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوا اور مشرکین قریش کا ایک خوفناک سیلاب میدان بدر کی طرف امنڈ آیا، حضرت مغیرہؓ نے اس معرکہ میں نہایت جاں بازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ وبالا کر دیتے تھے، انجام کار مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

۳ھ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا، اس معرکہ میں بھی انہوں نے جانبازی اور سرفروشی کا ثبوت پیش کیا، اہل کفر کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلواریں چمک رہی تھیں، لیکن حضرت مغیرہ اپنے شدید حملوں سے صف اعداء کو تہ وبالا کر رہے تھے، غزوۂ احد کے بعد فتح مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے حضرت مغیرہ سب میں نمایاں طور پر شریک رہے، اور سب میں جاں بازی کا ثبوت پیش کیا۔

بحری حملے:

۴۴ھ ہجری میں ان کو امیر البحر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا، سب سے پہلے انہوں نے جزیرۂ ارطاس پر بحری حملہ کیا، یہ ایک نہایت سرسبز وشاداب جزیرہ تھا، جہاں بہترین رومی فوجیں موجود تھیں جو مقابلہ پر آگئیں، سطح سمندر پر شدید خونریز جنگ شروع

Marfat.com

ہوئی، سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، رومیوں نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا، لیکن آخر میں مسلمانوں کے عزم واستقلال نے ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور رومی امیرالبحر نے جہازوں کے لنگر اٹھا دیئے، حضرت مغیرہ نے وہاں بیس ہزار مسلمانوں کی ایک نوآبادی قائم کی، مساجد تعمیر کیں، اور ایک نیا محلّہ آباد کیا۔

۵۴ھ ہجری میں مغیرہ نے جزیرۂ بلفاس پر حملہ کیا، یہ رومیوں کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے ان لوگوں نے پرجوش مدافعت کی، اور مسلمانوں سے بڑی زبردست جنگ ہوئی، حضرت مغیرہ کا جوش شہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ نتائج سے بے نیاز ہوکر آگے بڑھتے چلے گئے، آخر یہ جزیرہ بھی فتح ہوگیا اور یہاں بھی انہوں نے بہت سے مسلمان آباد کئے اور مساجد تعمیر کیں۔

۵۵ھ ہجری میں جزیرۂ احصا پر شدید بحری حملہ کیا، اس وقت قیصر روم جوش انتقام سے دیوانہ ہو رہا تھا، اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے عظیم الشان اہتمام کیا، اور زبردست بحری فوج روانہ کی، اس ساحل پر رومیوں کے سات سو بحری جہاز موجود تھے، ۷ ربیع الاول ۵۵ھ ہجری کو رومی فوج نے زبردست حملہ کیا، مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دیا، سطح سمندر پر شدید اور ہولناک جنگ ہوئی، جاں باز سپاہی کٹ کٹ کر سمندر میں گر رہے تھے، یہ ہولناک منظر بڑی دیر تک قائم رہا، لیکن آخر کار مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی، یہاں بھی حضرت مغیرہ نے بارہ ہزار مسلمانوں کی ایک نوآبادی قائم کی۔

جزیرہ عریشہ پر حملہ:

۵۶ھ ہجری کے آخر میں مغیرہ بن شعبہ نے جزیرۂ عریشہ پر حملہ کیا، یہ بھی ایک مرکزی مقام تھا، مغیرہ نے رومیوں کے تمام بحری اور بری ناکے بند کرکے عریشہ کا محاصرہ کرلیا، رومی قلعہ بند ہوگئے، لیکن کچھ عرصے کے بعد بڑے جاہ وجلال کے ساتھ رزم گاہ میں آئے، شدید تر مقابلہ ہوا، آخر کار مجاہدین حق نے اس مقام کو فتح کرلیا، مغیرہ نے اس مقام پر ایک عظیم الشان چھاؤنی قائم کی، کثیر تعداد میں مسلمان آباد کئے، اور

Marfat.com

شاندار مساجد تعمیر کیں۔

دو ہفتہ کے بعد ایک رومی بحری بیڑا نمودار ہوا، جس میں چھ سو جنگی جہاز تھے، اس نے ساحل کی اسلامی فوج پر زبردست حملہ کیا، مسلمانوں نے سخت جواب دیا، سطح سمندر پر شدید خونریز جنگ ہوئی، آخر مسلمانوں کی بے نظیر شجاعت نے رومی بیڑے کو بھاگنے پر مجبور کردیا، اور یہ جزیرہ محفوظ ہوگیا، اس کے بعد اسلامی بحری بیڑا بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں داخل ہوا، وہاں کے باشندوں نے شدید مزاحمت کی، قیصر نے اس مقام پر سب سے بہتر فوج جمع کی تھی، بڑی زبردست جنگ ہوئی، مغیرہ کا جوش اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ جہاد کی آیتیں پڑھتے جاتے تھے، اور شہادت کی تمنا میں آگے بڑھتے جارہے تھے، آخر چند روز کے لئے عارضی طور پر صلح ہوگئی، وہاں سے واپس آتے ہوئے حضرت مغیرہ نے جزیرۂ روڈس میں قیام کیا، یہ بحر روم میں اناطولیہ کے قریب نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے، یہاں انہوں نے ایک تبلیغی مرکز قائم کیا۔

تعمیری کارنامے:

عامر بن سہیل بیان کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ ایک اچھے سپہ سالار اور ایک کامیاب امیرالبحر تھے، ان کے ماتحت افسر نہایت ہی جانباز اور وفادار تھے، وہ اہم کام صرف ان لوگوں کے سپرد کرتے تھے، جو پورے طور پر اس کے اہل ہوتے تھے، مفتوحہ علاقوں میں صرف ایسے افسروں کو متعین کرتے تھے، جو عدل نواز، چست، چالاک اور بیدار مغز ہوتے تھے، اس تقرر اور انتخاب کے بعد بھی وہ خود ماتحت افسروں کے افعال کی نگرانی کرتے تھے، مفتوحہ علاقوں میں انہوں نے شاندار قلعے بنوائے، اور ویران قلعے آباد کئے، روڈس میں بھی ایک شاندار قلعہ تعمیر کیا تھا، کئی مستقل شہر آباد کئے، اور وہاں بڑی بڑی چھاؤنیاں قائم کیں، بحری فوج کی تنظیم ان کا شاندار کارنامہ ہے، چند روز میں انہوں نے بحری فوج کو اس قدر ترقی دی کہ اسلامی بیڑے کو خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہوگئی، انہوں نے جہاز سازی کے چند کارخانے بھی قائم کئے۔

ساحلی مقامات کی حفاظت اور قیام امن کے لئے انہوں نے رضا کار فوج کو

Marfat.com

وسعت اور ترقی دی، ساحلی علاقوں میں مشتبہ لوگوں کی سخت نگرانی کی جاتی تھی، خبر رسانی کے لئے ایک ایک زبردست محکمہ قائم کیا، خبر رساں افسر محفوظ علاقوں میں رہتے تھے، خبر رسانی کے مراکز میں اعلیٰ درجے کے صبا رفتار گھوڑے رکھے جاتے تھے، خبر رساں تیز گھوڑے پر روانہ ہوتا تھا اور دوسرے مرکز سے تازہ دم دوسرا گھوڑا لے کر آگے بڑھتا تھا، یہ تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے، بعض چھوٹے بحری جہازوں سے بھی یہ خدمت لی جاتی تھی، اس انتظام کی وجہ سے ایک مقام کی خبر دوسرے مقام پر بہت جلد پہنچ جاتی تھی۔

اہم خدمات:

جن علاقوں کو آپ نے فتح کیا وہاں دربار خلافت کی منظوری کے بعد فوجی مراکز قائم کئے، مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم کیں، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے، یاد رکھو! ہر مسلمان اسلامی فوج کا سپاہی ہے، جو لوگ فوج کی تنظیم اور اسلام کی تبلیغ کے ماہر تھے آپ نے ان کی تنخواہیں علیٰ قدر مراتب مقرر کیں۔

نوجوان رضا کاروں کی ایک فوج بھرتی کی گئی ان کے وظائف مقرر کئے گئے، ان کو بری اور بحری جنگ کی تعلیم دی گئی، ان کو زراعت وتجارت کی سخت ممانعت تھی، ان کا کام صرف یہ تھا کہ جب ضرورت ہو میدان کارزار میں پہنچ جائیں۔

رزم گاہ کو وہ اپنا گھر سمجھتے تھے، مفتوحہ علاقوں میں آپ نے بکثرت فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، نوجوانوں کو سادہ زندگی بسر کرنے کی سخت ہدایت کی جاتی تھی، ہر مقام پر ایک تحویلدار مقرر تھا، جس کی سپردگی میں خزانہ رہتا تھا۔

آپ نے غیر مسلموں کو بھی تجارت کی پوری آزادی دی تھی، اور ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں پیدا کردی تھیں، اس سے مفتوحہ ممالک میں تجارت کو غیر معمولی ترقی ہوئی، رفاہ عام کے کاموں سے بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی، مفتوحہ علاقوں میں آپ نے نئی سڑکیں تعمیر کرائیں، نئے راستے نکالے، نئے محلے آباد کئے، غریبوں اور مسافروں کیلئے مکانات بنوائے جہاں پانی کی تکلیف تھی وہاں کنوئیں کھدوائے، مساجد تعمیر

Marfat.com

کرائیں، ان میں فرش وغیرہ کا انتظام کیا۔

بے نظیر جرأت وشجاعت کے مالک اور فن جنگ کے ماہر تھے، تمام بڑی لڑائیوں میں شریک ہوئے، اور ہر رزم گاہ میں جانبازی کا ثبوت دیا، بحر و بر میں آپ سے کار ہائے نمایاں وقوع میں آئے، بلاشبہ ہزاروں رومی آپ کے ہاتھ سے مارے گئے، رزم گاہ میں جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا وہ برق بن کر گرتے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔

فضائل اخلاق:

حضرت مغیرہؓ کا مہمانوں کے لئے بڑے فیاض تھے، لیکن خود ان کی زندگی نہایت سادی تھی، سفر میں اکثر ستو پیتے تھے، ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتے تھے، ایک رومی افسر نے آپ کے لئے فالودہ بھیجا، آپ نے پینے سے انکار کر دیا، اس نے پوچھا: کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، حرام نہیں ہے، لیکن میں اپنے نفس کو ایسی چیزوں کا خوگر بنانا پسند نہیں کرتا۔

حضور سرور عالمؐ سے بے اندازہ محبت تھی، جب حضورؐ کا ذکر چھڑ جاتا، اس قدر روتے تھے کہ رومال آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا، اکثر تمام شب بیدار رہتے تھے، اور نصف شب کے بعد تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے، ہر ایک قول وفعل میں پوری متابعت حضرت سرور عالمؐ کی کرتے تھے، ظاہری جاہ وجلال آپ کو پسند نہ تھا، ان کا علم وسیع تھا، مزاج میں بربادی تھی، جب غصہ آتا، تحمل سے کام لیتے، جب وعدہ کرتے اسے پورا کرتے۔

مجاہد تھے، عارف باللہ تھے، دین کی حمایت میں سخت تھے، نہایت خلیق، حلیم اور انکسار پسند تھے، سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں کیا، اور کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔

اسید بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ اخلاق پسندیدہ کے مالک تھے، فیاض اور سخی تھے، ظاہری جاہ وجلال کو سخت ناپسند کرتے تھے سادہ زندگی بسر کرنا مرغوب خاطر تھا، غریبوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا آپ

Marfat.com

کا نمایاں وصف تھا، آپ کے مکان کے قریب ایک سن رسیدہ اپاہج خاتون رہتی تھی، آپ اس کی خبر گیری کرتے اور اس کی خدمت انجام دیتے تھے۔

بیوہ عورتوں کا سودا سلف لا کر دیدیتے، بیماروں کی عیادت، اور ان کی دست گیری کو زندگی کا اہم فرض سمجھتے تھے، بہت سی بکریاں پال رکھی تھی، ان کا دودھ مساکین میں تقسیم کردیتے تھے، جس وقت امیر البحر اور سپہ سالار تھے، اس وقت بھی خادموں کو تکلیف نہ دیتے تھے، بے ضرورت کسی سے کلام نہ کرتے تھے، اگر کسی محفل میں نامناسب باتیں ہوتیں تو وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے، اگر کوئی آپ کی جرأت وشجاعت یا عزم واستقلال کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے، میں اپنے نفس سے خود زیادہ واقف ہوں۔

زندگی کے آخری حصے میں خلوت نشینی زیادہ مرغوب خاطر تھی، رقت قلب کا یہ عالم تھا کہ صبح جب قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو اکثر اشکبار ہوجاتے، آنسوؤں کی دو نہریں آنکھوں سے جاری ہوجاتیں، رات کے شروع حصے میں سو جاتے، تہجد کے وقت بیدار ہوتے اور صبح صادق تک تلاوت میں مشغول رہتے۔

....

Marfat.com

سفیان بن مجیب ازدیؓ

سفیان نام، ابو اسحاق کنیت، والد کا نام مجیب ازدی، ۲۳ھ ہجری سے ان کی جنگی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، یہ وہ وقت تھا جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہو چکا تھا، اور حضرت عثمانؓ مسند آرائے خلافت تھے حضرت عثمان غنیؓ نے سفیان بن مجیب ازدی کو ان کے دیرینہ جنگی تجربہ کی بنا پر سپہ سالار مقرر کیا تھا، چنانچہ ان کا یہ انتخاب بالکل درست ثابت ہوا کیونکہ انہوں نے رومیوں کے مقابلے میں نہایت ہی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔

اگر چہ حضرت عمرؓ کے عہد ہی میں قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے تختے الٹ چکے تھے، تاہم پھر بھی کچھ نہ کچھ طاقت ضرور باقی تھی چنانچہ سرحدی علاقوں میں رومی فوجیں برابر شرارت کرتی رہتی تھیں، ان ہی کی ریشہ دوانیوں کے سد باب کے لئے سفیان بن مجیب کو متعین کیا گیا۔

راس الحدید کے مورچہ پر:

سفیان بن مجیب نے سب سے پہلے راس الحدید میں فوجیں جمع کیں، یہ ایک اہم سرحدی مقام تھا۔

راس الحدید کے شمالی حصے میں ایک مضبوط قلعہ تھا، جس میں رومی فوجیں موجود تھیں، سفیان بن مجیب نے بڑی سختی سے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، محاصرے کی سختی دیکھ کر رومی افسر سخت پریشان ہوئے، خصوصاً اس وجہ سے کہ ان کے جاسوسوں کی اطلاع یہ تھی کہ اسلامی فوج میں بے پناہ جوش ہے، ہر شخص پر ایک نشہ سا طاری ہے، ہر سپاہی میں دلیری، ثابت قدمی، راست بازی اور عزم و استقلال موجود ہے۔

۱۱ ذوالقعدہ ۲۳ھ کو باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی، رومی سپاہی بڑے جوش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے میدان میں آئے، دن بھر خونریز جنگ ہوئی،

Marfat.com

مسلمانوں کا استقلال دیکھ کر عیسائی صلح پر آمادہ ہو گئے، چنانچہ رومی کمانڈر نے سفیان بن مجیب کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنا کوئی نمائندہ ہمارے پاس بھیجئے، سفیان خود قلعہ کے اندر چلے گئے، عیسائی کمانڈر نے سفیان بن مجیب کا شاندار خیر مقدم کیا، رسمی گفتگو کے بعد رومی کمانڈر نے سفیان بن مجیب سے پوچھا: آپ نے کس لئے ہم پر حملہ کیا ہے؟ کیا آپ ہم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں؟

سفیان بن مجیب نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا: ''ہم بے سبب اور بے وجہ کسی پر حملہ نہیں کرتے، ظلم وستم ہمارا شیوہ نہیں، ہم نے یہ دیکھا کہ ہماری سرحدوں پر سازشیں ہو رہی ہیں، اس لئے ہمیں اس میدان میں آنا پڑا، ہم کسی کی تباہی کے خواہاں نہیں، ہم تہذیب وتمدن کو تاراج نہیں کرتے، ہم کسی شہر کو آگ اور خون سے نہیں بھرتے، ہم کسی بستی کو آگ کے شعلوں کی نذر نہیں کرتے ہمیں جب فتح حاصل ہوتی ہے تو ہم نسیم خوشگوار بن کر داخل ہوتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کریں، اسی پاک مقصد کے لئے ہم نے تلوار ہاتھ میں لی ہے، ہم ظلم وفساد اور عصیان وطغیان کو ہر گز برداشت نہیں کر سکتے۔''

''ہمارے رسول محترم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں اس کے ساتھ نا انصافی پر آمادہ نہ کرے، ہم ہر وقت اس حکم کو سامنے رکھتے ہیں، ہم رزم گاہ میں اخلاق اور انسانیت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہم ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آتے جو جنگ سے الگ ہیں، ہم عورتوں، بچوں، غلاموں، بوڑھوں اور درویشوں پر حملہ نہیں کرتے یہ ہمارا قانون جنگ ہے، ہم آپ کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اگر اسلام لانا منظور نہیں تو جزیہ دیجئے، اگر اس سے بھی انکار ہے تو آگے تلوار ہے۔''

رومی سپہ سالار نے ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، سفیان بن مجیب رومی سپہ سالار کے تیور دیکھ کر واپس آ گئے، اور فوج کو کمر بندی کا حکم دیدیا، دوسرے دن سفیان بن مجیب رات کے پچھلے پھر بستر خواب سے اٹھے، اور فوج کی ترتیب شروع کی، ترتیب کے بعد ایک پر جوش تقریر کی جو ان الفاظ پر ختم ہوئی، دوستو! اگر خدا سے مدد

Marfat.com

چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو، کیونکہ خدا ثابت قدموں کے ساتھ رہتا ہے۔

کچھ دیر کے بعد رومی کمانڈر نے شدید طوفانی حملہ کیا، سفیان بن مجیب مصلحتاً پسپا ہوئے، پھر موقع پا کر اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، چھ بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، کئی گھنٹے تک شدید خونریز جنگ ہوتی رہی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آفتاب غروب ہوجانے پر جنگ بند ہوگئی، اس شدید معرکہ کے بعد رومی قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے۔

دو دن گزرنے کے بعد سفیان بن مجیبؓ نے ننگی تلوار ہاتھ میں لی، اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، اور فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اسلامی لشکر بڑی آسانی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوگیا، قلعہ کے محافظ شراب کے نشے میں مست تھے، مجاہدین نے جرأت وشجاعت کا ثبوت پیش کیا، تمام قلعہ خون سے رنگین ہوگیا۔

آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے سفیان بن مجیبؓ نے حضرت عثمانؓ کو نامۂ فتح لکھا، اور پوچھا کہ مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ حضرت عثمانؓ نے جواب میں لکھا کہ رعایا ذمی قرار دی جائے، اور زمین بدستور زمینداروں کے قبضے میں چھوڑ دیجائے، اس معرکہ کے بعد شرق اردن کے اکثر سرحدی علاقے آسانی سے فتح ہوگئے اور ہر جگہ شرائط صلح میں یہ لکھ دیا گیا کہ مفتوحین کی جان ومال، زمین، مکانات گرجے، عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی، صرف مسجدوں کی تعمیر کے لئے کسی قدر زمین قیمتاً لی جائے گی۔

مورخ ابن وہب لکھتا ہے، مسلمانوں کی فتح کے بعد راس الحدید کی آبادی نہایت جلد ترقی کر گئی، سفیان بن مجیب کے حکم سے چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے، عرب کے معزز قبیلے جدا جدا محلوں میں آباد ہوئے، کئی شاندار مسجدیں بنائی گئیں، جامع مسجد کی عمارت اس قدر وسیع تھی کہ اس میں چالیس ہزار آدمی آسکتے تھے، اس کے ہر چہار طرف دور دور تک زمین کھلی چھوڑ دی گئی، جامع مسجد کے سوا ہر ہر قبیلے کے لئے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئیں، جو قبیلے آباد کئے گئے، ان میں یمن کے بارہ ہزار آدمی تھے، جو نہایت شیر دل، جنگجو، سرفروش اور جانباز تھے، سیاسی حیثیت

Marfat.com

سے یہ شہر ایک خاص اہمیت رکھتا تھا، اس لئے ایک فوج بھی یہاں متعین کر دی گئی، بعض لوگوں نے تجویز پیش کی کہ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا جائے، لیکن مجاہدین نے کہا، ہمارا قلعہ ہماری تلوار ہے۔

باغیوں کی سرکوبی:

راس الحدید کے اہتمام و انتظام کے بعد حضرت عثمانؓ نے سفیان بن مجیبؓ کو حکم دیا کہ طبرستان اور آرمینہ میں شدید بغاوتیں رونما ہو رہی ہیں، لہٰذا ان مقامات کی اصلاح کرو، سفیان بن مجیبؓ ایک لشکر جرار کے ساتھ طبرستان جا پہنچے، طبرستان کی حدود اربعہ یہ ہیں، مشرق میں خراسان، و جرجان، مغرب میں آذر بائیجان، شمال میں بحر جرجان اور جنوب میں بسطام۔

۲۳ھ ہجری، مطابق ۶۴۳ء عیسوی (عہد فاروقی) میں طبرستان کے رئیس روزبان نے جزیہ دینا قبول کیا تھا، اور عہد فاروقی کے مشہور کمانڈر سوید بن نعمان نے صلح نامہ پر دستخط کر دئے تھے، لیکن ۲۳ھ ہجری میں جب حضرت عثمان غنیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو روزبان نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا، اور شدید بغاوت کی۔

سفیان بن مجیبؓ نے جب بسطام میں فوجیں جمع کرلیں تو روزبان کے نمائندے سفیان بن مجیب کے پاس آئے اور کہا: اس لشکر کشی کا کیا مطلب ہے؟ سفیان نے جواب دیا، تم نے ۲۲ھ میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم جزیہ ادا کریں گے اور امن کی حفاظت کریں گے، لیکن تم نے اس معاہدہ کو پاش پاش کر دیا، اب تلوار یہ فیصلہ کرے گی کہ معاہدہ شکنی کی سزا کیا ہے؟

روزبان کے نمائندوں نے کہا: آپ یقین کیجئے کہ ہم مر کر بھی جزیہ نہیں دیں گے، یہ کہہ کر جب سفراء واپس چلے گئے، تو اسلامی رزم گاہ میں لڑائی کی تیاریاں شروع ہوگئیں، ابھی مسلمان جنگی تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ اچانک طبرستانیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کر دیا، مجاہدین نے بھی سخت جواب دیا، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ دشمن پریشان ہوگیا، طبرستانی کمانڈر نے لڑائی کا سارا زور سفیان بن مجیب پر ڈال

Marfat.com

دیا، لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے، اور اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفیں الٹ دیں ہزاروں آدمی قتل ہوئے، آخر دشمنوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، اور سفیان ان کو دباتے ہوئے سپہ سالار تک پہنچ گئے، اس مقام پر وہ اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ طبرستانی کمانڈر نے فوج کو بہت سنبھالا، مگر فوج سنبھل نہ سکی، میدان میں لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، اندازہ کیا گیا ہے کہ اس معرکہ میں تیس ہزار آدمی مارے گئے، مسلمانوں کی طرف دو ہزار کا نقصان ہوا، روزبان بدحواسی کے ساتھ بھاگ گیا، بسطام کی فتح کے بعد وہاں بھی پچاس ہزار آدمیوں کی آبادی کے قابل مکانات بنائے گئے، جامع مسجد تعمیر کی گئی، فوج کے لئے پختہ عماریں تیار ہوئیں، مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلہ پر فوجی مرکز تعمیر ہوا۔

دربار خلافت کے حکم کے مطابق سفیان بن مجیب طبرستان فتح کر کے آرمینیہ کی طرف چلے گئے، یہ علاقہ بلاد ارمن کے نام سے مشہور تھا یہ ایشیائے کوچک کا ایک حصہ ہے، شمال میں بحر اسود جنوب میں صحرائی حصہ مشرق میں گرجستان، اور مغرب میں بلاد روم ہیں، یہاں کے رؤساء نے پر زور مقابلہ کیا، انہوں نے شروع میں تیروں کا اس قدر مینہ برسایا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، سفیان بن مجیب آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے، یہاں تک کہ ایک مناسب مقام پر پہنچ گئے، اس کے بعد انہوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا، چار بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، کئی گھنٹے تک مسلسل ہولناک لڑائی جاری رہی، آخر دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مجاہدین نے شجاعت کا حق ادا کر دیا ہر شخص پر اسلامی غیرت کا ایک نشہ سا طاری تھا۔

بحری جنگ کا آغاز:

تاریخی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ۲۳ ہجری تک خلافت اسلامیہ کے پاس بحری جنگ کا کوئی انتظام نہ تھا، سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بحری حملوں کا مناسب انتظام کیا، اور سفیان بن مجیب ازدی کو امرالبحر مقرر کیا، اس جدید زمہ داری کو قبول کرنے کے بعد سفیان بن مجیب نے بحری قوتوں کو خوب ترقی دی، طرابلس الشام ان کا بحری ہیڈ کوارٹر تھا، اس بحری مستقر سے انہوں نے رومیوں کے بحری حملوں کی روک تھام کی۔

Marfat.com

شام کی سرحد پر عمادیہ ایک ساحل تھا، جہاں رومیوں کے کئی مضبوط قلعے تھے، ۲۵ ہجری میں سفیان بن مجیب نے بڑے عزم کے ساتھ اس ساحل پر حملہ کیا، قیصر روم نے صف اول کے بحری جہاز مقابلے کے لئے بھیجے، لیکن اسلامی مجاہدین کا عزم ایک پہاڑ کی طرح تھا، سطح سمندر پر تلواریں چلنے لگیں، اور اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ سمندر کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا، یہ ہولناک جنگ بہت دیر تک جاری رہی، طرفین نہایت جانبازی کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے، آخر مسلمانوں کا بے نظیر عزم واستقلال دیکھ کر رومی اپنی کامیابی سے بالکل مایوس ہوگئے چنانچہ آفتاب غروب ہونے پر جب رات کی لیلیٰ نے اپنے گیسو بکھیر دیئے تو رومی کمانڈر نے اپنے جہازوں کا لنگر اٹھا دیا۔

سفیان بن مجیب نے حسب معمول عمادیہ کی فتح کے بعد وہاں بھی آبادکاری شروع کردی، چنانچہ اس مقام پر قبائل عرب کے کئی محلے آباد کئے گئے، ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی گئی، اور ایک مضبوط فوج اس مقام پر متعین کردی، مورخ ابن عاصم کا بیان ہے، سفیان کی مجاہدانہ کوشش کی وجہ سے اس شہر نے نہایت جلد ترقی کرلی، روز وشب یہاں کی جامع مسجد میں علمی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، اور بہت سے جہاز اس ساحل پر لنگر انداز ہوتے تھے، کچھ عرصے کے بعد وہاں ایک شاندار فوجی اصطبل تعمیر کیا گیا، جس میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز وسامان کے ساتھ تیار رہتے تھے، بحری فوج کے لئے بھی ایک مرکز بنایا گیا، یہ فوجیں اعلیٰ درجہ کی بارکوں میں رہتی تھیں، اور ان کو آرام وآسائش کا جملہ سامان میسر تھا۔

قبرص پر حملہ:

اس ساحل کو مستحکم کرنے کے بعد سفیان بن مجیب نے قبرص کی طرف توجہ کی، قبرص بحر ابیض میں ساحل شام سے تھوڑے فاصلے پر ایک نہایت سرسبز وشاداب جزیرہ ہے، اس کا رقبہ تین ہزار مربع میل ہے، یہ جزیرہ اپنی سرسبزی اور شادابی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا تھا، قیصر روم نے اس جزیرہ کی حفاظت کے لئے چھ سو جنگی جہاز مقرر کئے تھے سفیان بن مجیب بھی ایک مضبوط بحری بیڑا ساتھ لے کر بحر روم میں جا اترے، اور

Marfat.com

سطح سمندر پر شدید خونریز جنگ شروع ہوگئی، آخر طویل جدو جہد کے اس مورچہ پر بھی انہوں نے شاندار کامیابی حاصل کی۔

یہاں بھی سفیان نے قبائل عرب کے کئی محلے آباد کیے، ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کی اور ایک مضبوط فوج یہاں متعین کردی، جس میں حمیر اور ازد کے قبیلے کے لوگ تھے، جامع مسجد کی تعمیر کے بعد فوجوں کے رہنے کے لئے بارکیں بنائی گئیں، کچھ عرصے کے بعد ہی اس جزیرہ نے بہت بڑی اہمیت حاصل کرلی چنانچہ رسد کے لئے جو غلہ اور دیگر اجناس مہیا کی جاتی تھیں وہ اسی جزیرہ میں محفوظ رہتی تھیں، غرض کہ ۳۳ ہجری تک سفیان نے بحری قوتوں کو اس قدر ترقی یافتہ حیثیت دیدی تھی کہ اسلامی بحری بیڑا ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔

سفیان کا اعلیٰ کردار:

سفیان کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک وقائع نگار نے لکھا ہے، اسلام کی پاکیزہ ہدایات نے مجاہدین میں جو جوش، عزم، اور استقلال پیدا کردیا تھا، سفیان نے اپنی جانبازی سے اسے اور زیادہ تیز کردیا تھا، سفیان کی شہرت کا باعث ان کی راست بازی اور دیانت داری تھی، جو علاقے بھی انہوں نے فتح کیے وہاں کے باشندے ان کی رحمدلی، شرافت اور راست بازی کے گرویدہ بن گئے، رومیوں اور مجوسیوں کی حکومت میں جبر و تشدد تھا، لیکن اسلامی سپہ سالار کے پاس رحم و انصاف تھا۔

سفیان فوجی افسروں کے لئے سخت تھے، لیکن رعایا کے لئے سراپا محبت تھے، یہی وجہ تھی کہ عام رعایا ان سے مانوس ہوجاتی تھی، فتح حاصل کرنے کے لئے وہ شدید تر حملہ کرتے تھے، لیکن کامیاب ہوجانے کے بعد وہ سراپا رحمت بن جاتے تھے، کوئی سپاہی قانون انصاف سے تجاوز نہیں کرسکتا تھا، ان کے نزدیک قتل عام کا تصور بھی گناہ تھا، کسی کو درختوں کے کاٹنے کی بھی اجازت نہ تھی، عورتوں، بچوں، ضعیفوں، بیماروں، راہبوں اور سوداگروں پر حملہ کرنا شدید ترین جرم تھا۔

سفیان ایک لائق فوجی افسر تھے، لیکن نہایت رحمدل، وہ دردمندوں کے غمگسار،

Marfat.com

اور غم زدہ لوگوں کے چارہ ساز تھے، جب وہ کسی رزم گاہ میں کامیاب ہوتے تو یہ نظارہ ان کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک اور دل کے لئے باعث استقامت ہوتا تھا، انہوں نے اپنی اثر آفرین تقریروں اور اعلیٰ کردار سے بہت سے رومیوں کے دلوں کو اسلام کی روشنی سے منور کردیا تھا۔

جن علاقوں میں ان کو اقتدار حاصل ہوا وہاں انہوں نے بدکاری اور زنا کاری کا خاتمہ کردیا، شراب خانے بند کردیئے، جن مقامات کی عورتیں آوارہ تھیں اور اپنے جسم کے حصوں کو نمایاں کرتی تھیں ان پر سخت پابندی عائد کردی، قمار خانوں کا نام ونشان مٹا دیا جن مقامات پر فسق وفجور اور فواحش کا دور دورہ تھا، وہاں پرہیزگاری کے بادل چھا گئے غرض کہ وہ ایک لائق فوجی افسر ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑے مصلح بھی تھے۔

....

Marfat.com

عبداللہ بن سعدؓ

عبداللہ نام، ابو عامر کنیت، والد کا نام سعد تھا، جب سن رشد کو پہنچے تو پہلوانی اور کشتی کے فن میں کمال حاصل کیا، شہسواری کا بھی شوق تھا، قوت تقریر اور معاملہ فہمی میں کمال رکھتے تھے، جب ۲۴ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ نے ان کو سپہ سالار مقرر کیا تو تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندگی کی نگاہ سے دیکھا۔

جنگی کارنامے:

امیر معاویہ کی تجویز کے مطابق سب سے پہلے ان کو طرابلس الشام کے محاذ پر بھیجا گیا، وہاں انہوں نے بے نظیر جاں بازی کا ثبوت پیش کیا، طرابلس الشام کی فتح کے بعد ان کو ملطیہ کے محاذ پر بھیجا گیا، ملطیہ ایک سرحدی مقام اور مشرق و مغرب کے درمیان حد فاصل تھا، اس لئے بحر روم میں تاخت کے لئے اس حد فاصل کا توڑنا ضروری تھا، یہاں رومیوں نے سخت جنگ کی، لیکن عبداللہ بن سعد نے اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔

اس رزم گاہ سے فارغ ہو کر عبداللہ بن سعد افریقیہ یعنی تونس، الجزائر اور مراکش کی طرف روانہ ہو گئے، یہ تمام مقامات قیصر روم کے زیر حکومت تھے، ان مقامات کی حفاظت کے لئے قیصر نے بڑی زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں، اس نے سینکڑوں جنگی جہاز اس کی حفاظت کے لئے متعین کر رکھے تھے، عبداللہ بن سعد کے پہنچتے ہی شدید خونریز جنگ شروع ہو گئی، جس میں کہ مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

ملطیہ کی شکست نے رومیوں کو سخت برہم اور مشتعل کر دیا تھا، وہ ہر طرف سے جمع ہو کر بڑے زور اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے، چنانچہ برقہ میں کثیر فوجیں جمع ہو گئیں، غرض کہ ۱۱ ذوالقعدہ ۲۶ھ ہجری (مطابق ۶۴۷ عیسوی) تک تیس چالیس ہزار کا مجمع ہو گیا، جس کا سپہ سالار جرجیس تھا۔

بعض وقائع نگاروں کا بیان ہے کہ اس جنگ کے لئے روم، قسطنطنیہ جزیرہ اور

Marfat.com

شمالی آرمینیہ سے فوجیں طلب کی گئی تھیں، قیصر نے اعلان کیا تھا کہ یہ مسیحیت اور اسلام کی فیصلہ کن ٹکر ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ شہنشاہی کا پورا زور صرف کر دیا جائے، تمام اضلاع کے افسروں کا فرض ہے کہ جس قدر آدمی مہیا ہوسکیں رزم گاہ کی طرف بھیج دیں، اس اعلان کے شائع ہونے کے بعد فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا، چنانچہ برقہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔

عبداللہ بن سعد نے یہ تمام حالات لکھ کر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دئے، انہوں نے ایک امدادی فوج تیار کی، اس فوج میں حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت عمرو ابن عاصؓ شریک ہوئے، یہ لشکر حضرت زبیر بن عوامؓ کے زیر اہتمام برقہ کی طرف روانہ ہوا، جس دن یہ لشکر رزم گاہ میں پہنچا، مسلمانوں کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔

جس دن مدینہ منورہ کی امدادی فوج برقہ میں پہنچی ہے، اس کے دوسرے دن رومی بڑے جاہ وجلال سے نکلے، دو لاکھ سے زیادہ کی جمعیت تھی اور چوبیس صفیں تھیں، جن کے آگے صاحبان ہاتھوں میں صلیبیں لئے پر جوش تقاریر کر رہے تھے، رومیوں کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے سپہ سالار کی اجازت کے بغیر ہی طوفانی حملہ کیا مجاہدین نے بھی پر زور حملہ کیا، کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، رومیوں کے بڑے بڑے افسر مارے گئے، کئی گھنٹے تک خونریز جنگ جاری رہی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آخر آفتاب غروب ہوجانے پر لڑائی ملتوی ہوگئی۔

رات کو جرجیس نے سرداروں کو جمع کیا، اور کہا: میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ عرب تم سے زور میں جمعیت میں ساز وسامان میں بہت کم ہیں، پھر کیا سبب ہے کہ وہ تم پر غالب آتے ہیں؟ ایک بشپ نے کھڑے ہوکر کہا: صاف بات یہ ہے کہ عربوں میں پاکیزگی ہے، اخلاص ہے، خدا ترسی ہے وہ راتوں کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزے رکھتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے ہمارا یہ حال ہے کہ خوب شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، اقرار کی پابندی نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ ہماری ہمتیں پست

Marfat.com

ہیں، ارادے کمزور ہیں، ہمارا ہر کام استقلال سے محروم ہے، ہماری اخلاقی حالت آخری حد تک لائق ماتم ہے۔

دوسرے دن جرجیس نے عبداللہ بن سعد کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو، ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں، عبداللہ بن سعد نے عمرو ابن عاص کا انتخاب کیا، دوسرے دن عمرو ابن عاص رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے، رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لئے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم کی تھیں، جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے، لیکن عمرو ابن عاص نہایت بے پروائی کے ساتھ جرجیس کے خیمہ کے پاس جا پہنچے، جرجیس نے شاندار خیر مقدم اور استقبال کیا، اور اپنے برابر یا مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔

جرجیس نے کہا: ہم قتل وخونریزی کو پسند نہیں کرتے ہماری خواہش ہے کہ صلح ہو جائے، عمرا بن عاص بولے، ہم بھی جنگ کے آرزو مند نہیں، جنگ ایک طوفان ہے جو نظام زندگی کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے، ہم نے کبھی ناپاک مقاصد کے لئے جنگ نہیں کی، ہم نے کسی ملک کو برباد نہیں کیا، ہم عزت وحیات کی حفاظت کے لئے میدان میں آتے ہیں، اور نسیم سحری کی طرح شہروں میں داخل ہوتے ہیں، یہاں بھی ہم امن کی حفاظت کے لئے آئے ہیں، اگر آپ امن کی حفاظت چاہتے ہیں تو ہمیں جزیہ دیجئے، ہم آپ کے دوست اور محافظ ہیں، اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں ہے تو پھر تلوار موجود ہے۔

جرجیس نے جزیہ کا نام سن کر غم وغصے کا اظہار کیا، اور اپنے فوجی افسروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ مر کر بھی جزیہ نہیں دینگے ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں، عمرو ابن عاص یہ الفاظ سن کر واپس آگئے اب پھر لڑائی کی تیاریاں شروع ہوگئیں، عمرو ابن عاص کے چلے آنے کے بعد جرجیس نے سرداروں سے کہا: تم نے سنا اہل اسلام کہتے ہیں، جب تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ تم ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے کیا تمہیں ان کی غلامی منظور ہے؟ تمام افسروں نے جوش اور غصے سے کہا: ہم مرجائیں گے مگر یہ

Marfat.com

ذلت گوارا نہیں کریں گے۔

خوفناک جنگ:

دوسرے دن صبح کے وقت رومی بڑے جوش سے نکلے، اسلامی فوج کی تعداد اگر چہ کم تھی، لیکن فوج منتخب تھی، اس لشکر میں وہ اصحاب موجود تھے جنہوں نے حضور سرور عالمؐ کا جمال اقدس دیکھا تھا، جو فنون جنگ کے ماہر تھے، جن کی جرأت وشجاعت بے مثل تھی، جو اکثر لڑائیوں میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب رہے تھے اور یہ سب کے سب فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار تھے، رومی لشکر بڑے عزم کے ساتھ آگے بڑھا، بہت سے بشپ صاحبان ہاتھوں میں صلیب لئے آگے تھے، عیسائیوں نے پوری طاقت سے حملہ کیا، مجاہدین اسلام بھی بجلی کی طرح گرے، اور اس دلیری سے جنگ کی کہ رومی سپہ سالار حیران رہ گیا۔

لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے، دفعتہً عبداللہ بن سعد عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے فوج کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی، مگر فوج سنبھل نہ سکی تمام صفیں درہم وبرہم ہوگئیں رومی دور تک ہٹے چلے گئے، پھر انہوں نے بھاگنا شروع کیا، مجاہدین نے سخت تعاقب کیا، یہاں تک کہ میدان خالی ہوگیا، رومیوں کے بے اندازہ آدمی مارے گئے، مورخین نے تعداد میں اختلاف کیا ہے، طبری نے ستر ہزار کی تعداد لکھی ہے، مسلمانوں کی فتح کے بعد اہل برقہ نے وفاداری کا اظہار کیا، ان کی جان، مال، مکانات اور عبادت خانوں کی حفاظت کا وعدہ کرلیا گیا، اس فتح کا یہ اثر ہوا کہ آس پاس کے علاقے آسانی سے قابو میں آگئے۔

۲۳ھ ہجری میں عبداللہ بن سعد علیل ہوگئے، ان کو اختلاج کی شکایت رہتی تھی، اسی مرض میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔

فضائل اخلاق:

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد کا دامن فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا، خوف خدا، حب رسول، صدق واخلاص، ترحم،

Marfat.com

فیاضی، ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے، خاکساری اور تواضع کا یہ حال تھا کہ باوجود سپہ سالار ہونے کے جاہ وحشم سے دور رہتے تھے، رومی سفراء جب اسلامی لشکر گاہ میں آتے تو سپہ سالار کا پہچاننا سخت مشکل کام تھا، جرجیس کا ایک قاصد آیا تو اسلامی سپہ سالار کو اس حال میں دیکھا کہ ایک معمولی وضع قطع کا عرب فرش خاک پر بیٹھا ہے، اسلامی مساوات کا ہر وقت خیال رکھتے تھے، ان کی لشکر گاہ میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی، جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو حاصل ہوسکتی ہے۔

خلیق اور رحمدل اس قدر تھے کہ عیسائی اور آتش پرست بھی ان سے محبت کرتے تھے، جو علاقے انہوں نے فتح کئے تھے وہاں کے عیسائی سرداروں نے یہ درخواست کی کہ ہم ولادت مسیح کے دن عام گزرگاہوں سے صلیب کا جلوس نکالنا چاہتے ہیں، عبداللہ بن سعد نے یہ درخواست منظور کرلی، اس رواداری کی وجہ سے بہت سے مذہبی پیشوا ان کا دل سے احترام کرتے تھے۔

پرہیزگاری اور مہماں نوازی، ان کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، غریبوں سے بے حد محبت کرتے تھے، اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، کبھی کوئی سائل ان کے در سے محروم نہیں گیا، بے دنیازی سخاوت اور ایثار یہ ان کا خاص شیوہ تھا۔

....

Marfat.com

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ

شجاع نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام وہب، ابن وہب صرف سولہ سال کے تھے کہ نور ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کیا، اگر چہ کمسن تھے، لیکن استقامت و جاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، ان کی زندگی کا سب سے پہلا اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول ۸ ہجری میں بنو ہوازن کی ایک مضبوط جماعت نے مسلمانوں کے خلاف ایک خطرناک سازش کی تھی، یہ لوگ سخت فتنہ انگیز تھے، مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر جبل العامر کے قریب ان کی آبادی تھی، شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ ان کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔

پہلی رزم گاہ:

ابن وہب مجاہدین کی ایک جمعیت لے کر دن کے وقت چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے اچانک ان پر جا پڑے، مخالفین اگر چہ جنگ کے بہترین ماہر تھے، لیکن ابن وہب رضی اللہ عنہ نے اچانک اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی صفیں الٹ دیں، کچھ دیر کے بعد بنو ہوازن کا سردار ان کے سامنے آگیا، وہ شیر کی طرح جھپٹے اور اسے مار گرایا، چند گھنٹوں کے بعد ان کو کامل شکست دیدی، اور اس فتنہ انگیز قبیلے سے بہت سے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چھین لائے، مال غنیمت کی کثرت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہر ایک سپاہی کو پندرہ پندرہ اونٹ ملے تھے۔

۲۴ ہجری میں ان کو اسلامی فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا گیا کیونکہ ان کی تجربہ کاری کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان پر کامل بھروسہ تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اگر چہ رومیوں اور ایرانیوں کا دھڑ ٹوٹ چکا تھا، لیکن پھر بھی ان کے پاس طاقت موجود تھی، چنانچہ وہ ہمیشہ نئی نئی فوجیں تیار کر کے مقابلہ پر آتے رہتے تھے، اور جو ممالک مسلمانوں کے قبضے میں آچکے تھے وہاں

Marfat.com

بغاوتوں کا طوفان کھڑا کردیتے تھے، جبل زراعہ، جبل ابسطان اور راس القدر سے جبیہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ وہاں امن وسکون خطرے میں ہے، اور بغاوتوں کی آگ مشتعل کی جارہی ہے تو حضرت عثمانؓ نے ان حالات کی اصلاح کے لئے شجاع ابن وہبؓ کو مقرر کیا اور آپ انتظامی اختیارات کے ساتھ ہی ان کو جنگی اختیارات بھی دیدئے۔

سقانہ کی فتح:

راس القدر پہنچ کر شجاع ابن وہبؓ نے فوج کو سروسامان سے آراستہ کیا، اور پیش قدمی کر کے خود ایرانیوں پر حملے کے لئے بڑھے، راس القدر کے شمالی حصے میں ایرانیوں کی ایک فوج موجود تھی، سقانہ میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، ایرانی سپہ سالار کا نام فیروز تھا، ابن وہب نے بلاتاخیر جنگ شروع کردی، بہت بڑے معرکے کے بعد فیروز کو شکست فاش ہوئی، ابن وہب نے خود سقانہ میں قیام کیا، اور تھوڑی تھوڑی فوجیں آس پاس کے مقامات میں بھیج دیں، غرض کہ مجاہدین نے بڑی قابلیت کے ساتھ شرارت کرنیوالوں کو کچل کر رکھ دیا، باغیوں نے جہاں جہاں پناہ لی وہاں سے ان کو نکال دیا گیا۔

دوسرے دن پھر بڑے زور شور سے دونوں فوجیں حملہ آور ہوئیں، شجاع بن وہبؓ بجلی بن کر ٹوٹ پڑے، اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، ان کا تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا، بدن پر جابجا برچھیوں کے زخم تھے، تاہم تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، سہ پہر کے وقت اسلامی فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھی، ایرانی سپہ سالار مہران دستوبر حضرت شجاع بن وہب کے قریب آگیا، انہوں نے شدید طوفانی حملہ کیا، اور تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

اس عظیم فتح کے بعد بھی بعض آتش پرست امرا نے بغاوت کا پروگرام مرتب کیا،

Marfat.com

ابن وھب کے جاسوسوں نے اطلاع دی، اور اسلامی فوج ان پر دفعتہً ٹوٹ کر گری، باغی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے لیکن جس طرف جاتے تھے، مجاہدین موجود تھے، امن کے محافظ سپاہیوں نے ان کو بے دریغ قتل کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ بغاوت کی آگ بالکل بجھ گئی، اور فتنہ وفساد کے آتش کدرے سرد ہو گئے، اس کے بعد ہر طرف امن کی منادی کرادی گئی، اطراف کے رئیس آ آ کر جزیہ قبول کرتے جاتے تھے، اور اسلام کی وفاداری کا اقرار کرتے تھے۔

انتظامی قابلیت:

ابن وھبؓ نہایت معاملہ فہم اور دور اندیش تھے، جاں باز اس قدر تھے کہ بے دھڑک لڑائی کی آگ میں کود پڑتے تھے، جرأت وشجاعت ان کے اندر بدرجہ کمال موجود تھی، سپہ سالاری کی بہترین قابلیت رکھتے تھے، اسی طرح حلمؔ، درگزر مروت اور فیاضی کی صاف بھی بمقدار وافر تھیں، عیش وآرام سے ان کو سخت نفرت تھی، اپنے فرائض نہایت مستعدی اور پابندی کے ساتھ انجام دیتے تھے، جو علاقے ان کے زیر انتظام تھے وہاں جرائم کی تفتیش کا نہایت معقول انتظام تھا، انتظام کرنے والوں کو سخت ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ غریبوں کا خیال رکھیں، اور کسی شخص پر کوئی ناجائز دباؤ نہ ڈالیں، عدل وانصاف کے معاملے میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہ تھی، اگر کبھی کسی افسر نے ظلم وجبر سے کام لیا تو وہ اپنی سزا کو پہنچے بغیر نہ رہا۔

ان کے پاس دین ودانش کا بہترین سرمایہ تھا، انہوں نے جا بجا ایسی درسگاہیں قائم کی تھیں، جہاں پاکیزہ اخلاق سکھائے جاتے تھے، ان درسگاہوں میں جملہ اقوام کو بلا تفریق مراتب تعلیم دی جاتی تھی، بدکاری اور قمار بازی کی سخت روک تھام کی جاتی تھی، فواحش اور قبائح کو طاقت سے مٹایا جاتا تھا، جہاں وحشیانہ قوانین نافذ تھے، وہاں کے باشندوں کو جبر وظلم کے زندان سے آزاد کیا گیا۔

وہ ایک سراپا ایثار فوجی افسر تھے، نہایت شائستہ اخلاق اور اعلیٰ سپاہیانہ اوصاف سے متصف تھے، غریب دوستوں کے فیاض مربی تھے ہر محاذ پر انہوں نے خوبی اور

Marfat.com

دانائی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دئے۔ جن علاقوں کی تعمیر اور تنظیم میں انہوں نے حصہ لیا، وہاں شفا خانے تعمیر کرائے، جہاں بلا لحاظ مذہب وملت سب کا علاج ہوتا تھا، وہ رزم گاہ میں ظاہری شان وشوکت سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے تھے، وہ ہر جاہ وجلال پر بجلی کی طرح گرتے تھے، اور اپنے سپاہیوں کو اس خوبی سے لڑاتے تھے کہ دشمن آسانی سے نرغے میں آجاتا تھا۔

جنگی قابلیت کے ساتھ ہی ان کی انتظامی قابلیت بھی بے نظیر تھی وہ جب کسی جگہ اقتدار حاصل کرتے تو ہر طرف امن وخوش حالی کے بادل چھا جاتے، کئی مقامات پر انہوں نے سڑکیں تعمیر کرائیں، کنوئیں کھدوائے اور مسافر خانے بنوائے، ان مسافر خانوں میں ہر قوم ومذہب کے مسافروں کو ٹھیرنے کی اجازت تھی، جو محتاج وہاں آتے ان کو حکومت کی طرف سے کھانا دیا جاتا تھا۔

....

Marfat.com

عبداللہ بن عامرؓ

عبداللہ نام، ابویحیٰ کنیت، والد کا نام عامر، شروع سے نہایت جری، متین، سنجیدہ، اور مدبر تھے، عہد عثمانی میں اپنے زور لیاقت سے بڑا امتیاز حاصل کیا، آسودہ حال تھے، دنیاوی جاہ وجلال کے ساتھ مذہبی عظمت کا امتیاز بھی ان پر سایہ فگن تھا، تعلقات کی وسعت کے لحاظ سے بھی ممتاز تھے، اگر انتظامی امور میں حضرت عثمانؓ کو کسی قبیلے کے ساتھ کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو یہ سفیر بن کر جایا کرتے تھے، قبائلی اختلافات میں حکم مقرر کئے جاتے تھے، جرأت وشجاعت اور معاملہ فہمی کے علاوہ فصاحت اور زور تقریر کا جوہر بھی ان کے اندر بدرجۂ کمال موجود تھا، جو خدمات ان کے سپرد کی گئیں ان کو انہوں نے نہایت قابلیت سے انجام دیا، پہلی مرتبہ ۲۴ھ ہجری میں ان کو اسلامی فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔

پہلی رزم گاہ:

۲۶ھ ہجری مطابق ۶۴۷ء عیسوی میں ہرقل قیصر روم کا بیٹا، قسطنطین برسر اقتدار تھا، اس نے ایک جرار فوج کے ساتھ اسکندریہ پر حملہ کردیا، عمرو بن العاص نے دربار خلافت کو اطلاع دی، فوراً مدینہ منورہ سے ایک مضبوط فوج عبداللہ ابن عامر کے زیر اہتمام بھیجی گئی، جس دن یہ فوج پہنچی اسی دن طوفانی حملہ ہوا، رومی سپہ سالار نے اعلان کیا، ہمارے پاس بے اندازہ فوج ہے، عبداللہ ابن عامر نے جواب دیا، ہم نے اب تک جو ملک فتح کئے ہیں، وہ کثرت فوج کی وجہ سے نہیں کئے بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے کئے ہیں، رومیوں نے شدید تر حملہ کیا، عبداللہ ابن عامر بجلی کی طرح گرے اور اس زور سے حملہ کیا، رومیوں کی صفیں ابتر کردیں، عمرو ابن عاص نے بھی شدید طوفانی حملہ کیا، جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، غروب آفتاب سے پہلے عبداللہ ابن عامر نے رومی سپہ سالار کا تلوار سے کام تمام کردیا،

Marfat.com

تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں کو واصل جہنم کر دیا، اسکندریہ میں رومیوں کو شکست دینے کے بعد عبداللہ ابن عامر مدینہ طیبہ چلے گئے۔

کرمان کی فتح:

۳۰ ہجری مطابق ۶۵۱ عیسوی میں ان کو کرمان بھیجا گیا، کرمان کا قدیم نام کرمانیہ ہے، اس کے حدود اربعہ یہ ہیں، شمال میں کوہستان، جنوب میں بحر عمان، مشرق میں سیستان، اور مغرب میں فارس، اس کا دارالصدر جیراف ہے، ۲۳ ہجری میں سہیل بن عدی نے اسے فتح کر لیا تھا، لیکن ۳۰ ہجری میں وہاں شدید بغاوت رونما ہوئی، ایرانی مرزبان نے کثری فوجیں جمع کر کے جنگ کا اعلان کر دیا، عبداللہ ابن عامر تیس ہزار کی جمیعت لے کر روانہ ہوئے، اور جیراف تک بڑھتے ہوئے چلے گئے، قریہ اسفندریار کے قریب پڑاؤ ڈالا، ۷ ربیع الاول ۳۰ ہجری کو خونریز جنگ شروع ہوگئی، مجاہدین اس بے جگری سے ٹوٹ کر گرے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے، میدان میں اس قدر خون بہا کہ گھوڑوں کے پاؤں پھسل پھسل جاتے تھے لیکن تاریکی چھا جانے کے بعد جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے دن مرزبان نے فوج کو بڑے اہتمام سے آراستہ کیا، آگے پیچھے تیرہ صفیں قائم کیں، کچھ دیر کے بعد جنگ شروع ہوگئی، عبداللہ ابن عامر نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے، صف کی صف الٹ دی اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین لرز اٹھی، سہ پہر کے بعد عبداللہ ابن عامر نے مرزبان کا تلوار سے کام تمام کر دیا، تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی مسلمانوں نے سخت تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

قریہ اسفندیار کو فتح کرنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عامرؓ نے اصفہان پر فوج کشی کی، یہاں کے امیر کا نام استندار تھا، اس نے کثیر فوج جمع کر رکھی تھی، سپہ سالار کا نام شہریار تھا، دونوں فوجیں مقابل ہوئیں لیکن جنگ رک گئی، استندار نے کہا: میں اس شرط پر وفاداری کا اقرار کرتا ہوں کہ باشندوں میں سے جو چاہے جزیہ دے کر زندگی بسر کرے، اور جو چاہے اس علاقہ سے نکل جائے، عبداللہ ابن عامر نے یہ شرط منظور

Marfat.com

کرلی، اور معاہدہ صلح لکھ دیا اور اس کے بعد ہمدان آسانی سے قابو میں آ گیا، طبرستان اور جرجان کی بغاوتیں بھی ختم ہوگئیں۔

آذر بائیجان:

آذر بائیجان کا مرکزی مقام اردبیل شورش اور سازش کا عظیم مرکز تھا، عبداللہ ابن عامر نے اس پر فوج کشی کی، مورخ ابن عاصم نے آذر بائیجان کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ لغت پہلوی میں آذر کے معنی آتش کے ہیں اور بائیگان کے معنی ہیں، محافظ، اس کے یہ معنی ہوئے کہ آگ کی حفاظت کرنے والا، چنانچہ اس صوبہ میں آتش کدوں کی بڑی کثرت تھی، اور اسی وجہ سے اسے آذر بائیجان کہتے تھے۔

اردبیل کے قریب شدید جنگ ہوئی، آتش پرستوں نے شکست کھائی، اس کے بعد ہرات اور بلخ کی اصلاح کی گئی، بلخ کے مخدوش علاقوں پر حملہ کیا گیا، باغیوں نے شکست کھائی، آس پاس کے علاقوں میں چند وحشی ترکوں نے شرارت کی، تو یہ سب کے سب حضرت عبداللہ ابن عامر کے ہاتھ سے مارے گئے، ان بغاوتوں کو ختم کرنے کے بعد عبداللہ ابن عامر مدینہ منورہ چلے گئے۔

۴۳ھ ہجری سے عبداللہ ابن عامر کی زندگی کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے، جو سب سے زیادہ درخشاں وتاباں ہے، اور جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند اور کامیاب سپہ سالاروں کی صف میں ان کو ممتاز کر دیا، ۴۳ھ ہجری میں جب سجستان اور کابل میں مسلمانوں کے خلاف شدید تر بغاوت رونما ہوئی، تو حضرت عبداللہ ایک جرار لشکر کے ساتھ سجستان جا پہنچے مورخ ابن عاصم لکھتے ہیں کہ سیستان کو عرب میں سجستان کہتے ہیں، اس کے حدود اربعہ یہ ہیں، شمال میں ہرات، جنوب میں مکران، مشرق میں سندھ، اور مغرب میں کوہستان۔

سجستان کی فتح:

زرنج اس کا سب سے بڑا مرکزی شہر ہے، زرنج کے شمالی علاقے میں ایک باغی سردار رسل نے کثیر فوجیں جمع کی تھیں، حضرت عبداللہ ابن عامر نے ایسا ہوش ربا حملہ

Marfat.com

کیا، کہ پہلے ہی حملے میں دشمن کے ہزاروں آدمی برباد کردیے، اور اس کی فوجی طاقت توڑ دی، کچھ دیر کے بعد رسل نمایاں طور پر سامنے آیا، حضرت عبداللہ شیر کی طرح جھپٹے اور اسے مار کر گرادیا، دوسرے باغی سرداروں نے فوج کو بہت سنبھالا، مگر فوج سنبھل نہ سکی، باغی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے، لیکن جس طرف جاتے تھے، خاک وخون میں تڑپتے تھے، مسلمانوں نے بے دریغ قتل کیا، اس عظیم کامیابی کے بعد عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمن بن سمرہ کو سجستان کا حاکم بنایا، اور خود کابل کی طرف روانہ ہوئے، کابل کے باشندوں نے سخت بغاوت کا طوفان برپا کر رکھا تھا، عبداللہ بن عامر نے کابل کا محاصرہ کر کے آتش باری کے ذریعہ شہر پناہ کی دیواریں شق کردیں، دوسرے دن شہر والوں نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا مگر انہیں شکست کھانی پڑی۔

فضائل اخلاق:

ابن عامر صف اول کے مدبر تھے، وہ کافی غور وفکر کے بعد حملہ کرتے تھے، اور اپنی جنگی تدابیر سے شدید طوفانوں کو دبا دیتے اور کوہ گراں افسروں تک کے پرخچے اڑا دیتے تھے۔

جاں بازی اور سرفروشی کے ساتھ ہی ان کے اندر اعلیٰ درجے کی انتظامی قابلیت بھی تھی، جن مقامات کو فتح کرتے تھے، وہاں کے غیر مسلم شرفاء سے بھی انتظامی معاملات میں رائے طلب کرتے تھے، عدل وانصاف کے معاملے میں شاہ وگدا، امیر وغریب، شریف ورذیل ادنیٰ واعلیٰ اور مسلم وغیر مسلم سب کو ہم رتبہ قرار دیتے تھے، جن علاقوں میں بغاوتیں رونما ہوتی تھیں، وہاں جا بجا چھاؤنیاں قائم کرتے تھے، جن میں جاں باز فوج رہتی تھی۔

جہاں فوجی مراکز تھے، وہاں غلہ ایک وسیع گودام میں جمع رہتا تھا، اکثر مواقع پر سپاہیوں کو پکا پکایا کھانا ملتا تھا، ہر فوج کے ساتھ ایک افسر خزانہ ایک محاسب اور ایک مترجم رہتا تھا، متعدد طبیب اور جراح بھی ساتھ رہتے تھے، فوجیوں کے ساتھ نہایت محبت آمیز سلوک کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عامر کا دامن پاکیزہ اخلاق سے معمور تھا، ان کی استقامت، وفا شعاری اور عدل نوازی مشہور تھی، اہل حاجت کے لئے ان کا دست کرم کشادہ تھا، اپنی آمدنی میں سے ایک ثلث اسلامی ضروریات میں خرچ کرتے تھے، ظاہری شان وشوکت اور تکبر وغرور سے بے حد نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے، میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں میں حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔

سپاہیانہ سادگی، صاف گوئی، سرفروشی کے ساتھ زندہ دلی، اور حاضر جوابی نے ان کی ذات کو نہایت دلچسپ بنا دیا تھا، سادگی کا یہ عالم تھا کہ فرش خاک ان کے لئے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا، جنگی معاملات کا انتظام کرتے کرتے اگر نیند کا غلبہ محسوس ہوتا تو ایک چادر بچھا کر کسی سپاہی کے خیمے میں سوجاتے تھے، سپہ سالار ہونے کے باوجود خود بازار جا کر سودا سلف خرید تے اور خود ہی لے آتے تھے۔

ان کے ایک دوست حارث بن اسلم کہتے ہیں، میں طویل عرصہ تک ان کے ساتھ رہا، یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کے لئے اٹھتا تھا، ان کا دامن کبھی معصیت کی آلودگیوں سے داغدار نہیں ہوا، امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اس کا مفاد ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، اس عظیم مقصد کیلئے تیار رہتے تھے خشیت الٰہی اور رقت قلب ان کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی، قرآن شریف کی آیات پڑھ کر بھی روتے تھے، اور دوسروں کو بھی رلاتے تھے۔

....

Marfat.com

سعید بن عثمانؓ

سعید نام، ابوالحارث کنیت، والد کا نام عثمان، فنون جنگ میں مہارت کے لحاظ سے ان کا شمار کاملین فن میں ہے، عہد عثمانی کے تمام معرکوں میں شجاعت اور پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار رہے، حضرت عثمانؓ نے جو کام ان کے سپرد کیا، اسے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا، ۴۷ھ ہجری میں امیر معاویہ نے ان کو فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا، یہ وہ وقت تھا کہ رومی اکثر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے ان کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لئے سعید بن عثمان کو مقرر کیا گیا۔

روم کے اہم مراکز پر حملہ:

سب سے پہلے انہوں نے رومیوں کے تجارتی مراکز کارسکا، اور اشموسہ کا محاصرہ کرلیا، یہ رومیوں کے لئے ایک المناک حادثہ تھا، رومی افسروں اور راہبوں نے اپنی سلطنت کے مختلف علاقوں میں قاصد روانہ کیے، جنہوں نے مسلمانوں کے ظلم وستم کی ہولناک داستانیں بیان کیں، ادھر قیصر نے ایک زبردست فوج تیار کی، جس کے دو ماہر فن سپہ سالار مختلف راستوں سے کارسکا، اور اشموسہ کی طرف روانہ ہوئے، جوزف ان میں زیادہ نامور تھا، کارسکا کے شمال میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، جوزف کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا، تاہم وہ مزید فوج کا انتظار کر رہا تھا، سعید کو یہ خبر پہنچ چکی تھی، انہوں نے بڑھ کر جنگ شروع کردی، بہت بڑے معرکے کے بعد جوزف کو شکست فاش ہوئی، اس شکست کی خبر سن کر قیصر نے ایک اور تازہ دم فوج بھیج دی، اس لشکر کی قیادت مشہور سردار مرقس کے سپرد تھی، رومی گرجتے ہوئے آگے بڑھے لیکن سعید پہلے ہی حملے میں مرقس کا میمنہ توڑ کر قلب میں گھس گئے، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، مرقس خود بھی بڑی بہادری سے شیغ بکف لڑ رہا تھا کہ سعید نے طوفانی حملہ کر کے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ مرقس کے قتل ہوتے ہی رومی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

Marfat.com

کارسکا اور اشموسہ کو فتح کرنے کے بعد سعید بن عثمان کچھ عرصہ تک دمشق میں مقیم رہے، چند انتظامی شعبے ان کے سپرد کئے گئے، امیر معاویہ کے زیر ہدایت انہوں نے شام میں متعدد قلعہ بنوائے، اور بعض ویران قلعہ آباد کئے، اس کے بعد پولیس محکمے کو وسعت دی، اور محکمۂ خبر رسانی کے لئے منتخب کئے گئے، خبر رساں خبر لے کر ان پر سوار ہوتا تھا، اور نہایت تیزی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ جاتا تھا، اس انتظام سے فارغ ہو کر سعید بن عثمان نے زراعت کی ترقی اور پیداوار کے اضافہ کے لئے ملک کے طول وعرض میں جا بجا نہروں کا ایک جال بچھا دیا، ان نہروں کی وجہ سے پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اور قحط سالی کا خطرہ جاتا رہا۔

بعد ازاں سعید بن عثمان نے ان مقامات پر جہاں کسی دوسری حکومت کی سرحد ملتی تھی، مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم کیں، اور اس طرح مخالفین کے حملہ کا خطرہ بڑی حد تک کم ہوگیا۔

ترکستان کی فتح:

ان عظیم تعمیری کارناموں کے بعد ۵۳ ہجری میں سعید بن عثمان کو ترکستان کی فتح کے لئے مقرر کیا گیا، اور جنگی اختیارات دئے گئے، حضرت سعید ایک جرار لشکر کے ساتھ نہر جیجون کو عبور کر کے قبق خاتون کی طرف بڑھے، وہ مجاہدین کی سرفروشی سے خوب واقف تھی، اس لئے اس نے مناسب شرائط پر صلح کر لی لیکن ترکوں کے وحشی قبائل نے ان شرائط کو پسند نہیں کیا، سُغد، کش اور نسف کے باشندے ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں مقابلے کے لئے آگئے، بخارا میں دونوں کا مقابلہ ہوا، وحشی ترکوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا، مجاہدین بھی مقابلہ پر آگئے۔

سعد بن عثمان اس موقع پر بجلی کی طرح ٹوٹ کر ترکوں پر حملہ کر رہے تھے، ان کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے، غروب آفتاب سے پہلے ترک سپہ سالار حضرت سعید کے قریب آگیا، وہ شیر کی طرح جھپٹے اور اسے مار کر گرا دیا، اس واقعہ کے بعد مجاہدین نے شدید طوفانی حملہ کیا، ترکی سرداروں نے فوج کو بہت سنبھالا،

Marfat.com

مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں ابتر ہوگئیں، ترک گھبرا کر پیچھے ہٹے، اور دور تک ہٹتے چلے گئے درجلال کے قریب ایک نالہ تھا، وہ نالہ ترکوں کی لاشوں سے بھر گیا، اور جب لیلائے شب نے اپنی زلفیں بکھیر دیں تو میدان بالکل خالی تھا۔

بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد سعید سمرقند کی طرف بڑھے، اس پیش قدمی میں قبق خاتون نے مسلمانوں کی امداد کی، سمرقند پہنچ کر سعید نے باب سمرقند پر فوجیں ٹھہرائیں، اور قسم کھائی کہ جب تک اسے فتح نہ کرلیں گے اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے، تین دن تک اہل سمرقند باب اول پر مقابلہ کرتے رہے، اسی درمیان میں ایک شخص نے آکر مرکزی محل کا راستہ بتلا دیا، مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کرلیا، جب اہل شہر کو یقین ہوگیا کہ شہر مسلمانوں کے قبضہ سے نہیں بچ سکتا اور اس صورت میں زیادہ کشت وخون ہوگا تو انہوں نے مناسب شرائط پر صلح کرلی، شرط اول یہ تھی کہ اہل سمرقند سات لاکھ درہم سالانہ خراج دیں گے، اور نقض عہد کے خطرہ سے بچنے کے لئے مسلمان عمائد سمرقند کے چند لڑکے بطور ضمانت لیں گے، اور ایک مرتبہ سمرقند کے ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے دروازے سے نکل جائیں گے۔

ترمذ پر قبضہ:

اس صلح کے بعد مجاہدین ترمذ کی طرف بڑھے، لیکن یہاں کے باشندوں نے بلا مقابلہ صلح کرلی، جن قبیلوں نے بخارا شکست کھائی تھی ان کے چند حلیفوں نے زالہ میں ایک کثیر فوج جمع کر رکھی تھی اور مسلمانوں سے مقابلے کے لئے کمربستہ تھے، حضرت سعید طوفان کی طرح وہاں پہنچ گئے، درحقیت وہاں بہت بڑا لشکر تھا، انہوں نے بلا تاخیر جنگ شروع کردی، دیر تک بڑی گھمسان کی لڑائی رہی، قبائلی لشکر خوب جم کر لڑا، مگر کل کا کل برباد ہوگیا، ترک سپہ سالار سملوق ثابت قدم تھا، وہ بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا، حضرت سعید نے تلوار سے اس کا کام تمام کردیا، ترک سپہ سالار کے قتل ہوتے ہی ترک نہایت ابتری سے بھاگے، بعض مورخین کا بیان ہے کہ کسی لڑائی نے اس قدر بے شمار لاشیں اپنی یادگار میں نہیں چھوڑیں جتنی کہ اس رزم گاہ میں تھیں، اس فتح کا ایک خاص اثر یہ ہوا کہ لوگوں پر ترکی قبائل کا جو رعب چھایا ہوا تھا وہ ختم ہوگیا، چنانچہ اب یہ

Marfat.com

حال تھا کہ ایک عرب سو ترکوں پر بھاری تھا۔

اشاعت اسلام:

ان فیصلہ کن لڑائیوں سے فارغ ہو کر حضرت سعید نے ترکستان میں اشاعت اسلام کے لئے مخلصانہ کوشش کی، اور یہ کوشش کامیاب بھی ہوئی، اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ جتنے مسلمان فوجی افسر تھے، وہ سرتا پا اخلاق حسنہ کا نمونہ تھے، انہوں نے تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت نہیں کی، بلکہ اپنی پاکیزہ زندگی سے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا، حضرت سعید اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے، کہ اشاعت اسلام کی مناسب تدبیر یہ ہے کہ غیر قوموں کو اسلام کا جو نمونہ دکھلایا جائے وہ ایسا ہو کہ خود بخود لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں، چنانچہ حضرت سعید نے جو علاقے فتح کئے تھے، وہاں کے باشندوں کو ہر ایک مسلمان سچائی، سادگی، پاکیزگی، عدل وانصاف، رحم وکرم، اور ایثار واخلاص کی تصویر نظر آتا تھا، لہٰذا اسلام ان کے دلوں پر بے پناہ اثر ڈالتا تھا، چنانچہ ان حالات سے متاثر ہو کر ترکوں کے بڑے بڑے سردار مسلمان ہو گئے، اس کے بعد عام آدمیوں کو اسلام کی طرف رغبت ہوئی اور بہت سے قبیلے اپنی خواہش سے حلقہ بگوش اسلام بن گئے۔

فوج کی تنظیم:

رومی، مجوسی، اور ترک بھی سعید بن عثمان کی فوج میں شامل تھے، اقتدار اعلیٰ کی منظوری سے جا بجا فوج بھرتی کے دفتر قائم کئے گئے، جہاں کسی قوم اور کسی ملت کی تخصیص نہ تھی، ہر قوم کے آدمیوں کو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے، آسودہ حالی حاصل ہونے پر فوج کی تنخواہوں کی ترقی کی طرف توجہ کی گئی، فوج کو تجارت اور زراعت سے الگ رہنے کا حکم تھا، سپاہیوں کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کیا گیا، افسروں کی تنخواہیں بھی بڑھادی گئیں، فوج کو ہر قسم کا آرام پہنچایا جاتا تھا، ہر فصل کے موقع پر غلہ ایک وسیع گودام میں جمع ہوتا تھا۔

تنخواہوں میں مدت خدمت اور کارکردگی کے لحاظ سے بھی وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا

Marfat.com

رہتا تھا، تنخواہ کے علاوہ غنیمت سے بھی مال تقسیم ہوتا تھا، کئی رزم گاہوں میں چھ چھ ہزار درہم ایک ایک سوار کے حصے میں آئے تھے، جنگ کے لئے موسم کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا، جو سرد ملک تھے وہاں گرمیوں میں اور جو گرم ملک تھے وہاں سردیوں میں فوجیں بھیجی جاتی تھیں۔

فصل بہار میں فوجیں ان مقامات پر بھیج دی جاتی تھیں، جہاں کی آب وہوا عمدہ ہوتی تھی، عتبہ بن غزوان کہتے ہیں، سعید بن عثمان موسم بہار کے آنے کے ساتھ فوج کو سرسبز وشاداب مقامات پر بھیج دیتے تھے، اور یہ حکم دیتے تھے کہ سپاہی سیر وشکار میں زندگی بسر کریں اور گھوڑوں کو کھلا پلا کر خوب فربہ بنائیں۔

بارکوں کی تعمیر اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ عمدہ آب وہوا کا لحاظ رکھا جاتا تھا، فوجیوں کے مکانات مضبوط تعمیر کرائے جاتے تھے، جن کے آگے کھلے ہوئے خوش فضا صحن چھوڑے جاتے تھے، فوجی مقامات پر اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں اور کوچے اور گلیاں نہایت وسیع ہوتی تھیں، فوج جب کسی اہم رزم گاہ کی طرف روانہ ہوتی تو ہدایت کی جاتی کہ ہر روز اسی قدر مسافت طے کی جائے، جس سے تکان محسوس نہ ہو، اور پڑاؤ وہاں کیا جائے جہاں ہر قسم کی ضروریات مہیا ہوں۔

اخلاقی فضائل:

سعید بن عثمان کا دامن اخلاقی زر وجواہر سے بھی مالا مال تھا، تقویٰ، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار پسندی ان کے اندر بہ درجۂ اتم موجود تھی، رقت قلب، اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ دردناک واقعات دیکھ کر ان کا دل کانپ اٹھتا تھا۔

سپہ سالار ہونے کے باوجود طرز معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا، معمولی کھاتے تھے، لباس معمولی پہنتے تھے، آلات حرب جمع کرنے کا بے حد شوق تھا، محبت رسولؐ سے ان کا پیمانۂ قلب لبریز تھا، ایثار وقربانی کی وہ شاندار تصویر تھے، راہ حق میں ان کو جان کی قربانی کے ساتھ مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا۔

Marfat.com

اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے، فقراء ومساکین کے لئے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، سخاوت میں مذہب وملت کا کوئی امتیاز نہ تھا، کئی مرتبہ اپنا کل سرمایہ راہ خدا میں صرف کردیا، مختصر یہ کہ سعید بن عثمان بلند پایہ سپہ سالار ہونے کے ساتھ اخلاق اور انسانیت کا بھی بے نظیر نمونہ تھے۔

....

Marfat.com

حسین بن نعمانؓ

حسین نام، ابوحذیفہ کنیت، والد کا نام نعمان قبیلۂ بنو اسد کے مایۂ ناز رکن تھے، ان کے والد نعمان اسدی نے ابتدا ہی سے ان کو فن جنگ سکھایا تھا، جب وہ جوان ہوئے تو جاں باز، سرفروش، عالی حوصلہ، اور ایک بہادر سپاہی ثابت ہوئے۔

جنگی کارنامے:

۷۷ ہجری (مطابق ۶۹۶ عیسوی) میں عبدالملک بن مروان نے انہیں اسلامی فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنادیا تھا، سب سے پہلے ان کو کارتھیج بھیجا گیا، کارتھیج رومیوں کا ایک عظیم فوجی مرکز تھا، حسین بن نعمان نے کارتھیج کے جنوبی علاقے میں الطائبہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا، رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان دفعتۃً نہ آپڑیں، آس پاس جس قدر نہریں تھیں، سب کے بند توڑ دئے، جس کی وجہ سے الطائبہ سے کارتھیج تک راستہ سخت دشوار ہوگیا، لیکن اسلام کا سیلاب ان مزاحمتوں سے رک نہیں سکتا تھا، دوسرے دن جنگ شروع ہوگئی، سخت کشت وخون ہوا، اس جنگ میں حسین بن نعمان نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹ دیں، کارتھیجی عیسائیوں کے بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے، کئی گھنٹے تک مسلسل لڑائی جاری رہی، تمام میدان خون سے رنگین ہوگیا، آفتاب غروب ہونے کے بعد جنگ ملتوی ہوگئی، دوسرے دن عیسائیوں کا ایک جرار لشکر سامنے آیا، لشکر کے آگے مذہبی پیشوا صلیب ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے، عیسائیوں نے پوری طاقت سے حملہ کیا، مسلمان مصلحتاً پیچھے ہٹے، پھر اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں درہم برہم کردیں، حسین بن نعمان نے اپنی طوفانی حملے سے رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کردئے، سہ پہر کے وقت انہوں نے رومی سپہ سالار کو مار گرایا اور اس مورچہ پر مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

الطاسہ کے شمالی علاقے میں رومیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا، اس قلعہ کی مضبوطی دور

Marfat.com

دور مشہور تھی، جب محاصرے کا اثر ظاہر نہ ہوا تو حسین بن نعمان ایک سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، قلعہ کا سردار بڑا، قوی وتوانا تھا، وہ جوش غضب میں حسین بن نعمان کے پاس پہنچ گیا،، لیکن تھوڑی ہی دیر میں ان کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا، اس کے بعد ابن نعمان بجلی کی طرح رومی فوج پر گرے ہزاروں کو خاک وخون میں تڑپایا اور غروب آفتاب سے پہلے دشمنوں کو چیرتے پھاڑتے، مارتے گراتے قلعہ کے مرکزی حصے میں پہنچ گئے، کارتھیج میں فتح حاصل کرنے کے بعد انہوں نے آسینا اور کورتیا پر فوج کشی کی، یہ مقامات بھی عیسائیوں کے بہت بڑے فوجی مرکز تھے، اور چند روز کی جنگ کے بعد ان کو بھی فتح کرلیا۔

محاسن اخلاق:

وہ بے تکلف لڑائی کی آگ میں کود پڑتے تھے، اور ہلاکت کا ڈر ان کے قریب بھی نہیں آتا تھا، ان کا سینہ جرأت وشجاعت کا خزینہ تھا، وہ جب کسی محاذ کی طرف قدم اٹھاتے تو عروس کامیابی ان کے قدموں میں آجاتی، وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ دین حق کے خادموں کے لئے کامیابی کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے، اور نصر وتمکین کا پیغام ضرور آئے گا، وہ رزم گاہ میں ایک بہادر سپاہی تھے، لیکن زہد وتقوے کے بھی بادشاہ تھے، رقت قلب اور لطافت طبع کا سرمایہ بھی ان کے پاس تھا، اپنے ساتھیوں کو اعتقاد حق اور عمل صالح کی دعوت دیتے رہتے تھے۔

بہت سے غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، وہ جس ملک میں گئے وہاں کے باشندوں کو اسلام کے نور سے منور کیا، ادنیٰ واعلیٰ کے سوال کو مٹایا، اور غریبوں کو تخت سیادت پر بٹھایا، انہوں نے مفتوحہ علاقوں میں بہت سے مدارس ومکاتب قائم کیے، جن میں جملہ اقوام کو بلا تفریق مراتب تعلیم دی جاتی تھی۔

....

Marfat.com

موسیٰ بن نصیر

موسیٰ نام، ابو اسامہ کنیت، والد کا نام نصیر، بچپن ہی سے نہایت عالی حوصلہ، بہادر اور الوالعزم تھے، ۸۴ھ ہجری (مطابق ۷۰۳ عیسوی) میں عبدالملک بن مروان نے ان کو سپہ سالار مقرر کیا، یہ وہ وقت تھا جب رومیوں اور بربریوں نے مل کر پورے شمالی افریقہ کو مسلمانوں کے قبضے سے نکال لیا تھا، موسیٰ بن نصیر نے سب سے پہلے طرابلس الشام پر شدید طوفانی حملہ کیا اور اسے فتح کرلیا، اس کے بعد تونس، الجزائر اور مراکش کو فتح کیا یہاں ہزاروں رومی اور بربری قتل اور گرفتار ہوئے جن مقامات پر بربری قبائل نے سرکشی اختیار کی، مسلمان بجلی بن کر ٹوٹ پڑے، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں، ان بغاوتوں کے ختم ہونے کے بعد تمام ملک کو امن دیدیا گیا، جو لوگ گھر چھوڑ کر نکل گئے تھے، واپس آ آکر آباد ہوتے گئے، غیر مسلم رعایا کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کیا گیا۔

بہت بڑا فاتح:

مورخ ابونعیم ازدی لکھتا ہے، جاں باز موسیٰ بن نصیر نے ۸۴ھ ہجری کے آخر تک طرابلس، ٹیونس، الجیریا اور مراکش کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے، اس بے نظیر مدبر اور شاندار سپہ سالار نے وہاں نہایت مضبوط اسلامی حکومت قائم کردی اور پورے شمالی افریقہ پر اسلامی اقتدار کا جھنڈا لہرانے لگا، بربری قوم جو ہمیشہ بغاوت کا فتنہ برپا کرتی رہتی تھی، اس کی ساری طاقت توڑ دی، موسیٰ بن نصیر کی فوج میں عیسائی یہودی، ستارہ پرست اور بربری سب ہی شامل تھے۔

اس کام سے فارغ ہوکر موسیٰ بن نصیر نے ٹیونس میں ایک عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کی، اور اس بندرگاہ کے قریب جہاز سازی کا ایک بے نظیر کارخانہ قائم کیا، جہاں اعلیٰ درجے کے بحری جہاز تیار ہوتے تھے اور اس کارخانہ کے شمالی حصہ میں ایک فوجی مرکز

Marfat.com

قائم کیا گیا۔

یورپ میں فتوحات:

۹۲ ہجری (مطابق ۷۱۱ء عیسوی) میں موسیٰ بن نصیر نے اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو اسپین پر حملہ کرنے کا حکم دیا، یہ وہ وقت تھا کہ عبدالملک بن مروان کا انتقال ہو چکا تھا اور ولید بن عبدالملک برسر اقتدار تھا۔

طارق بن زیاد اپنے آقا موسیٰ بن نصیر کے حکم سے سات ہزار اسلامی فوج کو چار جنگی جہازوں میں سوار کر کے جبل الطارق کے پار اندلس کے جنوبی کنارے پر جا اترا، اور اس نے بڑی جانبازی کے ساتھ قرطبہ، طلیطلہ، اشبیلیہ، لازقہ، اور برشلونہ کو فتح کر لیا، طلیطلہ کی فتح کے بعد موسیٰ بن نصیر ایک بڑا لشکر ساتھ لیکر خود بھی اسپین پہنچ گئے، اور وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

موسیٰ بن نصیر نے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر مختلف حصوں میں عرب قبیلے اور فوجی مرکز قائم کئے، فوجوں کے رہنے کے لئے مضبوط اور عالی شان بارکیں بنوائیں، اصطبل خانے قائم کئے، فوج کے لئے رسد خانے تعمیر کرائے اور غلے کا مناسب انتظام کیا، ہر صوبہ میں عامل (گورنر) مقرر کئے گئے، جنکے ساتھ حسب ضرورت فوج رہتی تھی، غرض کہ اسپین کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا، جہاں فوجی سلسلہ قائم نہ کیا گیا ہو۔

بے مثال فوجی افسر:

موسیٰ بن نصیر تدابیر جنگ کے ماہر تھے، جب کسی رزم گاہ میں پہنچتے تو ہر طرف جاسوسی کا جال پھیلا دیتے، دشمن کی نقل وحرکت سے پوری طرح واقف رہتے، اور غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کرتے، اگر فوج لڑتے لڑتے تھک جاتی تو اپنی اثر آفریں تقریر سے سپاہیوں کے شجاعانہ ولولے بھڑکا دیتے اور درد آفریں انداز میں قرآن شریف کی آیتیں پڑھ کر مجاہدین کو بیتاب کر دیتے، جب دشمن کی فوج زیادہ ہوتی تو بے قرار ہو کر خود جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتے اور شجاعت کا حق ادا کر دیتے، شمالی افریقہ میں بربریوں کا بڑا زور تھا، لیکن موسیٰ بن نصیر نے اپنی فوجی طاقت کا ان پر اس

Marfat.com

قدر رعب بٹھا دیا تھا کہ وہ ان کے نام سے لرزنے لگے۔

موسیٰ فنون جنگ میں یکتا، اور بڑے فیاض اور سخی تھے، مال و دولت کی ان کو مطلق پروانہ تھی، سادہ زندگی بسر کرنا مرغوب خاطر تھا، مہماں نوازی میں مشہور تھے، غریب سپاہیوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنا، اور ان کی تکلیف ومصیبت میں ہمہ تن شریک ہونا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے، فروتنی اور انکسار پسندی ان کی مشہور تھی، اپنے ذاتی کاموں کے سلسلے میں کسی کو تکلیف نہیں دیتے تھے، بے ضرورت اور بے موقع کلام نہیں کرتے تھے، رقت قلب ان کے اندر بدرجۂ کمال موجود تھی، اخلاق نہایت پاکیزہ تھا، کبھی ان کا اخلاق دامن داغدار نہیں ہوا، مشتبہ کھانے سے پرہیز کرتے تھے، جن علاقوں کو آپ نے فتح کیا وہاں کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، انصاف پسند حاکم مقرر کئے، حاکموں پر یہ پابندی تھی کہ، وہ شاندار لباس نہ پہنیں، پر تکلف کھانا نہ کھائیں، اہل حاجت کے لئے دروازہ کھلا رکھیں، ان کے زمانہ میں غیر مسلموں کو بھی تجارت کی پوری آسانیاں دی گئیں، اور ان کی جان ومال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا، سڑکیں نہایت شاندار تعمیر کرائیں، نئے شہر آباد کئے، بہت سے مکانات غریبوں کے لئے تعمیر کرائے، جہاں پانی کی تکلیف تھی وہاں کنوئیں کھدوائے، مساجد تعمیر کیں، غرض کہ وہ ایک لائق سپہ سالار ہونے کے علاوہ بہترین منتظم اور سچے مسلمان بھی تھے۔

....

Marfat.com

مسلم بن عبدالملک

مسلم بن عبدالملک

یہ جاں باز مجاہد ۳۷ھ ہجری (مطابق ۶۵۶ء عیسوی) میں پیدا ہوا، شروع سے عالی حوصلہ سرفروش، اور بہادر تھا، شباب کا آغاز ہوا تو مسلم ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب کے لئے لازم ومخصوص تھے، فن سپہ گری اور پہلوانی سے ان کو بے حد دلچسپی تھی، اور ان فنون میں انہوں نے کمال حاصل کیا۔

جنگی کارنامے:

۸۷ھ ہجری (مطابق ۷۰۶ء عیسوی) میں ان کو فوج کا سپہ سالار بنایا گیا، یہ وہ وقت تھا کہ آرمینیہ میں شدید تر بغاوت ہو رہی تھی، آرمینیہ کو عرب مورخین کی اصطلاح میں بلاد ارمن بھی کہتے ہیں، یہ ایشیائے کوچک کا ایک حصہ ہے، شمال میں بحر اسود، جنوب میں کوہی، اور صحرائی حصہ دور تک چلا گیا ہے، مشرق میں گرجستان، اور مغرب میں بلاد روم واقع ہیں۔

یہاں کے باغی نہایت جنگجو اور سرکش تھے، ان کی جمعیت بھی زیادہ تھی، مسلم بن عبدالملک نے ان پر شدید حملہ کیا، اور ان کی صفیں درہم وبرہم کر دیں، اور پہلے ہی حملے میں ہزاروں باغیوں کو تباہ کر دیا، اور ان کی مرکزی طاقت توڑ دی۔

اس ابتدائی معرکہ کے بعد مسلم بن عبدالملک کو قیساریہ جانا پڑا، یہ شہر بحر شام کے ساحل پر واقع ہے، یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا، مسلم بن عبدالملک نے سخت محاصرہ کیا، شہر والے کئی دفعہ قلعہ سے نکل کر لڑے لیکن ہر دفعہ شکست کھائی، تاہم شہر پر قبضہ نہ ہوسکا، ایک دن ایک جاسوس نے ایک سرنگ کا نشان دیا، جو قلعہ کے دروازہ کھول دیا، تمام فوج ٹوٹ پڑی، اور کشتوں کے پشتے لگا دئے، ایک مورخ کا بیان ہے کہ یہاں عیسائیوں کی اسی ہزار فوج تھی، جس میں بہت کم زندہ بچی۔

قیساریہ کی فتح کے بعد امن پسند عیسائیوں کے لئے ایک معاہدہ لکھا گیا، جس کا

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے۔ ''اسلامی حکومت امن پسند عیسائیوں کو امان دیتی ہے، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار، سب کے لئے ہے، ان کے گرجاؤں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی، ان کے مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا، ان کو جزیہ دینا ہوگا۔

ایک دوسرے اعلان میں ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا گیا، اس معاہدہ کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی، اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تو مسلم بن عبدالملک اسے فوراً قتل کرا دیتے مذہبی امور میں عیسائیوں کو کامل آزادی حاصل تھی، وہ اپنی مذہبی رسمیں پوری آزادی سے ادا کر سکتے تھے۔

قیساریہ کے محاذ سے فارغ ہو کر مسلم بن عبدالملک طقراق، کولینا، اور شورف کی طرف متوجہ ہوئے، یہ دشمنان اسلام کی سازش اور بغاوت کے عظیم مراکز تھے، رومیوں کو اگرچہ عبرتناک شکستیں دی جا چکی تھیں، لیکن وہ شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے، جب ان کو موقع ملتا نئی فوجیں تیار کر کے مقابلے پر آ جاتے، اور جو ممالک مسلمانوں کے قبضے میں آ چکے تھے، وہاں بغاوت کرا دیا کرتے۔

ان حالات سے پریشان ہو کر ولید بن عبدالملک نے ایک فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کیا، مسلم بن عبدالملک کو اس جنگ کا سربراہ قرار دیا گیا، طقراق، کولینا، اور شورف قریب قریب آباد تھے، رومی ہر طرف سے جمع ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آ گئے، مورخین کے اندازے کے مطابق یہاں تیس چالیس ہزار رومیوں کا اجتماع تھا، لیکن مسلم بن عبدالملک نے مختصر سے لشکر کے ذریعہ ان مقامات کو پہلے ہی حملہ میں فتح کر لیا۔

۱۱ رجب ۸۷ ہجری (مطابق ۷۰۶ عیسوی) کو اطلاع موصول ہوئی کہ رومیوں نے طیانہ میں عظیم لشکر جمع کیا، طیانہ، صوبہ آرمینیہ کا مرکزی شہر تھا، جسے ایشیائے کوچک میں خاص اہمیت حاصل تھی، گرجستان کے قبائلی وہاں جمع تھے، غرض کہ مسلم بن عبدالملک کے پہنچنے سے پہلے صوبہ آرمینیہ کے تمام اضلاع میں شدید ہنگامے برپا ہو گئے، اور جو علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آ چکے تھے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

Marfat.com

پھر آرمینیہ کی رزم گاہ میں:

مسلم بن عبدالملک نے فوج کو خاص انداز میں تیار کیا، اور پیش قدمی کر کے طوفان کی طرح آگے بڑھے، شرمان میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں مرقس داؤد کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا، ۲۱ رجب کو شدید جنگ شروع ہوگئی بہت بڑے معرکے کے بعد مرقس کو شکست فاش ہوئی اور مرقس مارا گیا، مرقس کے مارے جانے کے بعد اس مورچہ پر لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔

شرمان کی شکست نے رومیوں کو سخت برہم کیا، اور وہ ہر طرف سے جمع ہو کر بڑے زور اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے آمادہ ہوئے، انہوں نے طیانہ کے جنوبی حصے میں فوجیں جمع کرنی شروع کیں، چند روز میں تیس چالیس ہزار کا مجمع ہوگیا، مسلم بن عبدالملک بھی طوفان کی طرح وہاں پہنچ گئے، اور جنگ شروع ہوگئی، میں زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل پڑتی تھی، تمام دن ہنگامہ کارزار گرم رہا، سہ پہر کے وقت مسلم بن عبدالملک نے ایک پر جوش تقریر کی، جس سے تمام لشکر میں ایک آگ سی لگ گئی، سوار گھوڑوں سے کود پڑے اور تلواریں گھسیٹ لیں، ایک غیر معمولی جوش کے ساتھ اسلامی فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھی مسلم بن عبدالملک نے رومی سپہ سالار کو مار گرایا تمام فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں۔

طیانہ کی فتح کے بعد صوبہ آرمینیہ کے تمام شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہوگئے، اور ہر جگہ شرائط صلح میں یہ لکھ دیا گیا کہ مفتوحین کی جان و مال زمین، مکانات اور عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔

محاسن اخلاق:

تقوے، پارسائی، حق پسندی، سخاوت اور جرأت میں یہ جاں باز سپاہی اپنی مثال آپ ہی تھا، قدرت نے اسے ایک بے خوف دل دیا تھا، وہ کسی بڑے سے بڑے خطرے کی مطلق پروانہیں کرتا تھا، کوئی دشواری اس کے عزم و ارادے میں حائل نہیں

Marfat.com

ہوسکتی تھی، امانت، دیانت اور انتظامی قابلیت میں بے مثل تھا، دولت وثروت کے باوجود اس کی زندگی نہایت سادہ تھی، معمولی غذا کھاتا، اور معمولی کپڑے پہنتا تھا، آلات حرب جمع کرنے کا اسے بے حد شوق تھا، بدن چھریرا، قد بلند اور چہرہ نہایت دلکش تھا۔

جب کسی فوجی افسر کو خاص مہم پر بھیجتا تو کہتا: بسم اللہ، اللہ کی راہ میں روانہ ہوجاؤ، جو لوگ اللہ کی نافرمانی کررہے ہیں، مفسد ہیں، فتنہ انگیز ہیں امن وسکون کے دشمن ہیں، ان کو بے دریغ قتل کرو، لیکن کسی کو دھوکہ نہ دینا فریب نہ کرنا، بچوں، ضعیفوں اور عورتوں کو نہ مارنا، بے ضرورت بستیوں کو آگ اور خون سے نہ بھرنا، پرامن آبادیوں کو آگ کے شعلوں کی نذر نہ کرنا کیونکہ ہم کسی آبادی کو اجاڑنا نہیں چاہتے، ہم نے ایک پاک مقصد کے لئے تلوار ہاتھ میں لی ہے، اگر کسی مقام کے باشندے صلح کے خواہش مند ہوں تو ان پر ظلم نہ کرنا، وہاں نسیم خوشگوار بن کر داخل ہونا، ان کے تمدن کو تاراج نہ کرنا، دیکھو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں اس کے ساتھ ظلم پر آمادہ کرے، یہ طریقہ اسلام کے خلاف ہے۔

....

Marfat.com

قیتبہ بن مسلم

قیتبہ نام، ابوالحارث کنیت، والد کا نام مسلم بچپن سے جان باز اور بہادر تھے، بیس سال کی عمر میں بڑے بڑے جاں بازوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ولید بن عبدالملک کے عہد میں بہت سی مشہور لڑائیوں میں شریک ہوئے، ہر معرکہ میں نہایت جانبازی دلیری کے ساتھ حصہ لیا، فن جنگ کے ماہر تھے، جس طرف نکل جاتے غنیم کی صفوں کو تہ وبالا کر دیتے۔

سرفروش مجاہد:

۸۷ھ ہجری میں ان کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنایا گیا، یہ وہ نازک وقت تھا جب فرغانہ، شومان، بخارا فاریاب، جرجان اور سمرقند میں شدید تر بغاوتیں رونما ہو رہی تھیں، قیتبہ نے سب سے پہلے ایک جرار لشکر کے ساتھ بخارا پر حملہ کیا، یہاں وحشی ترکوں کی ایک بڑی فوج موجود تھی، ۷ ربیع الاول ۸۷ھ ہجری کو جنگ شروع ہوگئی قیتبہ نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، اس معرکہ میں مسلمان دو ہزار اور وحشی ترک دس ہزار مقتول و مجروح ہوئے تاہم فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوسکا، غروب آفتاب کے بعد جنگ ملتوی ہوگئی۔

دوسرے دن پھر خونریز جنگ شروع ہوئی، تمام دن ہنگامۂ کارزار گرم رہا، سہ پہر کے وقت قیتبہ نے شدید طوفانی حملہ کیا، ان کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا، بدن پر جا بجا زخم تھے، تاہم تلوار قبضے میں تھی اور شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے، آخر ترکوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور قیتبہ نہایت شان وشوکت سے بخارا میں داخل ہوئے۔

بخارا میں مناسب انتظام کرنے کے بعد سمرقند کی طرف بڑھے اور باب سمرقند پر فوجیں جمع کیں، یہاں بھی شدید خونریز جنگ ہوئی، قیتبہ نے طوفانی حملہ کیا، وحشی ترکوں

Marfat.com

کے ہزاروں آدمی برباد کردیے، غروب آفتاب سے پہلے مجاہدین اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ ترک سنبھل نہ سکے، تمام صفیں ابتر ہوگئیں، سمرقند کی فتح کے بعد امن پسند شہریوں کے ساتھ قتیبہ نے نہایت شریفانہ سلوک کیا، اور ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا۔

بخارا سمرقند کو فتح کرنے کے بعد قتیبہ نے فرغانہ، شومان، فاریاب اور جرجان کو بزور شمشیر فتح کرکے وہاں مسلمان آباد کیے، فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، یمن اور شام کے بہت سے قبیلے نقل مکان کرکے وہاں چلے گئے، ۹۶ھ ہجری میں قتیبہ نے کاشغر پر فوج کشی کی اور اسے بھی فتح کرلیا۔

وہ اگرچہ نوعمر تھا، لیکن نوعمری کے باوجود عزم و استقلال کا ایک پہاڑ تھا، اس نے خراسان اور روسی ترکستان کے دشوار گزار کوہستانی علاقے کو اونٹوں پر عبور کرکے وحشی ترکوں کی بغاوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا اور بڑی شان کے ساتھ اسلامی پرچم کفرستان میں لہرادیا۔

بخارا سمرقند، فرغانہ، قاریاب اور جرجان کے فتح ہوجانے کے بعد ترکستان کے تمام شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہوگئے، وحشی ترک قتیبہ کے نام سے لرزتے تھے۔

محاسن اخلاق:

حسان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ قسیبہ می روشن خیالی کے ساتھ جوش ایمانی بھی بدرجہ اتم موجود تھا، اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی طاقت بھی تھی، حق تعالیٰ نے ان کو عزم راسخ، اور استقامت محکم کی نعمت فیاضی سے عطا کی تھی، ان کا دل جرأت وشجاعت کا خزینہ تھا، جن مقامات کو فتح کرتے، وہاں سے بدکاری وزنا کاری اور شراب نوشی و قمار بازی کا نام ونشان تک مٹادیتے فسق و فجور اور فواحش کا خاتمہ کردیتے، غریب آدمیوں کو سرمایہ داروں کے جبر و استبداد سے آزاد کردیتے، اسیران جنگ کے ساتھ نرمی اور شرافت کا سلوک کرتے، سپاہیوں کے دکھ درد کا خیال رکھتے، ان کی تکلیف کو اپنی

Marfat.com

تکلیف سمجھتے، غریب سے غریب سپاہی ان سے محبت، شفقت اور ترحم کی امید رکھتا تھا۔

وہ ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت رحمدل تھے، حیات پاکیزہ اور طینت طیبہ کے مالک تھے، غریبوں کی دستگیری اور مظلوموں کی داد رسی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، ان کی نگاہ میں امیر و غریب سب مساوی تھے، وہ جملہ اقسام حق پسندی میں سب کے ساتھ تعاون کرتے تھے، اور جملہ احناف معصیت میں سخت ترین مخالفت کرتے تھے، اگر کوئی شخص ان کے پاس آتا تو وہ اس کی ظاہری شان وشوکت سے ذرا بھی متاثر نہ ہوتے تھے بلکہ اس کے اخلاقی فضائل کا احترام کرتے تھے۔

اگر کوئی جماعت اپنے حقوق ملی سے محروم ہوجاتی اور اس کی جان و مال کے لئے خطرہ پیدا ہوجاتا، تو وہ اس کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک خطرے میں ڈال دیا کرتے تھے، جب کسی جماعت پر وہ حملہ کرتے، اور وہ مغلوب ہونے کے بعد وفاداری کا اقرار کرلیتی تو اس کے ساتھ شریفانہ سلوک کرتے، اس کے دکھ درد میں کام آتے اور اس پر احسان کرتے، وہ دن کے وقت رزم گاہ میں حق شجاعت ادا کرتے، اور رات کو عبادت وریاضت، خشیت من اللہ، اور اشک باری میں مشغول رہتے، اور مقامات قرب ورضا کا عرفان حاصل کرتے۔

....

Marfat.com

طارق بن زیاد

طارق نام، ابوجعفر کنیت، والد کا نام زیاد، قبیلہ بنو ثعلب کے ایک رکن تھے جو یمن کا ایک قبیلہ تھا، موسیٰ بن نصیر نے ان کو پرورش کیا تھا، ابتدا میں یہ موسیٰ بن نصیر کے غلام تھے، موسیٰ بن نصیر نے ابتدا ہی سے طارق کی اس انداز سے تربیت کی کہ وہ بہادر سپاہی بن گئے، وہ سخت سے سخت محنت کے عادی تھے، موسیٰ بن نصیر کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے اور ہر موقع پر جاں نثاری کا ثبوت دیا۔

اسپین پر حملہ:

۹۲ھ ہجری مطابق ۷۱۱ء عیسوی میں گورنر افریقہ موسیٰ بن نصیر نے ولید بن عبدالملک کے مشورہ سے طارق کو سات ہزار لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا، اور اسپین پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

۲۱ ربیع الاول ۹۲ھ ہجری کو اسلامی فوجیں اسپین کی طرف روانہ ہوگئیں، یہ وہ وقت تھا جب اسپین طاقت، دولت وثروت کے اعتبار سے یورپ کا ممتاز ملک شمار کیا جاتا تھا، اور اس ملک کی عیسائی حکومت کو خاص اہمیت حاصل تھی، اس زمانہ میں اسپین کا فرمانروا، شاہ لرزیق تھا، جو نہایت سنگدل بے رحم اور صف اول کا عیاش تھا۔

امیر البحر طارق بن زیاد سات ہزار اسلامی فوج کو چار جنگی جہازوں میں سوار کر کے جبل الطارق کے پار اندلس کے جنوبی کنارے پر جا اترا، طارق نے اسپین کے ساحل پر اترنے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جن جہازوں میں اسلامی لشکر آیا تھا ان کو آگ لگا کر سمندر میں غرق کر دیا، گویا مجاہدین اسلام اس عزم سے اسپین میں داخل ہوئے تھے کہ یا تو وہ اس ملک کو فتح کرینگے یا اپنی جانیں قربان کر دیں گے، شاہ اسپین لرزیق کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ایک مختصر سی فوج اسپین کے ساحل پر اتر گئی ہے تو وہ ایک لاکھ کا لشکر عظیم لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گیا، اسی دوران میں افریقہ

Marfat.com

سے مزید پانچ ہزار اسلامی فوج طارق کی مدد کے لئے پہنچ گئی، اور اس طرح اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔

بار دہ کے محاذ پر شدید جنگ چھڑ گئی، ۱۱ رجب ۹۲ھ ہجری کو عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا، لرزیق کے پاس ایک لاکھ کا لشکر جرار تھا، جو بہترین آلات حرب سے آراستہ تھا، دوسری طرف بارہ ہزار اسلامی فوج تھی، جس کے پاس ایک گھوڑا بھی نہ تھا، کئی گھنٹے کی شدید خونریز جنگ کے بعد طارق دفعتۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفیں درہم وبرہم ہوگئیں۔

طارق کے شدید حملوں نے عیسائیوں کی طاقت توڑ دی، یہاں تک کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا، اور طارق ان کو دباتے ہوئے سوق باردہ تک پہنچ گئے، پھر غروب آفتاب سے پہلے طارق اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ دشمن کے لشکر میں بری طرح بھاگڑ مچ گئی، مورخین کے بیان کے مطابق اس رزم گاہ میں ستر ہزار کے قریب عیسائی مارے گئے، مسلمانوں کی طرف تین ہزار کا نقصان ہوا۔

یہ دنیا کی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے کہ بارہ ہزار مجاہدین نے عیسائیوں کے ایک لاکھ لشکر کو ایسی عبرتناک شکست دی، کہ پھر عیسائی اسپین میں کسی محاذ پر بھی مسلمانوں کے سامنے جم کر نہ لڑ سکے، شاہ لرزیق سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا، بے اندازہ سامان جنگ مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

باردہ کو فتح کرنے کے بعد طارق نے قرطبہ پر شدید حملہ کیا، اور اسے بھی فتح کرلیا، اس رزم گاہ سے فارغ ہوکر طارق نے پوری طاقت کے ساتھ اسپین کے پایۂ تخت کو بچانے کے لئے عیسائی بحر و بر سے ابل پڑے تھے، ۷ شعبان ۹۲ھ ہجری کو جنگ شروع ہوگئی، طارق نے شدید طوفانی حملہ کیا، اور عیسائیوں کے ہزاروں آدمی برباد کردئے، عیسائی بدحواسی کے ساتھ بھاگے لیکن جس طرف جاتے تھے ان کو خاک وخون میں تڑپنا پڑتا تھا، غرض بڑی خونریزی کے بعد پایۂ تخت پر بھی قبضہ ہوگیا، جس روز پایۂ تخت فتح ہوا جمعہ کا دن تھا، لرزیق کے قصر میں تخت شاہی کی بجائے ممبر نصب ہوا، اور جمعہ کی نماز خشوع وخضوع کے ساتھ پہلی مرتبہ یورپ کی سرزمین پر مجاہدین نے ادا کی،

Marfat.com

اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ جو بے اندازہ دولت آئی، اس میں اسپین کے سابق بادشاہوں کے جواہرا سے مرصع تاج بھی شامل تھے، امن پسند عیسائیوں کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیا گیا، مسلمانوں کے لئے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی، یہ مسجد پچاس گز لمبی اور تیس گز چوڑی تھی۔

طلیطلہ کی فتح کے فوراً بعد موسیٰ بن نصیر ایک عظیم لشکر لے کر خود بھی اسپین میں پہنچ گئے، اور دونوں سپہ سالاروں نے ایک پروگرام مرتب کیا، طلیطلہ کی شکست نے عیسائی پادریوں کو سخت برہم کر دیا تھا، وہ ہر طرف سے سمٹ کر غرناطہ میں جمع ہو گئے تھے، انہوں نے زور اور قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ ہم اسلامی اقتدار کا خاتمہ کر دیں گے چنانچہ ۵شوال کو عیسائی اس جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں آئے کہ سارا میدان نعروں سے گونج اٹھا، جنگ کی ابتدا عیسائیوں کی طرف سے ہوئی، ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل ایک ساتھ بڑھا، ہزاروں پادری اور بشپ صاحبان ہاتھوں میں صلیب لئے سب سے آگے تھے، غروب آفتاب تک شدید خونریز جنگ جاری رہی تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا، آخر عیسائیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور وہ نہایت بدحواسی سے بھاگے، اس معرکہ کے بعد آس پاس کے شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہو گئے۔

غرناطہ کے بعد اشبیلہ اور برشلونہ میں خونریز جنگ ہوئی، اس کے بعد طراکوسہ میں سخت کشت وخون ہوا، ان لڑائیوں میں گیارہ بڑے بڑے افسر طارق کے ہاتھ سے مارے گئے، غروب آفتاب تک شدید جنگ جاری رہی، آخر عیسائیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

طلیطلہ، غرناطہ، قرطبہ، اشبیلہ اور برشلونہ کی فتح کے بعد عیسائیوں کا زور ختم ہو گیا، اور ان کی آرزوئیں دفن ہو گئیں، مختلف مقامات کے عیسائیوں نے جزایہ دینا منظور کیا، اور ان کی جان، مال، مکانات اور گرجوں کی حفاظت کا معاہدہ لکھ دیا گیا، جلیقہ، برشلونہ، غرناطہ، اشبیلہ میں خاص اہتمام سے شاندار مساجد تعمیر کی گئیں، فوجوں کے رہنے کے لئے بارکیں بنوائی گئیں، بڑے بڑے شہروں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں اشاعت اسلام کے مراکز قائم کئے گئے، فوجی افسروں کو ہدایت کی گئی کہ غیر قوموں کو اسلام کا ایسا نمونہ دکھلایا جائے جس سے ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں۔

Marfat.com

جلیقہ، برشلونہ، غرناطہ اور اشبیلہ کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق نے ایک شاندار پروگرام مرتب کیا، ملک کے ایک حصے کی فتح کا کام طارق نے اپنے ذمہ لیا، اور دوسرے حصے پر موسیٰ بن نصیر نے قبضہ جمانا شروع کیا، یہاں تک کہ ان دونوں لائق سپہ سالاروں نے تمام صوبے، اور تمام شہر فتح کر لئے ۹۴ھ ہجری مطابق ۱۳ء عیسوی میں موسیٰ اور طارق جبل البرتات کو فتح کرنے کے بعد ملک فرانس میں داخل ہو گئے۔

جنوبی فرانس پر حملہ:

حصن لودان کی رزم گاہ میں شدید جنگ ہوئی اس محاذ پر اسپین کے بھاگے ہوئے عیسائی اور فرانس کی جرار فوج سے تصادم ہوا، عیسائیوں میں غیر معمولی جوش تھا، ۲۱ ربیع الاول ۹۴ھ ہجری کو فیصلہ کن جنگ ہوئی، کئی روز تک گھمسان کی لڑائی رہی، آخر طارق نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی، آخر دشمن کی فوج میں بھاگڑ مچ گئی، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا، اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھادیں، اس معرکہ کے بعد جنوبی فرانس کا پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

محاسن اخلاق:

موسیٰ بن نصیر کی ایک جنگی کونسل تھی، طارق اس مجلس کے نہایت صائب الرائے، پر جوش اور سرگرم رکن تھے، اکثر جنگی معاملات میں ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوتا تھا، وہ ایک جاں باز سپہ سالار ہونے کے ساتھ ہی نہایت رحمدل مسلمان تھے، خوف خدا، محبت رسولؐ، صدق، فیاضی اور مہمان نوازی، ان کے درخشاں اوصاف تھے، اسپین کو فتح کرنے کے بعد وہ نہایت آسودہ حال ہو گئے تھے، لیکن ان کی دولت ذاتی راحت وآسائش کے لئے نہ تھی بلکہ غریبوں کے لئے تھی، ان کا دست کرم کشادہ تھا، کوئی غریب ان کے در سے محروم نہیں جاتا تھا، رزم گاہ میں بھی نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے، ان کے اسلامی جوش کا یہ عالم تھا کہ وہ سارے یورپ پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیتے، لیکن افسوس سلیمان بن عبدالملک کی ناقدری نے ان کا خواب کبھی پورا نہ ہونے دیا۔

Marfat.com

محمد بن قاسم

محمد نام، ابونصر کنیت، والد کا نام قاسم تھا، ثقفی خاندان کے مایۂ ناز رکن تھے، وہ بچپن ہی سے نہایت جری، بے باک، باحوصلہ، بہادر اور سراپا ایثار تھے۔

جنگی کارنامے:

۹۲ھ ہجری مطابق ۷۱۱ء عیسوی میں ولید بن عبدالملک نے ان کو اسلامی فوج کے ایک خاص حصے کا سپہ سالار مقرر کیا، یہ وہ وقت تھا کہ سندھ کے حکمراں مسلمانوں کے مخالفین کی پرزور امداد کر رہے تھے، اسی سلسلے میں ایک المناک حادثہ یہ پیش آیا کہ لنکا کے نومسلم راجہ نے خلافت اسلامیہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے قیمتی تحائف سے بھرا ہوا آٹھ جہازوں کا ایک بڑا حجاج بن یوسف کی خدمت میں روانہ کیا تھا، ان جہازوں میں قیمتی تحائف کے علاوہ سینکڑوں عازمین حج اور لنکا میں فوت ہونے والے عرب سوداگروں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی تھے، یہ بحری بیڑا اچانک طوفان میں پھنس گیا، اور باد مخالف کے تھپیڑوں سے سندھ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) سے جالگا، سندھ کے راجہ داہر کا گورنر دیبل میں رہتا تھا، اسے جب معلوم ہوا کہ ان جہازوں میں مسلمان سوار ہیں اور قیمتی تحائف بھی ہیں تو اس نے ان جہازوں کو بڑی بے دردی سے لوٹا اور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا۔

ولید بن عبدالملک کو جب ان وحشیانہ مظالم کی اطلاع ہوئی تو اس نے مشرقی ممالک کے وائسرائے حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ سندھ کے راجہ کی تادیب کی جائے، حجاج بن یوسف نے ایک جرار لشکر اپنے سترہ سالہ داماد محمد بن قاسم کی سرکردگی میں مکران کے راستہ سے روانہ کیا، جب یہ لشکر پہنچا تو مکران کے حاکم سہیل بن عبداللہ تغلبی نے جنگ کا نقشہ مرتب کیا، اور یہ سرفروش مجاہد بھی اپنی تین ہزار فوج لیکر محمد بن قاسم

Marfat.com

کے ہمراہ ہوگیا۔

سندھ پر حملہ:

ادھر ارمن بیلہ میں راجہ داہر کا عظیم لشکر بھی مقابلے کے لئے تیار کھڑا تھا، ۷ ربیع الثانی ۹۳ھ ہجری کو ارمن بیلہ کے مقام پر دونوں لشکروں میں شدید خونریز جنگ ہوئی، محمد بن قاسم نے اس زور شور سے حملہ کیا کہ راجہ کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔

محمد بن قاسم ارمن بیلہ کی فتح کے بعد دیبل (کراچی) کی جانب بڑھا، اور دیبل پر حملہ کردیا، دیبل پر حملہ کے وقت مسلمانوں کا ایک بہت بڑا سمندری بیڑا بھی میدانی فوج کی امداد کے لئے دیبل پہنچ گیا تھا، یہ سمندری بیڑا اپنے ساتھ ایسی بھاری بھاری سنگ باری کرنے والی مشینیں بھی لایا تھا، جنہیں پانچ سو آدمی کھینچتے تھے، ان مشینوں کی مدد سے دیبل پر شدید سنگ باری کی گئی، اور اس قدر گھمسان کی جنگ ہوئی کہ رزم گاہ سے لیکر ساحل تک خون کی بارش ہو رہی تھی، یہ ہولناک منظر بہت دیر تک قائم رہا، آخر مسلمانوں کی بے نظیر شجاعت اور جاں بازی نے سندھیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اور وہ بدحواس ہوکر بھاگے، راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ شکست کھانے کے بعد فرار ہوگیا، دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے عام معافی کا اعلان کردیا، اور یہاں کے باشندوں کو پوری مذہبی اور شہری آزادی دیدی، اس کے علاوہ شہر کا انتظام خود ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں دیدیا چنانچہ دیبل کا حاکم اعلیٰ پنڈت بال مکند کو بنایا گیا، یہ پنڈت اس سے قبل جیل خانوں کا محافظ تھا، اس نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ نہایت ہی شریفانہ سلوک کیا تھا۔

راجہ داہر کا قتل:

دیبل کی فتح کے بعد کیشب پور میں شدید خونریز جنگ ہوئی یہاں راجہ داہر خود موجود تھا، اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک عظیم لشکر جمع کیا تھا، جس کی تعداد اسلامی لشکر کے مقابلہ میں تین گنی تھی، دونوں لشکروں میں بڑی خوفناک جنگ ہوئی، محمد بن قاسم دفعتہً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفوں کو تہ وبالا کردیا، راجہ داہر نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی، تمام صفیں درہم برہم ہوگئیں،

Marfat.com

سندھی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے، ایک مورخ کے بیان کے مطابق تیس ہزار آدمی جان سے مارے گئے، راجہ داھر بھی اس جنگ میں مارا گیا، راجہ داھر کے قتل کے بعد محمد بن قاسم نے آسانی سے برہمن آباد اور ملتان پر قبضہ کرلیا، راجہ داھر کے وزیر سی ساگر نے اطاعت قبول کرلی، اور اسے بدستور وزارت عظمی پر قائم رکھا گیا، محمد بن قاسم ڈھائی سال کے اندر پورے سندھ کو فتح کرنے کے بعد راجپوتانہ، یوپی، کشمیر اور ہندوستان کے باقی صوبوں کو فتح کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ، اچانک ۹۵ھ ہجری مطابق ۱۴ء عیسوی میں حجاج بن یوسف اور ولید بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا اور نئے خلیفہ سلیمان نے محمد بن قاسم کو بصرہ طلب کرکے اسے ہلاک کردیا۔

پاکیزہ اخلاق اور محاسن:

حضرت ابونعیم بصری لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم لائق سپہ سالار ہونے کے ساتھ ہی عادات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ میں یکتا اور نہایت فیاض اور سخی تھے، مال ودولت کی آپ کو پروانہ تھی، سادہ زندگی بسر کرنا پسند کرتے تھے، غریبوں کے ساتھ سلوک واحسان کرتے تھے، غم زدہ لوگوں کی خبر گیری اور دلجوئی ان کا اہم ترین فرض تھا، جب بصرہ میں قیام ہوتا تو بیوہ عورتوں کی خدمت کرتے، ان کے مکانوں پر خود جاتے اور پوچھتے اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں، کبھی کبھی تھیلوں میں اناج بھروا کر غریب محلوں میں جاتے اور مساکین کو تقسیم کرتے، ایک جنگ میں آپ کے ایک خادم کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تھا، آپ اسے وضو کراتے، کھانا کھلاتے اور کپڑے پہناتے تھے، آپ کی مجلس میں ادنیٰ واعلیٰ کا کوئی امتیاز نہ تھا، اگر کوئی شخص تزک واحتشام کے ساتھ آپ کے پاس آتا آپ اس کی تعظیم نہیں کرتے تھے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے، اسلام نے پست وبلند کو ایک کردیا ہے، لہٰذا میں سرمایہ داروں کے آگے نہیں جھکتا۔

اس مرد مجاہد کی غذا نہایت سادہ تھی، جب کھانا کھاتے تو کہتے اس اللہ کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا، اور جس نے ہمارے رزق میں وسعت دی، جب نیا کپڑا پہنتے تو کہتے، میں اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ کپڑا مرحمت فرمایا، جس سے میں اپنا جسم چھپاتا ہوں اور جس سے زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں طبیعت میں نفاست

Marfat.com

بدرجۂ کمال موجود تھی، مہماں نوازی کا شوق تھا، جب کسی مقام کو فتح کرتے تو ساتھیوں کی شاندار دعوت کرتے، اور مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، عہد کی پابندی کا بے حد خیال رکھتے تھے، اپنے خادموں کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے، سردی کے موسم میں رات کو خود اٹھ کر وضو کے لئے پانی گرم کرتے، اگر کوئی خادم یہ کہتا کہ میں حاضر ہوں، تو آپ فرماتے، نہیں رات تمہارے آرام کے لئے ہے۔

....

Marfat.com

تاریخِ اسلام کے عظیم سپہ سالار

جانثارانِ اسلام کا دلآویز تذکرہ

شوکت علی فہمی

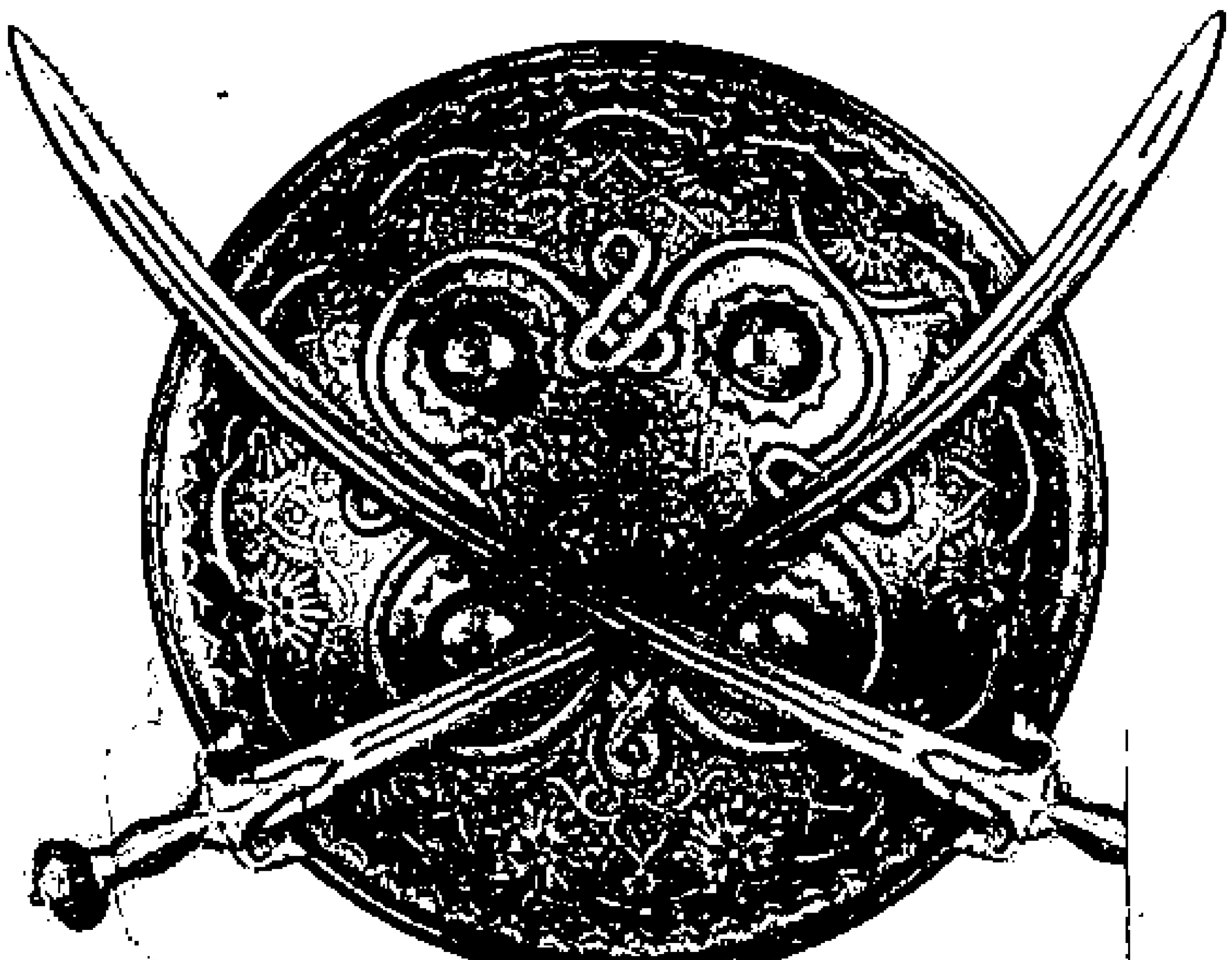

جہانِ علم و ادب

Marfat.com